تصوف و سلوک کی مایہ ناز تصنیف

اَنوار ایُّوب

پیر طریقت رہبر شریعت سلطان محمد ایوب قادری ابوالعلائی چشتی جہانگیری شکوری جلوہ نمائی

صاحبزادہ گان

١) صاحبزادہ علی افسر ایوب قادری

٢) صاحبزادہ علی اطہر ایوب قادری

٣) صاحبزادہ علی احمد صابر ایوب قادری

٤) صاحبزادہ شیر بہاؤ الحق ایوب قادری

٥) صاحبزادہ سلطان بہاؤ الحق ایوب قادری

پتہ :آستانہ عالیہ ، قادریہ چشتیہ شکوریہ

ہاؤس نمبر ٧ گورنمنٹ پرائمری سکول نمبر ٢ کوٹ رادھا کشن ،

ڈاکخانہ خاص تحصیل و ضلع قصور فون نمبر 382517 کوڈ نمبر 04944

نام کتاب : انوارِ ایُّوب

مصنف : پیر سلطان محمد ایوب شکوری

ترجمہ و ترتیب : صوفی محمد سرور ایوبی، محمد صدیق ایوبی

ایڈیشن : بار دوم

کیلیگرافر : عبدالرحمٰن ایوبی

پبلیشر : کاشف حسن ایوبی شکوری

تعداد : 1000

صفحات : 630 صفحات

ھدیہ : -/200 روپے

تصوف و سلوک کی مایہ ناز تصنیف

اَنوارِ ایوبؒ

پیر طریقت رہبر شریعت سلطان محمد ایوب قادری ابوالعلائی چشتی جہانگیری شکوری جلوہ نمائی

صاحبزادہ گان

۱) صاحبزادہ علی افسر ایوب قادری

۲) صاحبزادہ علی اطہر ایوب قادری

۳) صاحبزادہ علی احمد صابر ایوب قادری

۴) صاحبزادہ شیر بہاؤالحق ایوب قادری

۵) صاحبزادہ سلطان بہاؤالحق ایوب قادری

پتہ: آستانہ عالیہ، قادریہ چشتیہ شکوریہ

ہاؤس نمبر ۷ گورنمنٹ پرائمری سکول نمبر ۲ کوٹ رادھا کشن،

ڈاکخانہ خاص تحصیل و ضلع قصور فون نمبر 382517 کوڈ نمبر 04944

فہرست مضامین

تقریظ سعید

از حضرت علامہ مولانا مفتی محمد خان قادری صاحب جامعہ اسلامیہ لاہور

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

آج امت مسلمہ جس کسمپرسی کی حالت میں زندگی بسر کر رہی ہے وہ کسی بھی ذی شعور سے مخفی نہیں اس کی وجہ صرف ایک جملے میں بیان کی جاسکتی ہے۔ کہ امت مسلمہ کے دل اللہ تعالیٰ اور اسکے حبیب ﷺ کی محبت سے خالی ہو چکے ہیں۔ حالانکہ یہی وہ خشت اوّل ہے جس پر اسلام اور مسلمانوں کے ایمان کی بلند عمارت تعمیر ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں اسی بات کو کھول کر بیان کر دیا ہے کہ اگر تمہارے دل اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت سے خالی ہو گئے تو پھر عزت نہیں ذلت تمہارا مقدر ہو گی۔ پھر تم رحمت کے مستحق نہیں بلکہ عذاب کے مستحق ٹھہرو گے۔ پھر تم بلند نہیں بلکہ پست ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کی حفاظت تمہارا ساتھ چھوڑ دے گی۔ شیطان تمہارا ساتھی بن جائے گا۔ پھر بداعمالیاں تم پر آسان اور نیکیاں تم پر بوجھ بن جائیں گی پھر تم انسانیت کے بلند رتبہ سے گر کر درندوں اور چوپایوں سے بھی بدتر ہو جاؤ گے۔ قرآن مجید کے یہ چند مقامات ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ سورۃ توبہ میں ارشاد فرمایا

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَ اَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَ مَسٰکِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ○

(التوبہ، ۲۴)

اے حبیب ﷺ اعلان کر دیجیے اگر تمہیں اپنے باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں، خاندان تمہارا حاصل کردہ مال اور وہ تجارت جس میں خسارہ کا ڈر ہے اور وہ مکان جو پسند ہیں۔ یہ چیزیں اللہ، اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ پیاری ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور فاسقوں کو اللہ کامیاب نہیں کرتا

۲۔ دوسرے مقام پر اللہ اور اسکے رسول کی طرف پشت کر دینے والے کے انجام سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ ○

(المجادلہ)

بلاشبہ وہ لوگ جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی وہ سب سے زیادہ ذلیل ہیں۔

۳۔ ایسے ہر شخص کا ساتھی شیطان بن جاتا ہے جو اسے سیدھے راستے پر

آنے ہی نہیں دیتا۔

وَ مَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَا لَهٗ قَرِيْنٌ ٥ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اِنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ٥ (الزخرف)

جو شخص ذکر الٰہی سے آنکھ چرائے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کردیتے ہیں سو وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے اور وہ شیاطین ان کو (سیدھے) راستے سے روکتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں۔

سرور عالم ﷺ نے اپنے ارشادات عالیہ کے ذریعے بھی امت مسلمہ کو یہی تعلیم دی۔ آپ کے دو مشہور ارشادات یہ ہیں۔

لَا يُوْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اِلَيْهِ مِنْ وَّلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ

جب تک میرے ساتھ محبت اپنی اولاد ، والدین اور تمام لوگوں سے بڑھ کر نہیں تم مومن نہیں ہوسکتے

دوسرے مقام پر فرمایا۔

لَا يُوْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ

تم اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہوسکتے جب تک تمہاری تمام خواہشیں میری لائی ہوئی

شریعت کے تابع نہیں

ہو جاتیں

اگر امت کے سابقہ ادوار میں اسے عزت حاصل تھی تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس وقت اللہ اور اس کا رسول انھیں ہر شے سے عزیز تھا۔ ذرا چشم تصور میں اس انصاری صحابیہ کا عمل لائیے غزوہ احد کے موقعے پر جس کا باپ، بھائی، اور خاوند تمام شہید ہو گئے۔ جب اسے اطلاع ملی تو بتانے والے سے پوچھتی ہے۔ یہ بتاؤ میرے پیارے کس حال میں ہیں؟ وہ خیریت سے ہیں یا نہیں؟ جب آپ کی خیریت سے آگاہ کیا گیا تو کہتی ہیں۔

"اَرُوْنِی حَتّٰی اَنْظُرَ اِلَیْه مجھے آپ ﷺ کی خدمت میں لے چلو تاکہ میں آپ ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں جب انہیں آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں لایا گیا تو انہوں نے وہ تاریخی جملہ کہا جو امت مسلمہ کے ہر فرد کے دل کی دھڑکن ہونا چاہیے

"اے اللہ کے رسول آپ کے ہوتے ہوئے کوئی پریشانی نہیں"

(دلائل النبوۃ للبیہقی ۳، ۳۰۲)

آگے بڑھنے سے پہلے ایک اور کامل مومن کے ایمان کی جھلک ملاحظہ کیجئے

ابو سفیان بیان کرتے ہیں کہ جب ہم حضور ﷺ کے ایک صحابی حضرت زید بن دثنہؓ کو تختہ دار پر چڑھانے کے لئے لے جا رہے تھے تو راستے میں میں نے ان سے بطور آزمائش پوچھا اے زید! تمہیں اللہ کی قسم دلاتا ہوں سچ

کہنا کہ اگر اس موقعہ پر تیری جگہ محمد ﷺ ہوتے اور تو اپنے گھر آرام میں ہوتا تو کیسا تھا جس پر اس صحابیؓ نے فرمایا تم کیا بات کر رہے ہو اس حال میں بھی میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میرے آقا ﷺ کے پاؤں میں کانٹا چبھ جائے اس پر ابو سفیان نے یہ تبصرہ کیا۔

میں نے آج تک محمد ﷺ کے غلاموں سے بڑھ کر اپنے آقا سے محبت کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔

جب تک مسلمانوں کے دل اس مبارک محبت سے لبریز رہے کوئی ان کو شکست نہ دے سکا جونہی اس سے دل خالی ہو گئے تو وقار و عزت ختم ہو گئی حکیم الامت مفتی احمد یار نعیمی نے خوب کہا۔

ان کے جو غلام تھے خلق کے پیشوا رہے
ان سے پھرے جہاں پھر آئی کمی وقار میں

اب تو صورت حال یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ہر طرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بے ادبی کا ارتکاب کیا جاتا ہے اور اس کو توحید اور اسلام کا نام دیا جاتا ہے اس کمی اور کوتاہی کو دور کرنے کے لئے اہل علم اور صوفیاء نے ہر دور میں جتنا کام کیا ہے اس کی مثال نہیں ملتی آج بھی حضور ﷺ کا درد و سوز رکھنے والے جو لوگ اس خدمت پر کمر بستہ ہیں ان میں سے پیر محمد ایوب شکوری قادری مدظلہ العالی کی شخصیت بھی ہے موصوف نے تصوف و سلوک کے موضوع پر "انوار ایوب" کے نام پر یہ کتاب تالیف فرمائی ہے

اس میں جابجا اس کمی کے ازالہ کی کوشش کی گئی ہے اس کتاب کی متعدد خوبیاں ہیں

ا۔ اس میں واضح کیا گیا ہے کہ طریقت شریعت سے الگ نہیں بلکہ دونوں متحد ہیں۔

۲۔ ہر معاملے میں کتاب و سنت اور بزرگان دین سے رہنمائی ہے

۳۔ اہل سنت کے متعدد عقائد و اعمال کو دلائل کے ساتھ واضح کیا گیا ہے۔

۴۔ معلومات کا ذخیرہ ہونے کے ساتھ ساتھ عمل کی طرف راغب کرتی ہے۔

الغرض آج کے دور میں خانقاہی مراکز سے اس طرح کی آواز لائق صد ستائش ہے۔

آمین بجاہ سید المرسلین

خادم الفقراء

مفتی محمد خان قادری

جامعہ اسلامیہ لاہور

تقریظ سعید

از۔ حضرت علامہ مولانا محمد نعیم اختر صاحب نائب مفتی دار العلوم حزب الاحناف لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

تصوف ادب کا نام ہے اللہ تعالیٰ کا ادب اس کی شان کے لائق، حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کا ادب ان کی شان کے لائق، صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ادب ان کی شان کے لائق، اولیائے کرام کا ادب ان کی شان کے لائق، علمائے کرام کا ادب ان کی شان کے لائق، شیخ طریقت کا ادب ان کی شان کے لائق، بڑوں کا ادب ان کی شان کے لائق، چھوٹوں کا ادب انکی شان کے لائق، الغرض جو جس حیثیت سے لائق ادب ہے اس کا ادب واحترام یہی تصوف ہے۔

تصوف ایک ایسا اسم ہے جس میں فقر اور زھد کے معانی حاصل ہیں اور اوصاف اور اضافات کے ساتھ جن کے بغیر آدمی مومن نہیں ہوتا خواہ وہ زاھد اور فقیر ہی کیوں نہ ہو حضرت ابو حفصؒ فرماتے ہیں کہ "التصوف کلہ ادب" تصوف بالکل آداب ہیں۔ ہر ایک وقت کا ایک ادب اور ہر ایک حال کا ایک ادب ہے اور ہر ایک مقام کا ایک ادب ہے آپ فرماتے ہیں جس نے

آداب کو ضائع کیا وہ اس راہ سے دور ہے اور اس راستے سے مردود ہے۔ جب ادب سے مزین ہوا تو راہ سلوک آسان ہوئی اور وصول الی اللہ کی امید ہو گئی۔

شریعت طریقت سے جدا نہیں اور طریقت شریعت کے مخالف نہیں شریعت اور طریقت دونوں معرفت الٰہی کے لئے دو پر ہیں۔ ان دو میں سے ایک نہ ہو تو معرفت الٰہی نہ ہو گی۔ حضرت سلطان العارفین سلطان باہوؒ نے ایک حدیث نقل فرمائی جس کا مفہوم یہ ہے۔

اگر کوئی ہوا میں اڑتا ہوا دکھائی دے یا پانی پر چلے لیکن میری سنت کا تارک ہو تو اسے دونوں ہاتھوں سے جوتے مارو وہ ولی اللہ نہیں ولی شیطان ہے۔

ولایت و صوفیت کے لئے اتباع و محبت رسول شرط اولین ہیں۔

محبت کے بغیر یہ کٹھن راہ عبور نہیں ہوتی اسی تصوف کے موضوع پر انوار ایوب لکھی گئی ہے جس میں تصوف کی ضرورت واہمیت واضح کی گئی ہے۔

جو کہ حضرت خواجہ محمد ایوب قادری ابوالعلائی چشتی جہانگیری شکوری مدظلہ العالی کی بہت عمدہ کاوش ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل اس کو ناشرین و قارئین کیلئے نافع بنائے اور اپنی معرفت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

سراسر غفلت و عصیاں کا تودہ

محمد نعیم اختر غفرلہ

نائب مفتی دارلعلوم حزب الاحناف لاہور

تقریظ سعید

از۔علامہ قاری ظہور اللہ چشتی صاحب ناظم جامعہ محمدیہ حفظ القرآن ومدرسہ بنات الاسلام قینچی امرسدھو لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نماز اسلام کا اہم ترین رکن ہے جسکی ادائیگی و قیام پر قرآن پاک میں بہت زور دیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (الروم)	اور نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو

اسی انداز کی شدت ان احادیث مبارکہ میں موجود ہے۔

مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ	جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کی گویا اس نے کفر کیا
بَیْنَ الْعَبْدِ وَ الْکُفْرِ تَرَکَ الصَّلٰوۃ	بندے اور کفر کے درمیان فرق نماز کا چھوڑنا ہے۔

نماز کی ادائیگی سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ نماز کی شرائط اور اس کے فرائض کیا ہیں۔ طہارت، ستر عورت، استقبال قبلہ، قیام، قرات، رکوع وسجدہ اور قعدہ وغیرہ اس کے ظاہری آداب ہیں جن کا لحاظ رکھے بغیر نماز ادا نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ واجبات کہ جن میں کوتاہی نقص نماز کا باعث بنتی

ہے۔ پھر سنتیں اور مستحبات کہ حسن نماز انہی سے قائم ہے۔ مفسدات و مکروہات نماز ہیں جو درست اور مکمل نماز کی ادائیگی میں رکاوٹ بنتے ہیں یہ سب نماز کے ظاہری متعلقات ہیں۔ جنکے جاننے اور سیکھنے کیلئے علماء شریعت سے رجوع کیا جاتا ہے۔

اس کے ساتھ قرآن پاک میں یہ بھی مذکورہ ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلوٰتِهِمْ خاشِعُوْن

بے شک مراد کو پہنچے وہ لوگ جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔

یہ خشوع کیا ہے؟ جسے فلاح و کامیابی کیلئے ذریعہ قرار دیا جارہا ہے اسکے بارے میں مفسرین کرام کے ارشادات نقل کرتے ہوئے صاحب تفسیر مظہریؒ لکھتے ہیں۔ بعض نے کہا نماز میں خشوع نام ہے توجہ کی یکسوئی کا کہ دوسری طرف خیال نہ جائے اور زبان سے جو لفظ ادا کر رہا ہے اس پر غور کرتا جائے۔

حضرت ابو درداؓ نے فرمایا خشوع سے مراد ہے اخلاص (اللہ کے سامنے) تعظیم سے کھڑا ہونا، کامل یقین اور پوری توجہ و یکسوئی صاحب قاموس نے لکھا کہ خشوع کا معنی ہے خضوع یعنی تواضع قیام اور رکوع و سجود کی ادائیگی تو سب کے سامنے ہے لیکن کیا نمازی کی نیت کا اخلاص، یقین، اعتقاد اور الفاظ کے معانی پر غور و فکر کرنا بھی دوسروں کو نظر آتا ہے؟ ان

سب کیفیات کا تعلق تو احوال قلبی سے ہے لہذا نمازی کی یہ باطنی کیفیات عام نگاہوں سے پوشیدہ ہیں کامیابی و کامرانی کا زیادہ تر انحصار اور درجات و مقامات کا حصول بھی انہی احوال و کیفیات پر ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ (بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے)۔

صحت و اعمال اور اجر و ثواب کا نتیجہ بھی نیتوں کے خلوص کے مطابق ہی مرتب ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر کوئی شخص مسجد کے دروازے پر اس نیت سے کوئی کھونٹا گاڑ دے کہ مسافر نماز کی ادائیگی کے لئے اس کے ساتھ اپنی سواری باندھ لے تو اب چاہے مسافر اس کھونٹے سے اپنی سواری نہ باندھے اس گاڑنے والے کو محض اپنی نیت کی برکت سے ثواب ملتا رہیگا۔

اب ایک دوسرا شخص اگر اس کھونٹے کو اس لئے اکھاڑ کر پھینک دے کہ کسی نابینا کو ٹھوکر نہ لگ جائے تو اس اکھاڑنے والے کو بھی نیت کی برکت سے ثواب ملے گا۔

کام دونوں نے ایک دوسرے کے برعکس کیا ہے مگر محض حسن نیت کے باعث دونوں اجر و ثواب کے حقدار ہوئے۔

حدیث پاک میں ایک واقعہ کچھ یوں ملتا ہے۔ کہ حضور ختمی مرتبت ﷺ ایک بیمار صحابیؓ کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے

مریض کا چہرہ دیکھ کر فرمایا کہ اب انکی زندگی کے آثار نظر نہیں آتے۔ یہ سنکر اس صحابیؓ کی بیٹی رونے لگی اور کہنے لگی کہ یا رسول اللہ میرے والد کو شہادت کا بہت شوق تھا ہمیشہ گھوڑے اور جنگی سامان تیار رکھتے تھے مگر وہ شہادت کی موت نہ پاسکے اور یہ خواہش اپنے سینے میں لے جارہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے شہادت کی موت تو نہ پائی البتہ نیت کے باعث شہید کا درجہ پالیا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ یہ نیت ہی ہے کہ اس کی وجہ سے کبھی عمل چھوٹا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے بڑا سمجھتے ہیں اور کبھی عمل بڑا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے چھوٹا سمجھتے ہیں۔

ایک دوسری حدیث پاک میں ؑہے کہ حضور پر نور ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو نصیحت فرمائی کہ دین میں اخلاص پیدا کرو تھوڑا عمل بھی تمہیں کفایت کریگا۔

اس تمام تر تمہیدی تفصیل سے واضح ہوا کہ نماز سمیت تمام اعمال و عبادات کے دو پہلو ہیں ایک عبادت کا ظاہری پہلو اور دوسرا باطنی پہلو ظاہری اصلاح و درستگی کے لئے تو علما شریعت موجود ہیں وہ علوم شریعت کے وارث ہیں اور احکام شریعت کی گتھیاں سلجھانے کے ماہر۔

باطنی احوال و کیفیات اور خلوص و یقین کی اصلاح و درستگی کیلئے علماء باطن کی حاضری و صحبت کا التزام ضروری ہے کہ یہ نفوس قدسیہ خلوص و

یقین کے باعث فہم و فراست اور مشاہدہ و تصرف کے اعلیٰ مقامات پر فائز ہوتے ہیں۔اسی لئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ عزوجل کے نور سے دیکھتا ہے۔

جب کسی کی بصیرت وبصارت کو اللہ تعالیٰ کے نور کی تائید و قوت حاصل ہو جائے تو پھر حضور و غیبت یکساں ہیں۔ فاصلے اور حجابات انکی دور بینی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتے۔بخاری شریف کی اس حدیث پاک میں ان پاک طینت، نیک سیرت، اولیاء طریقت کا مقام ملاحظہ ہو۔

حدیث قدسی

حضرت ابو ھریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا میرے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جس شخص نے میرے ولی کو ستایا پس میں اجازت دیتا ہوں اس کو وہ مجھ سے لڑنے کے لئے تیار ہو جائے۔

میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ساتھ میرا قرب حاصل کرلیتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں پس ہو جاتا ہوں میں اس کا کان جس سے وہ سنتا ہے اور اسکی آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو اسے ضرور دے دیتا ہوں۔

اسی فہم و فراست اور بصیرت وبصارت کی بنا پر حضور ﷺ جو کہ تمام تر درجات و کمالات کی تقسیم کا وسیلہ ہیں فرماتے ہیں "مجھ سے تمہارا رکوع

اور خشوع پوشیدہ نہیں میں تم کو اپنی پیٹھ پیچھے بھی دیکھتا ہوں (بخاری)

زیر نظر کتاب "انوار ایوب" بھی ایک ایسے ولی کامل ضلع قصور کے قصبہ کوٹ رادھا کشن میں رونق افروز منبع رشد و ہدایت رہبر شریعت پیر طریقت حضور خواجہ سلطان محمد ایوب قادری ابو العلائی چشتی جہانگیری، شکوری مدظلہ العالی نے تالیف فرمائی ہے۔

آپ کو اللہ عزوجل کی طرف سے انعام واکرام کا وافر حصہ ملا ہے اور آپ طریق اولیاء پر تقسیم و عطائے فیض میں کسی بخل سے کام نہیں لیتے آپ کی بارگاہ میں حاضری پانے والے آپ کے مقام و مرتبے اور آپ کی فیض رسانی کے قائل و شاہد ہیں۔

یہ کتاب سلوک کے افعال و مسائل پر مفصل روشنی ڈالتی ہے۔ چونکہ اولیاء کرام تزکیہ نفوس پر معمور و مقرر ہیں۔ اس لئے ان کا چلنا، پھرنا، سونا، جاگنا کھانا پینا، خاموش رہنا، لکھنا، بولنا سب کچھ ذکر و فکر سے لبریز اور اصلاح کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اس لئے ان کی ہر ہر ادا سے افراد اصلاح پذیر ہوتے ہیں۔ اس کتاب کو پڑھنے والا ہر قاری باآسانی محسوس کر سکتا ہے کہ ولی کے دل سے نکلے ہوئے الفاظ دل میں اترتے چلے جاتے ہیں اور دل بنتا سنورتا جاتا ہے۔

جس طرح راہ سلوک کے مقامات و منازل کو طے کرنا آسان نہیں اسی طرح اس راہ کے اسرار و رموز اور آداب کو سمجھنا بھی آسان نہیں۔ لیکن

اس کتاب میں فقر و تصوف، عشق و محبت، قلب و روح اور مجاھدہ و مشاہدہ کی دقیق گتھیوں کو آسان پیرائے میں پیش کر کے سلجھایا گیا ہے۔ جس سے قاری کے دل میں صحبت اولیاء کی طلب و پیاس بڑھنے لگتی ہے اور ہمت بندھتی ہے کہ ان اسرار ورموز کے کسی واقف کی نظر عنایت شامل حال ہو جائے تو سلوک و طریقت کے مقامات و منازل بھی طے ہو جاتے ہیں۔ آخر میں اللہ پاک سے دعا ہے کہ اے اللہ کریم! اپنے پیارے محبوب مصطفیٰ ﷺ کے صدقے پیر طریقت حضور خواجہ محمد ایوب قادری مدظلہ العالی کے فیض میں مزید برکتیں شامل فرما اور آپ کے وجود مسعود کی طرح اس تصنیف لطیف کو بھی اصلاح و تزکیہ قلوب کا ذریعہ بنا اور اس کے عطاو افادہ عام میں خصوصی برکت رکھ دے۔ مجھ چیز ناکارہ کو بھی اولیاء کرام سے عقیدت رکھنے کی وجہ سے اپنی رحمت سے نواز دے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

نظر کرم کا محتاج

قاری محمد ظہور اللہ چشتی

ناظم۔ جامعہ محمدیہ حفظ القرآن و مدرسہ بنات الاسلام

قینچی امر سدھو لاہور

تقریظ سعید

از۔حافظ محمد یوسف قمر چشتی سیالوی مدیر ضیائے قمر گوجرانوالہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

زیر نظر کتاب "انوار ایوب" حضرت مولانا علامہ پیر محمد ایوب قادری چشتی جہانگیری شکوری جلوہ نمائی مدظلہ العالی کے افادات عالیہ کی آئینہ دار ہے۔ یہ کتاب تصوف و سلوک کی دنیا میں ایک خوبصورت اضافہ اور اہل دل کے لئے پیام شوق ہے۔

دورِ حاضر میں مادیت کی ظلمتوں نے عالم انسانیت سے دلوں کا قرار چھین لیا ہے۔ ہم تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں۔ مایوسیوں کے سائے ہم پر یلغار کر رہے ہیں۔ ایسے عالم میں ایسی کتب کی اشاعت کی شدید ضرورت ہے۔ جو تاریکیوں کو دور کر سکیں اور انوار ایمانی سے زمانے بھر میں روشنی پھیلا سکیں۔

بحمد اللہ کہ "انوار ایوب" صحیح معنوں میں تصوف و سلوک کے حوالے سے باطنی اصلاح کی نہایت عمدہ کاوش ہے اس کتاب میں دلوں کو ایمان، قرآن اور محبت رسول ﷺ کے انوار بخشنے کا اہتمام کیا گیا ہے تصوف کی تاریخ، اسکی اہمیت و افادیت اور عصر حاضر میں اسکی راہنمائی کے انداز میں

بڑے خوبصورت اور جامع انداز میں بحث کی گئی ہے۔ انوار ایوب میں بتایا گیا ہے کہ تصور شیخ کیا ہے۔ صحبت و اطاعت اور ذکر الٰہی کی کیا اہمیت ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں تصوف کے معترضین کے اعتراض کا دل کھول کر جواب دیا گیا ہے۔ اسلامی عبادات اور تعلیمات حضور ﷺ سے روشناس کراتے ہوئے اہل ایمان کو بتایا گیا ہے کہ تصوف ایمان سے الگ نہیں ہے بلکہ یہ تو اسلامی تعلیمات کو دلوں میں راسخ کرنے کی سب سے موثر اور پاکیزہ کوشش ہے۔

بلاشبہ حضرت خواجہ محمد ایوب قادری چشتی جہانگیری شکوری جلوہ نمائی مدظلہ العالی ایک بہت بڑی برگزیدہ شخصیت ہے کہ جن کے فیوضات اور افادات کی بدولت ایسی ہمیشہ زندہ رہنے والی کتاب منظرِ عام پر آسکی خداوندِ کریم اس کتاب کو صحیح معنوں میں مقبولیت عطا کرے۔ آمین

حافظ محمد یوسف قمر چشتی سیالوی

مدیر ضیائے قمر گوجرنوالہ

تعارف مؤلّف

حضرت خواجہ پیر سلطان محمد ایوب شکوری دامت برکاتہم العالیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡن

اللہ کی زمین پر انسانوں کے متلاطم سمندر میں خواہشات و کروہات ہیں۔ جن میں پھنسی ہوئی کشتیوں کو کنارے لگانے کے لئے اہل ہمت کا ایک طائفہ مشیت ایزدی کے اشارے کا منتظر رہتا ہے۔ اس باب و علل کے اس جہاں بو قلموں میں اولیاء کرام اس کے حواس خمسہ ہیں۔ جن کے ذریعے وہ دیکھتا، سنتا، پکڑتا، سونگھتا اور بولتا ہے۔ اسؑ کے یہ چاہنے والے اپنی چاہتوں کو مٹا کر اسے چاہتے ہیں اور ان کو بطور انعام دھرتی پر حسن کا نمائندہ مقرر دیتا ہے۔ یہی وہ بوریانشینان بے نوا ہیں جنکے در پر شہنشاہ بھی گداگر بن کر آتے ہیں۔ خواص و عوام گلہائے مراد سے جھولیاں بھرتے ہیں۔ یہ گل توحید کی مہک ہے جو چمنستان دہر کی ہر روش کو مہکا دیتے ہیں۔ کتنی بار ان کے براق دامنوں پر دنیا پرستوں نے اپنے گناہوں کی سیاہی لگانے کی کوشش کی مگر بلند و بالا ہستیوں کے تقدس کو مکدر نہ کر سکے وہ یہ بلند مرتبہ کیوں نہ پائیں کہ آخر دو ستی کس ذات سے لگائی ہے۔ خالق ارض و سماء نے اپنے ان بندوں کے ناز اٹھائے اور انہیں اپنے راز کا محرم بنایا۔ کثرتوں کے جھمیلوں میں بھی انہیں

اپنی وحدت کا پھول سنگھایا انکے دلوں کو اپنے خرام حسن کی گزر گاہ بنایا۔ ایسے صاحب دل اور باکمال انسانوں میں سے ایک عظیم ہستی میرے پیر و مرشد حضرت خواجہ سلطان محمد ایوب شکوری قادری مدظلہ العالی کی ہے۔ آپ ایک ولی کامل صوفی باصفا، عارف حق آشنا، داعی رب العلا، عاشق جلوہ نماء ہیں۔

بندہ ناچیز اکثر آستانہ عالیہ کوٹ رادھا کشن میں دست بوسی کے لئے حاضری دیتا ہے۔ ایک دن خیال گزرا کہ حضور قبلہ عالم سے آپ کی ولادت باسعادت اور بیعت کے متعلق آپ کی زبان مبارک سے کچھ سنا جائے۔ جب میں نے اس بارے میں عرض کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ میں گھر میں بیٹھا شجرہ شریف پڑھ رہا تھا قریب ہی والد محترم تشریف فرما تھے۔ والد محترم نے فرمایا بیٹا کیا پڑھ رہے ہو۔ تو میں نے عرض کیا کہ ابا جان شجرہ شریف پڑھ رہا ہوں تو آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا شجرہ شریف میں ان بزرگوں کا پتہ لکھا ہے۔ تو میں نے جواباً عرض کیا ہاں ہے۔ تو آپ مسکرائے اور فرمایا میں نے آپ کے بزرگوں کے بڑے کمالات دیکھے ہیں۔

میں ملٹری پولیس میں تھا اور وائسرائے ہند جو کہ انگریز تھا اس کے ساتھ میری ڈیوٹی تھی۔ میں اکثر پٹنہ شہر میں آپ کے سلسلہ عالیہ کے بزرگوں کے سالانہ عرس پر حاضری دیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ وائسرائے ہند کے ساتھ ہم عرس پر گئے محفل سماع شروع تھی ایک آدمی وجدانی کیفیت میں اچھل کر ساتھ ہی واقع کنویں میں گر گیا۔ تو میں نے ان بزرگوں سے عرض

کیا حضور آپ کا مرید کنویں میں گر پڑا ہے۔ تو آپ نے فرمایا قوالوں سے کہو کہ کلام جاری رکھیں ۔ کلام جاری رہا اور چند ہی منٹوں میں وہ مرید کنویں سے اچھل کر بزرگوں کے قدموں میں آگیا۔ وائسرائے کے لئے یہ ایک انتہائی حیران کن لمحہ تھا مگر شمع رسالت کے پروانوں کیلئے یہ کوئی انوکھی بات نہیں۔ کیونکہ بزرگوں سے اکثر ایسا دیکھنے میں آتا رہتا ہے۔

والد محترم نے فرمایا کہ بھاگل پور قاضی ملا چک صوبہ بہار میں سید امداد علی شاہؒ کے سجادہ نشین کے پاس میں اکثر حاضری دیا کرتا تھا آپ ایسے جلیل القدر بزرگ تھے کہ ان جیسا کوئی میری نظر سے نہیں گزرا۔ ایک روز میں انکی بارگاہ اقدس میں حاضر تھا تو میں نے عرض کیا سرکار کافی عرصہ گزر چکا ہے مگر اولاد نہیں ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں اللہ کرم فرمائے گا میں نے عرض کیا حضور اب تو بال بھی سفید ہو چکے ہیں کب کرم نوازی ہوگی جب میں نے بار بار اصرار کیا تو آپ نے انتہائی مہربانی سے فرمایا جاؤ اللہ تعالیٰ اپنی خاص رحمت سے پانچ بچے عنایت فرمائے گا جن میں تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہونگیں اور ان کو کوئی مرد حق مل جائے گا۔

حضور قبلہ عالم فرماتے ہیں ان بزرگوں کے فرمان کے مطابق ہم تین بھائی اور دو بہنیں پیدا ہوئے۔

حضور قبلہ عالم کی ولادت باسعادت 1935 میں ملا چک ضلع بھاگل پور صوبہ بہار میں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے والد محترم میاں محمد

یٰسین قادریہ سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

انتہائی نیک سیرت عبادت گزار اور اکثر شب بیداری فرمانے والے تھے انکی یہ حالت تھی کہ لوگوں کو چیزیں عنایت فرماتے رہتے۔اپنے حق کا کبھی تقاضانہ فرماتے بلکہ اگر کسی نے آپکو حق دیا تو آپ نے اپنا حق بھی نہ لیا۔

حضور قبلہ عالم نے ارشاد فرمایا کہ والدہ محترمہ انتہائی رحمدل، پارسا عبادت گزار بچوں سے بہت پیار اور شفقت کابر تاؤ کرتی ہیں آپ سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ سے تعلق رکھتی ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ جب والد محترم کے وصال کاوقت قریب ہوا تو ہم نے عرض کیا اباجان ہماری خطائیں معاف فرمادیں تو انہوں نے فرمایا جو لوگ یہاں رحم کریں گے اور یہاں معاف کریں گے ان پر وہاں رحم کیا جائے گا۔پھر فرمایا میں نے آپ کو معاف کیا۔اور ان تمام لوگوں کو بھی معاف کیا جنہوں نے مجھے تنگ کیا۔اس کے بعد آپکی زبان مبارک پر کلمہ توحید جاری ہو گیا اور آپکی روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ

آپ نے یکم جنوری 1975 کو وصال فرمایا سیدی و مرشدی خواجہ محمد ایوب شکوری قادری نے اپنی بیعت کے متعلق ان الفاظ میں وضاحت فرمائی کہ 14 اگست 1947 کو پاکستان معرض وجود میں آیا تو ہم یہاں آگئے 1956 میں پاکستان آرمی آرمڈ کور گیارہ نمبر رسالہ میں سوار رینک کی حیثیت

سے بھرتی ہوا۔ 1959 میں بڑے بھائی واجد علی نے تمام گھر والوں کو سیدنا غلام محمد شاہ صاحب جلوہ نماء اولیاءؒ کے دست حق پرست پر بیعت کروادیا۔

سیدنا غلام محمد شاہ جلوہ نما اولیاء کا آستانہ عالیہ سیٹلائیٹ ٹاؤن راولپنڈی میں ہے ایک دفعہ حضرت مستان شاہ صاحب اور جلوہ نماء سرکار پتوکی میں تشریف فرما تھے میرے بھائی واجد علی مجھے آپ کے پاس لے گئے اور عرض کی حضور یہ میرے بھائی ہیں انہیں غلامی میں داخل فرمالیں۔ تو جلوہ نماء اولیاء سرکار نے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھ کر فرمایا بیٹھ جاؤ اور آپ نے میرے ہاتھ اپنے دست اقدس میں لے کر فرمایا مضبوطی سے پکڑ لو۔ جب میں نے مضبوطی سے آپ کا دست اقدس پکڑ لیا تو آپ نے دوبارہ ارشاد فرمایا کہ اور مضبوطی سے پکڑو۔ جب میں نے پورے زور سے آپکا دست اقدس پکڑ لیا تو میں نے محسوس کیا کہ کوئی چیز میرے ہاتھوں میں سرایت کر رہی ہے۔ اسکے بعد مجھے ہوش نہیں رہا۔ جب ہوش آیا تو آپ کا دست شفقت میرے کندھوں پر تھا اور میں رو رہا تھا۔ دیکھنے والوں نے بتایا کہ جب حضور آپ کو بیعت فرما رہے تھے تو آپ اچھل اچھل کر زمین پر گر رہے تھے۔

برگزیدہ ہستیوں نے آپکی کاملیت کی تائید کی

حضرت قبلہ عالم نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے جسے میں مخلوق میں چن لیتا ہوں اس

سے پہلے اس کے پیچھے حاسدوں کی جماعت لگا دیتا ہوں۔ سردار عمر حیات جو کہ میرے پیرو مرشد جلوہ نما سرکارؒ کے غلام تھے انہوں نے مجھے بتایا کہ سلسلہ عالیہ میں چند معتبر ہستیاں آپ کی زور شور سے مخالفت کر رہی ہیں۔

میں نے کہا اللہ انہیں ہدایت دے۔ اس کے بعد وہ اپنے گھر چلا گیا اس کے بعد دوسرے موقعہ پر بتایا کہ مخالفین نے آپ کے خلاف مزید باتیں بنائیں اور میں سن کر بے چین ہو گیا عشاء کی نماز پڑھی اور سو گیا۔ خواب میں دیکھا میں ٹریکٹر لے کر اپنے کھیتوں میں جا رہا ہوں۔ اچانک ایک درخت پر بجلی گری اور درخت بیچ میں سے پھٹ کر گر گیا۔ مجھے خوف طاری ہوا اور دائیں بائیں دیکھنے لگا ایک خوبصورت مسجد نظر آئی اور میں وہاں سے مسجد کی طرف بھاگا ۔ جب دروازے میں داخل ہوا تو سامنے دیکھتا ہوں کہ آپ اور پیرو مرشد کھڑے ہیں اور تمام مخالفین آپ کے سامنے قطار میں کھڑے ہیں۔

مسجد کی محراب میں میری نظر پڑی تو اتنی چمک پڑی کہ میری آنکھیں بند ہو گئیں۔ دوبارہ دیکھا تو ایک ہاتھ اس چمک پر پڑا ایکا یک ایک بزرگ آپ کے سامنے کھڑے نظر آئے۔ ان کے ہاتھ میں وہی تلوار تھی اور فرما رہے تھے کہ اس تلوار سے میں نے خیبر کا قلعہ فتح کیا تھا۔ اور آپ نے

فرمایا میں علیؑ ہوں اور جب میں نے مخالفین کی طرف دیکھا تو سب کی گردنیں کٹی پڑی تھیں آپ اور پیر و مرشد دونوں کھڑے تھے، آپ کی طرف اس تلوار کے اشارے سے فرما رہے تھے کہ یہ حق ہے ایوب یہ حق ہے یہ حق ہے، اس کے بعد میں بیدار ہو گیا۔ پھر میں ان مخالفین کے پاس گیا اور انہیں یہ خواب سنایا انہوں نے مجھے بہت ڈانٹا۔ اور فرمایا کہ مالک اگر کوئی چیز دکھادے تو بتایا نہیں کرتے ورنہ نقصان ہو جاتا ہے اور میں ڈر گیا اور پھر میں راولپنڈی پیر و مرشد کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا لیکن مجھے کسی نے داخل نہیں ہونے دیا اور کہنے لگے تم صوفی محمد ایوب شکوری کے پاس سے آئے ہو۔ میں نے جواب دیا ہاں۔ اور میں قبلہ عالم کی قدم بوسی کیلئے حاضر ہوا ہوں اور مجھے آپ کے پاس نہیں جانے دیا اور کہنے لگے کہ قبلہ عالم کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ اور آپ کے خلاف باتیں بناتے رہے اور میری کوئی بات نہ سنی آخر کار میں بادل نا خواستہ واپس چلا آیا، عشاء کی نماز پڑھ کر اسی بے چینی میں مجھے نیند آگئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ میرے سامنے تشریف فرما ہیں اور مجھ سے دریافت فرما رہے ہیں کہ اے عمر حیات کیا تو مجھے جانتا ہے اور تو اتنا پریشان کیوں ہے۔ میں نے عرض کی کہ حضور میں آپ کو نہیں جانتا۔ تو آپ نے فرمایا میں بو علی قلندر ہوں اور تم ایسا کرو صوفی محمد ایوب شکوری

کے پاس جاؤ اور انہیں کہہ دو کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہم تمھارے ساتھ ہیں یہ مخالفین تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ آپ نے تین مرتبہ یہی الفاظ دہرائے اور میں نیند سے بیدار ہو گیا۔

کچھ دن بعد بڑی گیارہویں شریف کے موقع پر حاضر ہوا پھر بھی یہی چرچے سنے اور مسجد میں بھی ایک مولانا نے آپ کے خلاف تقریر کی۔ غرض کہ ہر جگہ آپ کے خلاف ہی باتیں ہو رہی تھیں اور پھر وہاں ایک شور بپا ہوا کہ ایک صاحب کی قطبیت کا اعلان ہوا ہے جو کہ وہ بھی میرے مخالفوں میں شامل تھے اس کے بعد عرس ختم ہو گئے اور سب بھائیوں کو اجازت ہو گئی سب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ بعد از نماز عشاء دو نفل کفارے کے ادا کر کے سو گیا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بہت ہی عالیشان محل ہے محل میں دیکھا کہ ایک تخت پر میرے پیر و مرشد جلوہ نما سرکار جلوہ افروز ہیں۔ دیکھا کہ صوفی محمد ایوب صاحب بھی وہاں بیٹھے ہیں میں بھی محل میں چلا گیا اور قدم بوسی کی۔ آپ نے فرمایا کہ اے عمر حیات یہ محل میرے بیٹے ایوب شکوری کا ہے سامنے دیکھا تو ایک بزرگ فرما رہے ہیں کہ اے عمر حیات تم مجھے جانتے ہو۔ میں نے عرض کی حضور میں آپ کو نہیں جانتا۔ تو آپ نے فرمایا میں پیر مہر علی شاہ گولڑوی ہوں۔ صوفی محمد ایوب شکوری کی طرف

تین مرتبہ اشارہ کر کے فرمایا تم ان سے میٹھا میٹھا پیار کرو کیونکہ تم کو ان سے فیض ہے پھر میرے پیرو مرشد نے فرمایا عمر حیات وہ رجسٹر اٹھالاؤ تو میں نے دیکھا بہت بڑا رجسٹر تھا جس پر لکھا ہوا تھا سلسلہ عالیہ قادریہ اور اس میں سب سے اوپر صوفی محمد ایوب شکوری لکھا ہوا تھا۔ اور ساتھ ہی قطب قیوم زماںؒ لکھا ہوا تھا اور اس پر میرے پیرو مرشد نے دستخط فرمائے اور اس کے بعد وہاں مٹھائی تقسیم ہوئی جب ہم مٹھائی لے چکے تو ایک شخص آیا جسے میں نہیں جانتا تھا ایک پلیٹ میں ایک رقعہ رکھا ہوا تھا جس پر 1300 روپے کا بل بنا ہوا تھا۔ آپ نے جیب سے 1300 روپے نکالے اور اسے دے دیئے میں نے سوچا کہ آدمی صرف تین ہیں اور مٹھائی کا بل 1300 روپے کا تھا یہ کہاں تقسیم ہوئی، جب میں نے یہ خیال کیا تو میرے پیرو مرشد نے فرمایا کہ مخلوق بہت ہے جسے تم نہیں دیکھ سکتے۔ اس کے بعد میں نیند سے بیدار ہو گیا۔

تُندیِ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیئے

(ادنیٰ غلام عمر حیات بی اے۔ اٹھاڑ)

حضور قبلہ عالم کو اپنے پیرو مرشد کے ساتھ والہانہ عقیدت اور بے پناہ عشق ہے جسکا اظہار اکثر و بیشتر ہوتا رہتا ہے۔ جب بھی آپ اپنے پیرو

مرشد کاذکر فرمانے لگتے ہیں تو آپ پر رقت طاری ہو جاتی ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ میری زبان اس لائق نہیں کہ میں اپنے پیرو مرشد کی کماحقہٗ تعریف بیان کر سکوں کیونکہ آپکی ذات اقدس جامع صفات اور سراپا کرامات تھی۔ آپکا شمار کاملین اولیاء میں ہوتا ہے۔ امراءٔ وزراءٔ غرباء سب کے ساتھ یکساں سلوک فرماتے۔ آپکو شہرت پسند نہ تھی کیونکہ درویشی گوشہ نشینی ہے۔

بلند ہے ولیوں میں یا جلوہ نماء بارگاہ تیری
رہیں گے چومتے چوکھٹ شاہ وگدا و ایوّب تیری

حضور قبلہ عالم بسااوقات اپنے پیرومرشد کے چشمہ علم وعرفان سے سیراب ہونے اور فیوض وبرکات اپنے دامن میں سمیٹنے کے متعلق ذکر فرماتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اسرار حقیقت اور رموز شریعت کے اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہیں اور اپنے پیرومرشد کی اجازت سے انکے مشن یعنی سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ ابو العلائیہ جہانگیریہ شکوریہ جلوہ نمائیہ کی تبلیغ و ترویج کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

آپکا شجرہ طریقت اکتالیس واسطوں سے رحمتہ اللعلمین، سید المرسلین، خاتم النبین، مالک کون ومکاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک پہنچتا ہے کثیر تعداد آپکے دست حق پرست پر بیعت ہو چکی ہے اور منازل سلوک طے کرنے پر گامزن ہے آپکی اکثر وبیشتر یہی تعلیم ہوتی ہے کہ مادہ پرستی،

دولت دنیا کی حرص، دنیوی خوشحالی پر فخر اور نمود و نمائش انسان کے لئے گمراہی اور تباہی کا سبب ہے اپنا دھیان اللہ کی طرف رکھو اور اسی پر بھروسہ کرو۔ آستانہ عالیہ پر آنے والے توحید حق کی مئے سے سیراب ہو کر جاتے ہیں آستانہ عالیہ پر ہر جمعرات اور اتوار کو محفل ذکر اور بزرگوں کے سالانہ عرس منعقد کئے جاتے ہیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہی دعا کرتا ہوں کہ الٰہی میرے پیرو مرشد کے آستانہ عالیہ قادریہ، چشتیہ، ابوالعلائیہ، جہانگیریہ، شکوریہ، جلوہ نمائیہ کو دن دُگنی رات چوگنی ترقی عطا فرما اور قیامت تک راہ حق کے مسافر قرب خداوندی سے فیض یاب ہوتے رہیں۔ آمین

بن مانگے دیا اور اتنا دیا
دامن میں ہمارے سمایا نہیں

ادنیٰ غلام
محمود احمد ایوبی قادری (ایم اے اسلامیات)

تحدیث نعمت

وَ اَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ ۝ (الضحیٰ)

اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ (کنزالایمان)

وَالتَّحَدُّثُ بِنِعَمِ اللّٰهِ وَالۡاِعۡتَرَافُ بِهَا شُكۡرٌ (قرطبی)

اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر جو فضل و کرم فرمائے اُس کا ذکر اور اس کا اظہار بھی شکر ہے۔

سرورِ کون و مکاں، فخرِ زمین و زماں ﷺ ان انعامات کا ذکر و اظہار اکثر فرمایا کرتے جن سے آپ کے رب کریم نے آپ ﷺ کو بڑی فیاضی سے نوازا ہے۔

حدیث شریف

حضرت ابو سعیدؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار میں ہوں گا۔ یہ بات میں فخریہ نہیں کہہ رہا بلکہ حقیقت کا اظہار ہے۔ اس روز حمد کا پرچم میرے دستِ مبارک میں ہوگا۔ یہ بات میں فخریہ نہیں کہہ رہا بلکہ حقیقت کا اظہار ہے۔ اس دن تمام نبی، آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ جتنے ہیں سب کو میرے پرچم کے نیچے پناہ ملے گی اور قیامت کے دن سب سے پہلے زمین سے میں باہر آؤں گا۔ یہ

بات فخریہ نہیں کہہ رہا بلکہ اظہار حقیقت ہے۔

مولانا ثناء اللہ پانی پتیؒ اس مقام پر لکھتے ہیں۔

حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کے ارشادات اسی قبیل سے تعلق رکھتے ہیں۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔

قَدَمِیْ هٰذَا عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیِّ اللّٰه — میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔

اسی طرح حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مدارجِ قرب کا جو ذکر کیا ہے اور اپنے آپ کو مجدّد اور قیوم کہا ہے وہ بھی اسی زمرہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

تحدیث نعمت کے طور پر ہم اپنے کامل و اکمل پیرو مرشد رہبر شریعت، ہادیٔ طریقت، واقفِ اسرار و رموزِ حقیقت و معرفت قطب قیوم زماں اولیاء سلطان محمد ایوب شکوری مدظلہ العالی کے چند واقعات کا تذکرہ کریں گے تاکہ استفادہ عام ہو سکے اور عقیدت مندوں کے لیے تسکین قلب و روح کا باعث ہو۔ (ویسے تو ہزاروں واقعات رونما ہو چکے ہیں مگر ان سب کا بیان کرنا اس کتاب میں ممکن نہیں ہے اس کیلئے تو علیحدہ ایک کتاب بن سکتی ہے۔)

آپکی سب سے بڑی اور حقیقی کرامت تو یہ ہے کہ ہزاروں بھٹکے ہوئے انسانوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کر دیا اور انکے قلوب کو نورِ عرفان

سے منور کر دیا ہے آپکے مریدین میں سے بے شمار مرد وزن اہل دل صاحب نظر ہیں۔ آپکی شان بیان کرنا میرے جیسے حقیر آدمی کے بس کی بات نہیں ہے۔

اب کرامات حسیّ کے چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

تجلّی برداشت نہ ہو سکی

قبلہ عالم کی بارگاہ میں ایک شخص محمد اشرف شاہ شرف بیعت کی غرض سے حاضر ہوا۔ اور عرض کی آپ مجھے سلسلہ عالیہ میں داخل فرمالیں تو آپ نے فرمایا کس طلب سے حاضر ہوئے ہو۔ تو عرض کرنے لگا حصول الی اللہ کے لئے بیعت کا خواہش مند ہوں۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ راستے بہت کٹھن ہیں اچھی طرح سوچ لو۔ ہر آنے والے مصائب پر صبر کرنا پڑتا ہے۔ اور کبھی کبھی فاقوں تک کی نوبت آجاتی ہے اگر کھانے کو مل جائے تو بانٹ کر کھاؤ ورنہ مالک تعالیٰ کے شکر گزار رہو۔ اور اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھو اللہ تعالیٰ کی دین پر رضا بر ضا رہنا پڑتا ہے کیا تمہیں یہ منظور ہے اس نے کہا جی ہاں۔

تو اس پر آپ نے اسے سلسلہ عالیہ میں بیعت فرمالیا۔ دوسرے روز آکر اس نے کہا مجھے سورۃ اخلاص کے چلہ کی اجازت عطا فرمائی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں پہلے بتایا تھا کہ یہاں پر وصول الی اللہ کی تربیت

کی جاتی ہے نہ کہ صفاتی ناموں میں سے ایک نام کی چلہ کشی کر کے کسی کو عامل بنایا جاتا ہے یہ ہماری تعلیم نہیں ہے کسی عامل کے پاس چلے جاؤ عمل کر کے عامل بن جاؤ گے۔ یہاں پر سالک بنایا جاتا ہے یہ سلوک کی منزلیں طے کر کے کامل بنتے ہیں اور کمال حاصل کر جاتے ہیں۔

وہ بضد رہا کہ مجھے سورۃ اخلاص کی اجازت فرمائیں تو آپ نے بار بار فرمایا کہ تم یہ نہیں کر سکتے کیونکہ یہ پوری رات میں بہتر ہزار مرتبہ پڑھی جائے گی لیکن اس نے کہا میں پڑھ لوں گا جب وہ نہ مانا تو پھر اسے تین تسبیح کی اجازت عطا فرمادی جب وہ پڑھ رہا تھا تو دوران پڑھائی اس پر اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی وارد ہوئی وہ برداشت نہ کر سکا اور بھاگ کر آستانہ عالیہ پر حاضر ہو گیا تو آپ نے پوچھا کہ بتاؤ وہ چلہ کشی صحیح تھی یہ صحیح ہے تو وہ رونے لگا اور عرصہ تین سال تک یہی کیفیت رہی۔

پنجتن پاک نے فرمایا تم سید کے بیعت ہو

محمد اشرف شاہ صاحب جب سرکار کے بیعت ہوئے تو کافی عرصہ تک ان پر وجدانی کیفیت طاری رہی۔ لوگوں نے انہیں پاگل اور دیوانہ کہنا شروع کر دیا کیونکہ ان کے سامنے حال تھا اور لوگوں کے سامنے قال۔ حال اور قال میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے شاہ صاحب کہتے ہیں کہ لوگوں نے یہ بھی کہنا شروع کر دیا کہ یہ تو سید تھا اور امتی کا بیعت ہو گیا لوگوں کی باتیں سن کر

پریشان رہنے لگا شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ اسی دوران ایک دن جب کہ میں عشاء کی نماز پڑھ رہا تھا تو میں نے روحانیت میں دیکھا کہ مصلیٰ پر پنجتن پاک اور میرے دادا مرشد حضرت سیدنا غلام محمد شاہ جلوہ نما اولیاء سرکار بھی ساتھ تشریف فرما ہیں میں باادب ہو کر بیٹھ گیا تو نبی کریم ﷺ نے مجھ ناچیز غلام سے ارشاد فرمایا کہ تم پریشان کیوں ہو تم تو سید کے دست مبارک پر بیعت ہو پھر حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کریم نے بھی ایسا ہی فرمایا پھر یہی الفاظ حضرت بی بی فاطمۃ الزہرہ نے بھی دہرائے اور پھر حضرت امام حسن اور حضرت امام حسینؓ نے بھی یہی فرمایا۔ پھر آخر میں میرے دادا مرشد سیدنا غلام محمد شاہ صاحب جلوہ نماء اولیاء سرکار نے بھی یہی الفاظ دہرائے کہ پریشان کیوں ہوتے ہو تم سید کے دست مبارک پر بیعت ہو۔ صبح ہوئی تو ان برگزیدہ ہستیوں کے باعث مجھ پر ایک وجدانی کیفیت طاری تھی اور اس کیفیت کے دوران میں نے یہ کلام لکھا

خواجہ وسے ایہہ آستانہ جد علیؓ سیّدا
تیری جد وچ ہوندے رہن ولی سیّدا
فرمان دادا پیر نال فرمان رسولؐ اے
علی حسن حسین نالے زہرہ بتول اے
میرے لئی مدینہ تیری گلی سیّدا
خواجہ وسے ایہہ آستانہ جد علی سیّدا

شالاوسے کعبہ نالے عرش معلیٰ دی
میرے لئی کافی تیری ذات دی تجلی اے
تھلے تساں توں میں ویکھے بھلیو بھلی سیّدا
خواجہ وسے ایہہ آستانہ جد علیؑ سیّدا
جدوں آقا کجھ نئیں سی او دوں تیری ذات سی
اللہ سی موجود ہور کوئی نام نہ صفات سی
تیرے حسن دی خیرات مینوں ملی سیّدا
تیری جد وچ ہوندے رہن ولی سیّدا

ایک بیٹے کے ساتھ دوسرے کی بشارت

حضرت قبلہ عالم کا ایک مرید محمد سلیم ایوبی جو کہ کوٹ لکھپت لاہور کا رہنے والا ہے۔ اسکے ہاں جب پہلا لڑکا پیدا ہوا تو لڑکے کا نام رکھنے کیلئے حضور قبلہ عالم سے عرض کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا اسکا نام ظہور الحسن رکھ دو اور اسکے بعد جو آنے والا ہے۔ اسکا نام محمود الحسن رکھ دینا۔ دو سال بعد انکے ہاں دوسرا لڑکا پیدا ہوا اور اسکا نام آپکے فرمان کے مطابق محمود الحسن رکھ دیا گیا۔

حدیث قدسی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ میں اپنے بندے کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔ ایک کامل ولی اللہ کی نظر لوحِ

محفوظ پر ہوتی ہے اور لوحِ محفوظ پر ہر چیز کا اندراج ہے۔ اسلیئے ازل تا ابد تک تمام معاملات انکی نظر میں ہوتے ہیں۔

عالم برزخ میں بیعت کرنا

حضرت قبلہ عالم کا ایک مرید منیر احمد ایوبی جو کہ گرین ٹاؤن لاہور میں مقیم ہے۔ اس نے بیان کیا کہ میں نے فخر العارفین شاہ عبدالحیٔ قدس سرہ کی سیرت پاک میں پڑھا کہ مرشد کامل ہو تو مُردوں کو بھی بیعت کر سکتا ہے۔ میرے والدین جو کہ وفات پا چکے تھے مجھے اشتیاق پیدا ہوا کہ کیوں نہ میں اپنے والدین کو بھی اپنے پیرو مرشد سے بیعت کروادوں ایک روز میں اسی نیت سے شرینی لے کر آستانہ عالیہ پر حاضر ہو گیا اور اپنے پیرو مرشد سے عرض پیش کی کہ حضور! میرے والدین کو بیعت فرمالیں آپ نے فرمایا تمہارے والدین کہاں ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور! وہ وفات پا چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہیں کس نے کہا ہے کہ مُردوں کو بھی بیعت کیا جاتا ہے؟ میں نے عرض کیا حضور! میں نے فخر العارفین شاہ عبدالحیٔ قدس سرہ کی سیرت پاک میں پڑھا ہے کہ مرشد کامل ہو تو مُردوں کو بھی بیعت کر سکتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کہاں فخر العارفین اور کہاں میں۔ تو میں نے سرکار کے قدموں پر سر رکھ دیا اور عرض کیا میرے پیرو مرشد سے بڑھ کر کون کامل ہے۔ آپ نے حاضرین مجلس سے مخاطب ہو کر فرمایا بھئی یہ کیا

کہہ رہا ہے۔ آپ کے ایک مرید نے عرض کیا حضور کرم فرمائیں۔ آپ نے ختم شریف پڑھا اور پیش کر دیا۔ بعد از دعا آپ نے مجھے مبارکباد دی اور فرمایا کہ تمہارے والدین کو بیعت فرمالیا ہے اور اپنے ایک مرید کو فرمایا کہ جو کچھ تم نے دیکھا ہے اسے بتادو۔ آپ کا وہ مرید اہل دل صاحب نظر تھا اس نے بتایا کہ آپ نے تمہارے والدین کی قبور میں جا کر انہیں بیعت فرمایا ہے اور ذکر بھی عطا فرمایا ہے۔

میرے بڑے بھائی جو اس واقعہ سے بے خبر تھے انھوں نے ایک روز خواب دیکھا کہ ہمارے والدین آستانہ عالیہ میں محفل میں موجود ہیں اور محفل کا کام کر رہے ہیں۔ میرے بھائی نے یہ خواب پیر و مرشد سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے بھائی نے انہیں بیعت کروادیا ہے۔ اس لیے وہ محفل میں آتے ہیں۔ میں نے خود بھی اپنی والدہ کو محافل میں دیکھا ہے۔

کٹی دودھ دینے لگی

حضرت قبلہ عالم کا ایک مرید محمد رفیق ایوبی جو کہ پرانا کاہنہ ضلع لاہور میں مقیم ہے۔ اس نے بیان کیا کہ میں پیکو فیکٹری میں ملازمت کرتا تھا۔ جب میری ریٹائرمنٹ قریب آگئی تو میں بہت پریشان ہوا کہ ملازمت سے فارغ ہو جانے کے بعد کیا کروں گا۔ اسی پریشانی کے عالم میں ایک روز میں آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا۔ میرے پیر و مرشد نے مجھے دیکھ کر فرمایا پریشان

کیوں ہوتے ہو "تمھاری کٹیاں بھی دودھ دیں گی" میں جب واپس گھر آیا تو ہماری ایک کٹی جو کہ دو سال کی تھی اور گابھن بھی نہیں ہوئی تھی اسکے تھنوں میں دودھ اتر آیا۔ جو کہ تقریباً ۵ کلوگرام روزانہ کے حساب سے ہم دوھتے رہے ہیں۔ اب وہ کٹی بڑی بھینس بن چکی ہے۔

باطنی طور پر اصلاح

حضرت قبلہ عالم کا ایک مرید حافظ غلام مرتضےٰ خطیب جامعہ مسجد محمدیہ آصف کالونی شالیمار ٹاؤن لاہور کا رہائشی ہے۔ اس نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ میں مغل پورہ کی جامعہ مسجد پراں والی میں بطورِ خطیب مقرر تھا۔ وہاں ایک صاحب قال صوفی اللہ دتہ نقشبندی آیا کرتے تھے اور اپنے پیر کی بہت تعریفیں کیا کرتے تھے ایک دن حسب معمول گفتگو ہو رہی تھی کہ میرے ایک پیر بھائی بھی موجود تھے انہوں نے صوفی اللہ دتہ نقشبندی سے کہا کہ صاحبِ قال اور صاحبِ حال بزرگوں کے مراتب میں بڑا فرق ہوتا ہے جہاں پر قال حضرات کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے حال حضرات کی ابتداء شروع ہوتی ہے۔ میں چونکہ ابھی تک سلسلہ عالیہ کے متعلق زیادہ معلومات نہیں رکھتا تھا اسلیے میں نے کہا کہ تمام بزرگ ایک جیسے ہوتے ہیں۔ دوسرے روز دوپہر کے وقت میں اپنے حجرہ میں لیٹا ہوا تھا اچانک میری نظر اوپر پڑی تو کیا دیکھا کہ ایک بہت بڑا اژدھا میرے سامنے کھڑا ہے اور اسکے اوپر مجھے اپنے پیرو

مرشد کا چہرہ نظر آرہا ہے۔ یہ دیکھتے ہی میں بہت زیادہ خوفزدہ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا بلالو جسے بلانا چاہتے ہو میں نے گلی میں سے گزرنے والوں کو آوازیں دیں مگر کوئی بھی میری آواز نہ سن سکا۔ میں اپنی غلطی پر نادم ہوا اور سرکار سے معافی کا خواستگار ہوا۔

آپ نے فرمایا! آئندہ بزرگوں کے حفظِ مراتب کا لحاظ رکھنا۔ اور قال اور حال کو برابر نہ سمجھنا۔

ہاتفِ غیبی نے سرکار کی کاملیت کی تائید کی

حضرت قبلہ عالم کا ایک مرید محمد منیر ایوبی جو کہ قربان لائن لاہور کینٹ میں مقیم ہے۔ اس نے بیان کیا کہ میرا بڑا بھائی ایک عامل بے شرع ملنگ کا بیعت تھا۔ میرا بھی اس کے پاس آنا جانا تھا۔ میرا ایک دوست حضرت قبلہ کا مرید ہوا تو اس نے مجھے بھی کہا کہ تم بھی ہمارے پیرو مرشد سے بیعت ہو جاؤ۔ میں نے کہا کہ میں تو کوئی کرامت دیکھ کر بیعت ہونگا۔ میرے دوست نے کہا کہ بزرگوں کو کشف و کرامات سے نہیں آزمانا چاہیے۔ وصول الی اللہ کی خاطر بیعت ہو جاؤ لیکن میں بضد رہا۔ اسی رات میں سویا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی سفید رنگ کی عالیشان مسجد کسی بڑی چیز پر رکھی ہوئی میرے سامنے سے گزر رہی ہے اسکے اندر سے آواز آئی کہ وہ شخص تمہیں حق بات کہہ رہا ہے تم وہاں جا کر بیعت ہو جاؤ۔ اسکے بعد صبح ہوتے ہی

میں آستانہ عالیہ پر حاضر ہو کر مشرفِ بیعت ہوا۔

سرکار ہی ہماری جنت ہیں

اقبال حسین شاہ ایوبی جو کہ الفیصل ٹاؤن لاہور کینٹ میں مقیم ہیں انکی اہلیہ محترمہ جو کہ حضرت قبلہ عالم کی مرید ہے۔بیان کرتی ہیں کہ مجھے جنت دیکھنے کا شوق تھا ایک روز میں چارپائی پر آنکھیں بند کر کے بیٹھی ہوئی تھی حضرت قبلہ باطنی طور پر تشریف لائے اور فرمایا بیٹی میرے ساتھ آؤ۔ سرکار پرواز کر رہے تھے اور میں بھی ساتھ تھی۔ تھوڑی دیر میں ہم بغداد شریف میں جناب غوث الاعظمؒ کے مزار شریف پر پہنچ گئے۔ جناب غوث الاعظمؒ نے حضرت قبلہ سے گفتگو فرمائی جو کہ میری سمجھ سے بالاتر تھی۔ بعد میں حضرت غوث الاعظمؒ نے میرے سر پر دستِ شفقت پھیرا اور حضرت قبلہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ "یہ ہی تمہاری جنت ہیں"۔

محمد طاہر ایوبی موضع پھلروان ضلع لاہور نے بیان کیا۔

ہم اپنی زمین میں گندم بوتے تو جو اگ آیا کرتے تھے اور اگر چاول بوتے تو گھاس اگتی تھی کافی عرصہ اسی طرح فصل خراب ہوتی رہی۔ ہم اس

بارے میں بے شمار لوگوں کے پاس گئے کسی نے پانی پر دم کر کے دے دیا۔ زمین پر پانی چھڑکو، کسی نے تعویز دے دیا۔ کہ اسے اپنی زمین کے کونوں میں دبا دیں۔ کسی نے کوئی عمل اور کسی نے کوئی عمل بتایا۔ مگر کسی بھی طرح کامیابی حاصل نہ ہوئی ہم اگر ایک ایکٹر زمین میں من یا ڈیڑھ من بیج ڈالتے تو جب فصل اگتی تو ایک ایکٹر سے صرف ۹ یا ۱۰ کلو گرام گندم کی پیداوار ہوتی۔ اسی طرح ہم نے اپنا ٹیوب ویل لگانا چاہا تو جب بھی بور کرواتے تو کوئی نہ کوئی نقص پڑ جاتا۔ ہم نے چار پانچ مرتبہ بور کروایا مگر ہر بار ایسا نقص پڑ جاتا کہ ٹیوب ویل نہ چلتا۔ ہمارا کھیتی باڑی کا نظام بری طرح متاثر ہو گیا۔ جس سے ہم نے پریشان ہو کر اس پیشہ کو ترک کر دینے کا ارادہ کیا۔ اسی پریشانی کے دوران ایک دن میری ملاقات سلسلہ عالیہ کے ارادت مند حافظ شوکت علی صاحب سے ہو گئی میں نے اپنی تمام روئیداد ان سے بیان کی۔ انھوں نے پیرو مرشد کی بہت تعریف بیان کی جس سے متاثر ہو کر میں انکے همراه آستانہ عالیہ پر بیعت ہونے کیلئے حاضر ہو گیا۔ شرفِ بیعت حاصل کرنے کے بعد ہمیں اجازت مل گئی۔ مرشدِ برحق حضرت خواجہ سلطان محمد ایوب شکوری روحی فداہ نے میری اندرونی پریشانی کو نورِ بصیرت سے ملاحظہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تم نے کوئی بات تو نہیں کرنی تھی۔ مگر میں خاموش رہا۔ آپ نے تین مرتبہ یہی ارشاد فرمایا آپ سرکار کے نہایت شفیقانہ انداز سے متاثر ہو کر میں نے اپنا تمام واقعہ عرض کر دیا۔ حضور سنتے ہی مسکرائے اور ارشاد

فرمایا کہ ہم تو آج تک یہی سنتے اور دیکھتے آئے ہیں کہ جو بوؤ گے وہی کاٹو گے مگر تم نے نئی بات ہی سنادی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے گاؤں میں ایک مجذوب رہتے تھے۔ وہ ایک دن تمہاری گلی سے اپنے نفس کو برا بھلا کہتے ہوئے گزر رہے تھے سامنے سے تمہارے والد آرہے تھے اس نے سمجھا کہ یہ مجذوب مجھے گالیاں دے رہا ہے۔ تمہارے والد نے غصہ میں آکر اس مجذوب کے منہ پر تھپڑ مار دیا۔ اب انکی زبان سے بددعا کا تیر نکل چکا ہے۔ جسکی وجہ سے تمہارا کھیتی باڑی کا سارا نظام خراب ہو چکا ہے۔ اس وقت وہ مجذوب دنیا سے وصال کر چکے ہیں اگر وہ ظاہری حیات میں ہوتے تو تم کو ان کے پاس بھیج دیا جاتا کہ ان سے معافی مانگ لو۔ اب چونکہ تم ہمارے مرید بن چکے ہو ہم روحانی طور پر ان سے رابطہ کر کے تم کو معافی دلا دیتے ہیں اور ہمیں اجازت مرحمت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جاؤ آج کے بعد تمہارے سب معاملات درست ہو جائیں گے۔ اس دن سے آج تک ہماری زمینیں بہت اچھی پیداوار دے رہی ہیں۔

نگاہِ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

غائبانہ امداد

عبدالقدیر ایونی الفیصل ٹاؤن لاہور کینٹ کا واقعہ ان کی زبانی بیان

کرتے ہیں کہ میں ایک دن سکول جانے کیلئے بس کی چھت پر سوار تھا۔ بس بہت تیز جا رہی تھی۔ سڑک پر سپیڈ بریکر بنا ہوا تھا جو کہ ڈرائیو کو نظر نہ آیا اور بس اسی رفتار سے سپیڈ بریکر سے گزرتے ہوئے اچھلی تو تمام مسافر ایک دوسرے پر گر گئے اور میں ایکدم بس کی چھت سے نیچے آ گرا اور بیہوش ہو گیا۔ لوگ دوڑ کر میرے طرف لپکے کہ لڑکا مر گیا ہے اور مجھے اٹھا کر ہسپتال میں انتہائی نگہداشت کی وارڈ میں داخل کروادیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میری زبان سے باآواز بلند شکر الحمد اللہ کے کلمات نکلے۔ میرے پاس کھڑے ڈاکٹر صاحبان اور نرسیں کہنے لگے کہ تمہارے سر میں بہت زیادہ چوٹ لگی ہے اور تم شکر الحمد للہ کہہ رہے ہو۔ تو پھر میں نے بتایا کہ جب میں بس کی چھت سے نیچے گرا تو میرے پیرومرشد جو کہ کوٹ رادھا کشن میں رونق افروز ہیں۔ مجھے بس کے پاس کھڑے نظر آئے اور مجھے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا اور فرمایا کہ بیٹا تم کو بچا لیا ہے۔ شکر الحمد للہ کہو۔ اس لیے میری زبان سے یہ کلمات نکل رہے ہیں. مجھے اسی وقت ہسپتال سے فارغ کر دیا گیا اور میں بالکل صحیح سلامت تھا۔

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْقَادِرِ ذِی الْقُوَّةِ الْمَتِيْن ٥ اَلَّذِیْ اَرْسَلَ الْاَنْبِيَآءَ بِالْهِدَايَتِ وَالثَّقْلَيْن ٥ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ خَيْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ٥ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ٥ وَعَلٰى عِبَادِاللّٰهِ الصّٰالِحِيْنَ ٥

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ٥

میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے

جب انسان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں سجدہ ریز ہوتا ہے اور صدق دل سے اپنی ذلت وعاجزی اور اسکی برتری کا اقرار کرتا ہوا کہتا ہے۔

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی "پاک ہے میرا رب بہت ہی اعلیٰ" تو اس وقت رحمت خداوندی جوش میں آتی ہے اللہ تبارک تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آج تم نے مجھے اعلیٰ مان لیا۔ جاؤ ہم نے آج تمہیں بھی اعلیٰ بنادیا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندہ پر عنایات وانعامات کے دروازے کھول دیتا ہے اور اسے مخلوق میں اعلیٰ مقام عطا فرمادیتا ہے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام اعلان فرماتے ہیں کہ فلاں شخص کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دوست بنالیا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے محبت

کرتا ہے۔

اے فرشتو! تم بھی اس سے محبت کرو۔ اس کے بعد زمین پر بھی لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دی جاتی ہے اور لوگ ان کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔

ان مقدس نفوس نے جہاں کہیں بھی قیام فرمایا۔ مخلوق خدا نے ان کا استقبال کیا اور ان کے راستوں میں پلکیں بچھائیں۔ روئے زمین پر جدھر ہماری نظریں اٹھتی ہیں۔ ایسے ہزاروں چراغ جو کہ صحیح معنوں میں خلیفۃ اللہ علی الارض ہیں ہمیں راہ حق کا پتہ دیتے ہیں۔ حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ، حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیریؒ، حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ، حضرت شاہ محمد عبدالشکور تاج الاولیاءؒ، حضرت سیدنا غلام محمد شاہ جلوہ نما اولیاء سرکارؒ۔ یہ ایسے نائبین رسالت ہیں جنہوں نے لوگوں کو بت پرستی اور نفس پرستی سے ہٹا کر ان کے دلوں میں نور حق کی شمعیں روشن کیں۔ ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ ان سے بیعت ہوئے اور ان کے نقش قدم یعنی صراط مستقیم پر چل کر انعمت علیھم کا اعزاز حاصل کیا۔

انہی عارفان حق میں سے ہمارے حضرت خواجہ سیدی و مرشدی و مولائی قبلہ عالم سلطان محمد ایوب قادری ابو العلائی چشتی جہانگیری شکوری جلوہ نمائی زیب آستانہ عالیہ کوٹ رادھا کشن ضلع قصور نے طالبان حق کے

لئے تصوف و سلوک کے مسائل پر مبنی کتاب تالیف فرمائی جو سالکان راہ طریقت کے لیے مشعل راہ کا کام دے گی۔

ہمارے حضرت قبلہ و کعبہ سیدی و مرشدی و مولائی خواجہ محمد ایوب شکوری ، سرکار فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تقریباً ساڑھے سات سو مرتبہ نماز کی تاکید فرمائی ہے لہذا نماز دائمی ہے اور ذکر بھی دائمی ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ه — اے ایمان والو اللہ کا ذکر کثرت سے کرو

چونکہ یہاں صیغہ امر استعمال ہوا ہے اس لئے ذکر کرنا فرض ہوا ذکر بغیر کامل مرشد کے جاری نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کثرت پوری ہو سکتی ہے۔ لہذا بیعت ہونا ہمارے نزدیک بہت ضروری ہے۔

آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ بیعت کا مقصد وصول الی اللہ ہے اور ہم اسی مقصد کے تحت بیعت فرماتے ہیں اور روحانی تربیت و تزکیہ نفس کرتے ہیں۔ جو بھی کوئی بیعت ہونے کی غرض سے آتا ہے اسے پہلے اچھی طرح سمجھا دیا جاتا ہے کہ اچھی طرح سوچ لو یہ راستہ بڑا کٹھن اور دشوار گزار ہے۔

اس عشق کی منزل میں قدم سوچ کے رکھنا
دریائے محبت کے کنارے نہیں ہوتے

اس میں بڑی بڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔

راہروے کوئے محبت کا خدا حافظ
اس میں دو چار بہت سخت مقام آتے ہیں

آپ فرماتے ہیں ہم مرید کو پہلے دن سے ولیوں کی صف میں کھڑا کر دیتے ہیں۔اس کے بعد اس کے امتحانات ہیں اور یہ مردوں کا کام ہے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ جسے میں مخلوق میں اعلیٰ مقام دینا چاہتا ہوں اس سے قبل اس کے پیچھے حاسدوں کی جماعت لگا دیتا ہوں اور اسے مزید پاک کرنے اور اسکی محبت کو پختہ کرنے کے لئے اسے مصائب اور تکالیف میں مبتلا کر دیتا ہوں۔

دوسری حدیث میں ہے کہ ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آپ سے پیار ہو گیا ہے۔ ارشاد فرمایا! مصائب کے لئے تیار ہو جاؤ

قانون خداوندی شروع سے ہی چلا آرہا ہے کہ اس کے دوست سراسر مشکل میں پڑے رہتے ہیں۔ مگر باوجود مصائب و تکالیف کے وہ سکون قلب جیسی نعمت سے مالا مال ہوتے ہیں اور راضی بر ضا رہتے ہیں۔

حضرت خواجہ غریب نواز سلطان الہندؒ فرماتے ہیں جس آدمی کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے اس پر مصائب کی بارشیں شروع ہو جاتی ہیں اور جب وہ صدق دل سے ان مصائب پر صبر کرتا ہے تو وہی مصیبتیں اس کے لئے اڑن کھٹولا بن جاتی ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ ہر مشکل کے بعد آسانی ہے

جو لوگ مالک کی رضا پر راضی رہتے ہیں اور اس کا شکوہ نہیں کرتے اور بلاؤں پر صبر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کے عوض انہیں انعامات سے نواز دیتا ہے اور انکے درجات بلند فرمادیتا ہے۔

آستانہ عالیہ پر آنے والوں کو کسی قسم کا دنیاوی لالچ نہیں دیا جاتا طالب مولا بننے کی تلقین کی جاتی ہے اور روحانی تربیت اور درس و تدریس کا سلسلہ ہر وقت جاری رہتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں علاج معالجہ عامل حضرات کا شغل ہے جیسا کہ اکثر دیکھا جارہا ہے۔ عامل حضرات اور بزرگان دین میں بہت فرق ہے وہ سالک حضرات ہوتے ہیں اور یہ عامل حضرات سالک صلح کی منزلیں طے کر کے حصول الی اللہ کرتے ہیں عامل حضرات اللہ کے کسی بھی صفاتی نام سے چلہ نکال کر عمل حاصل کر لیتے ہیں۔ اور اسی کے ذریعہ ان کے آستانوں پر دنیا کی لائیں لگی ہوتی ہیں اور دنیا ہی کمائی جارہی ہوتی ہے۔ ایسے لوگ تو سکھوں، ہندوں اور عیسائیوں میں بھی پائے جاتے ہیں یہ تمام مسلمانی فرقوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔

یہ بزرگان دین نہیں بلکہ عامل ہیں بزرگان دین ایسے عملوں سے نفرت کرتے ہیں وہ اپنی زبان مبارک سے سب کو دعائیں دیتے ہیں اور اللہ کے حضور سے پوری مخلوق کی ہدایت کیلئے دعا گو رہتے ہیں۔

بزرگوں کے آستانے جہاں پر کبھی رشد و ہدایت اور روحانیت کے چشمے پھوٹتے تھے آج ان جگہوں پر علاج معالجے تعویذات و عملیات کے ذریعے کاروبار چلایا جارہا ہے۔ روحانیت سے بے بہرہ لوگ مشائخ کا روپ

دھار کر شعبدہ بازیوں سے لوگوں کو اپنے دام فریب میں پھنسا کر دنیا کما رہے ہیں۔ خود بھی ضلالت اور گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں اور لوگوں کو بھی اس میں دھکیل رہے ہیں ان لوگوں نے بیماری سے شفا کو فیض اور ولایت کا نام دے رکھا ہے۔ حالانکہ ان کاموں کا ولایت سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ ایسے مدعی ولایت بے دینوں اور بد مذہبوں میں بھی بہت نظر آجاتے ہیں اور بیماریوں کا علاج تو ڈاکٹر بھی کرتے ہیں تو پھر کیا ان کو بھی ولی اللہ مان لیا جائے۔

ہمارے آستانہ عالیہ قادریہ، ابو العلائیہ، چشتیہ، جہانگیریہ، شکوریہ، جلوہ نمائیہ کوٹ رادھا کشن ضلع قصور میں خالصتاً وصول الی اللہ کی خاطر بیعت کیا جاتا ہے۔ اور اس مقصد کے پیش نظر قرآن وسنّت اور سلف صالحین کے طریقے کے مطابق تربیّت کی جاتی ہے اور ذکر و فکر تصور شیخ اور باطنی توجہ کے ذریعے منازل سلوک طے کرائی جاتی ہیں۔

توحید باری تعالےٰ

(حضرت بو علی شاہ قلندر پانی پتیؒ)

ہرچہ آید در نظر از خیر و شر
جملہ ذات حق بودائے بے خبر

خیر اور شر جو کچھ بھی نظر آرہا ہے۔اے ناواقف وہ سب کچھ اسی ذات کا(جلوہ) ہے

اوست درارض و سماء ولا مکاں
اوست درہر ذرہ پیدا ونہاں

زمین اور آسمان اور لامکاں میں وہی ہے۔اور وہی ہر ایک ذرہ میں ظاہر ہے اور ہر ذرہ میں پوشیدہ ہے

پاس دارانفاس اے اہل خرد
تاترا ایں قافلہ منزل برد

اے عقلمند اپنے سانس کی نگہداشت کر (یعنی ہر سانس کے ساتھ ذکر میں مشغول رہ)۔ تاکہ وہ قافلہ (سانس کا پیہم چلنا) تجھے منزل مقصود پر پہنچائے۔

اوست پیداؤنہاں و آشکار
جلوہ ہاکردست در ہر شی نگار

وہی ظاہر اور وہی باطن اور وہی عیاں ہے۔ محبوب ہی نے ہر چیز میں جلوہ دکھایا ہے

ہوش دردم دار اے مرد خدا
یک نفس یک دم مباش از حق جدا

اے مرد خدا اپنے سانس میں ہوش رکھ۔ اور ایک سانس میں بھی خدائے عزو جل سے دور نہ ہو

نفی گرداں از دل خود ماسوا
تانہ گنجد دردلت غیر از خدا

اللہ کے سوا باقی سب کو اپنے دل سے ہٹا دے۔ تاکہ تیرے دل میں خدا تعالیٰ کے سوا کسی چیز کی سمائی نہ ہو

زنگ دل از صیقل لا پاک کن
سینہ باتیغ محبت چاک کن

لا کی ریتی سے اپنے دل کا زنگار دور کر۔ اور اپنا سینہ محبت کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دے

اے کہ بودی درحریم لامکاں
چوں جدا گشتی بگور ازنہاں

اے مرد مومن تو تو لامکاں کی حرم سرا میں تھا۔ یہ راز مجھے بتا کہ تو وہاں سے جدا کیسے ہوا؟

پاک بودی در حریم کبریا
ازچہ پیدا شد ترا حرص و ہوا

تو تو ذات کبریا کے محرموں میں پاک تھا۔ تجھے یہ لالچ اور خواہشات کہاں سے آ گئے

خوش خرامیدی تو از کتم عدم
خوش نہادی برسر ہستی قدم

تو پردہ عدم سے اچھا آیا۔ اور ہستی کے میدان میں تو نے اچھا قدم رکھا۔

نعت شریف

بہ رنج و غم گرفتارم نگاہے یا رسول اللہؐ
پریشاں حال و بے یارم، نگاہے یا رسول اللہؐ

یگانہ درپئے آزار و بیگانہ ستمگر شد
غرض ناچار و بیزارم نگاہے یا رسول اللہؐ

دلم ترساں، نفس سوزاں، جگر بریاں، نظر حیراں
بدوش زندگی بارم، نگاہے یا رسول اللہؐ

روم درخواب وے خواہم کنم دیدار توشاہاؐ
کہ شوق دید تو دارم، نگاہے یا رسول اللہ

توئی ملجائے مظلوماں ، توئی ماوائے مجبوراں
بس مظلوم و نادارم، نگاہے یا رسول اللہؐ

ببوسد پائے تو عرش بریں اے محسنِ اعظم
نہ من بر فرش جادارم، نگاہے یا رسول اللہؐ

زروئے لطف آقاؐ! رحم فرما عقدہ ام بکشا
گرہ افتادہ درکارم ، نگاہے یا رسول اللہؐ

دل الیاس می خواہد کہ در، دربار تو خواند
بہ توصیف تو اشعارم، نگاہے یا رسول اللہ

(جسٹس(ر) محمد الیاس)

نعت شریف

تنم فرسودہ جاں پارہ زہجراں یا رسول اللہ ﷺ
دِلم پژ مُردہ آوارہ زعصِیاں یا رسول اللہ ﷺ

یا رسول اللہ ﷺ میرا جسم آپکی جدائی میں انتہائی لاغر اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ میرا دل گناہوں سے آلودہ اور مرجھایا ہوا ہے۔

شب و روز از شکیبائی زحد گشتم تمنائی
بخلوت سُوئے من آئی خراماں یا رسول اللہ ﷺ

یا رسول اللہ ﷺ دن رات صبر کرتے کرتے اب میری آرزو حد سے گزر گئی ہے۔ کسی دن پردہ تنہائی میں میری طرف بھی خوشی خوشی تشریف لائیے۔

چوں سُوئے من گزرائی من مسکیں زناداری
فدائے نقشِ نعلینت کنم جاں یا رسول اللہ ﷺ

یا رسول اللہ ﷺ جب آپ میری طرف تشریف لائیں میرے پاس ناداری سے کوئی بھی چیز آپکے شایان شان نہیں ہے۔ میں آپ کے نقشِ پا پر اپنی جان قربان کر دوں گا۔

زکردہ خویش حیرانم سیاہ شدروزِ عصیانم
پشیمانم پشیمانم پشیماں یا رسول اللہ ﷺ

یارسول اللہ ﷺ میں اپنے اعمال سے شرمندہ ہوں اور گناہوں سے میرا چہرہ سیاہ ہے۔ میں بہت ہی نادم اور شرمسار ہوں۔

زپا افتادہ از پیری برحمت دستِ من گیری
ہمیں یک حرف بپذیری زناداں یارسول اللہ ﷺ

یارسول اللہ ﷺ میں بڑھاپے کے باعث عاجز ہوں رحمت سے میری مدد فرمایئے۔ یہی ایک بات اس نادان کی قبول فرمائیں۔

زجامِ حبِ تو مستم بزنجیرِ تو دل بستم
نمیگوئم کہ من ہستم سخنداں یارسول اللہ ﷺ

یارسول اللہ ﷺ میں آپکی محبت کے نشے سے سرشار ہوں اور آپکی محبت کی زنجیر سے دل باندھا ہے۔ میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں ادیب یا شاعر ہوں۔

بصدیقت خریدارم عمر رادوست می دارم
فدا سازم دل وجاں رابعثماں یارسول اللہ ﷺ

آپکے صدیق کا میں خریدار اور حضرت عمر کو دوست رکھتا ہوں۔ میں اپنے دل وجان کو حضرت عثمان پر قربان کرتا ہوں۔

نہادم پیش گاہے سر بپائے ساقیِ کوثر

اماماں راشدم چاکر بایقاں یا رسول اللہ ﷺ

یارسول اللہ ﷺ جب آپ شانِ ساقی کوثر سے جلوہ فرما ہونگے میں آپکے قدموں پر اپنا سر رکھ دوں گا۔ میں یقین سے اماموں اور حضرت علیؓ کا غلام ہوں۔

چوں اندر نزع درمانم رودازتن بروں جانم

نگہداری تو ایمانم زشیطاں یا رسول اللہ ﷺ

یارسول اللہ ﷺ وقتِ وصال جب میں بے یار و مددگار پڑا ہوں گا۔ اس وقت آپ میرے ایمان کی شیطان سے حفاظت فرمائیں۔

چوں اندر حشر برخیزم بدامانِ تو دل ریزم

زدیدہ خونِ دل ریزم خراماں یارسول اللہ ﷺ

یارسول اللہ ﷺ جب میں حشر میں بیدار ہوں گا تو دل آپکے دامن پر قربان کر کے آنکھوں سے خون دل خوشی سے بہاؤں گا۔

چوں بازوئے شفاعت راکشائی برگنہگاراں

مکن محروم جامی رادراں آں یا رسول اللہ ﷺ

یارسول اللہ ﷺ جب آپ گناہ گاروں کیلئے بازوئے شفاعت کشادہ فرمائیں۔ اس وقت جامی کو محروم نہ فرمائیں۔

(حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ)

نعت شریف

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِماً اَبَداً
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

اے مالک میرے درود اور سلام بھیج ہمیشہ ہمیشہ تک اپنے حبیب ﷺ پر جو بہتر ہیں تمام مخلوق سے۔

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّ مِنْ عَجَمِ

محمد ﷺ دنیا اور آخرت کے سردار جن و انسان کے سردار اور دونوں فریقوں عرب اور عجم کے سردار ہیں۔

هُوَالْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ
لِکُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

وہی ہیں اللہ کے ایسے حبیب کہ انکی شفاعت کی امید ہے ہر ایک خوف کے وقت جو آنے والے خوف ہیں۔

یَآ اَکْرَمَ الْخَلْقِ مَالِیْ مَنْ اَلُوْذُبِهٖ
سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

اے تمام مخلوق سے بزرگتر آپکے سوا میرا کوئی ایسا نہیں جس سے پناہ چاہوں حادثہ عام کے نازل ہونے میں۔

وَائذَنْ لِسُحْبِ صَلٰوۃٍ مِّنْكَ دَآئِمَۃً
عَلَى النَّبِيِّ بِمُنْهَلٍ وَّ مُنْسَجِمٖ

اور درود و سلام کے ابروں کو اجازت دے کہ ہمیشہ کمال کثرت سے برسیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر

وَالْاٰلِ وَ الصَّحْبِ ثُمَّ التَّابِعِيْنَ لَهُم
اَهْلُ التُّقٰی وَالنُّقٰی وَالْحِلْمِ وَالْكَرَمٖ

اور سب آل و اصحاب اور انکے تابعین پر کہ وہ تقویٰ اور حلم و کرم کے اہل ہیں رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

ثُمَّ الرِّضَا عَنْ اَبِیْ بَكْرٍ وَّ عَنْ عُمَرَ
وَ عَنْ عَلِيٍّ وَ عَنْ عُثْمَانَ ذِی الْكَرَمٖ

پھر راضی ہو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے اور حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ سے کہ وہ صاحب کرم ہیں۔

علم

علم کے معنی ہیں جاننا۔اور جاننے والے کو عالم کہتے ہیں۔اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓءُ — بلاشبہ اللہ سے وہی ڈرتے ہیں جو عالم ہیں۔

حضور اکرم سیدِ عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَۃٍ — ہر مسلمان مرد اور عورت پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔

نیز فرمایا

اُطْلُبُو الْعِلْمَ وَ لَوْ کَانَ بِالصِّیْنِ — علم کو حاصل کرو اگرچہ (دور دراز) مقام چین میں ہی ہو

علم سیکھنا تو فرض عین ہے اور علم سے بے نیازی ظاہر کرنا محض کفر ہے۔علم عمل کا حاجت مند ہے اور عمل علم کا حاجت روا ہے۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ علم بے حد و غایت ہے اور عمر مختصر۔اس لئے تمام علوم کا سیکھنا لوگوں پر فرض نہیں ہے جیسے علم نجوم، طب، علم حساب اور نادر و عجیب صنعتیں وغیرہ مگر ان میں سے اس قدر سیکھنا جتنا شریعت سے متعلق ہے ضروری ہے۔پس علم اسی قدر فرض

ہے جس پر عمل ہو سکے۔ اس لئے حق تعالیٰ نے ایسے علم کی مذمت فرمائی ہے جو کسی کو نفع نہ پہنچا سکے۔

وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وہ ایسا علم سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان دے اور نفع نہ پہنچائے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ایسے علم سے پناہ مانگی ہے۔ ارشاد فرمایا!

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ اے خدا میں پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو نفع نہ پہنچائے۔

اس لئے ایسے علم کے متعلق ہی ارشاد فرمایا کہ اَلْعِلْمُ حِجَابُ الْاَكْبَرُ علم حجاب اکبر ہے. ظاہر ہے کہ جس علم سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو سکے۔ یعنی آدمی اس پر عمل نہ کرے تو وہ علم قلب پر حجاب بن جاتا ہے۔ ایسے علم کے متعلق حضرت بابا بلھے شاہؒ فرماتے ہیں۔

بہتا علم ابلیس نے پڑھیا۔ جُھگا چا اسدا سڑیا
اوہ وی گیا سی بازی ہار۔ علموں بس کریں او یار

علم کیا ہے؟ راہ ہے اور مرشد کیا ہے؟ رہبر ہے۔ راستہ بغیر رہبر کے طے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جو خود راہ ہوتا ہے وہ گمراہ ہو جاتا ہے اور جو کسی کے ہمراہ ہوتا ہے کامیاب ہو جاتا ہے۔ اس طرح طالب صادق مرشد کے ذریعے اپنے مقامات طے کرتا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا!

اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ فَعِلْمٌ فِی الْقَلْبِ فَذَاكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ وَ عِلْمُ اللِّسَانِ فَذَاكَ حُجَّةُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَلٰی اِبْنِ آدَم	علم دو قسم کا ہے ایک قلبی علم اور یہی نافع ہے اور دوسرا زبانی علم اور یہ ابن آدم پر اللہ عزوجل کی حجت ہے۔

(مشکوۃ المصابیح:۷۵)

امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں! "علم دو قسم کا ہوتا ہے ایک علم وہ ہے جو دل کی تختی پر لکھا جاتا اور ایک علم وہ ہے جو زبان سے ادا کیا جاتا ہے۔ زبان سے ادا ہونے والا علم ظاہری علم ہے اور دل کی تختیوں پر لکھا جانے والا علم باطنی علم ہے. دل کی تختیوں پر لکھا جانے والا کتابی نہیں کہ ایک کتاب سے دوسری میں منتقل ہوتا جائے بلکہ یہ علم ایک دل کے چراغ سے دوسرے دلوں کے چراغ کو روشن کرتا چلا جاتا ہے۔

فرمان رسالت مآب ﷺ کے تحت دل کی تختی پر لکھے جانے والے علم سے ہی انسان کو نفع حاصل ہوتا ہے گویا نفع بخش علم وہی ہے جو ایسے دل کے سوتوں سے پھوٹے جو تصفیہ باطن کے باعث معرفت کا بحر بے کنار ہو۔ ظاہری علم اگر تنہا ہے تو وہ آدمی پر خدا کی حجت ہے. کیونکہ جب تک اسے باطنی علم کے تابع نہ کیا جائے اس وقت تک وہ نفع بخش ثابت نہیں ہوتا۔ علم ظاہری و باطنی ہی کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں!

حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ عَا ءِیْنَ تَمَامًا اَحَدُ ھُمَا فَبَثَثْتُہٗ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْ فَبَثَثْتُہٗ قُطِعَ ھٰذَا الْحُلْقُوْمِ

(صحیح بخاری ۱:۲۳)

میں نے رسول اللہ ﷺ سے علم کے دو تھیلے یاد کیئے ان میں سے ایک کو میں نے عام کردیا اور اگر دوسرے کو عام کروں تو میرا گلا کاٹ دیا جائے گا۔

پہلا علم ظاہری ہے اور دوسرا باطنی۔ پہلا عوام کیلئے اور دوسرا خواص کیلئے جو اپنی زندگی کے احوال اور اپنی روحانی حالت کو درجہ کمال تک لے جاکر مشاہدہ قلب حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جبکہ عوام الناس اور علماء دین پہلے علم سے ہی لبریز ہو جاتے ہیں۔ جبکہ اہل صفا دوسرے علم کے بغیر زندگی کو بیکار سمجھتے ہیں۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں!

اُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلٰی سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ عَنْھَا ظَھْرٍ وَ بَطْنٍ وَّ لِکُلِّ حَدٍ مُّطَّلِعٍ

(مشکوٰۃ المصابیح: ۳۵)

قرآن مجید کو سات قرآتوں میں نازل فرمایا گیا ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ اور ہر حد کی خبر دی گئی ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن کو سات قرآتوں میں نازل فرمایا اور ہر قرآت یا حرف کا ظاہر بھی رکھا اور باطن بھی۔ یعنی اس کے اندر ظاہری علوم بھی ہیں اور باطنی علوم بھی حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا!

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا   میں علم کا شہر ہوں اور علی اسکا دروازہ ہے۔

امام ابو نعیم اصفہانیؒ نے حضرت علیؓ کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا!

وَاِنَّ عَلِیَّ ابْنِ طَالِبٍ عِنْدَہٗ مِنَ الظَّاھِرِ وَ الْبَاطِنِ

(الاتقان للسیوطی ۲:۱۸۷)

اور بے شک حضرت علی ابن ابی طالبؓ کے پاس ظاہری علم بھی تھا اور باطنی علم بھی تھا

خود رسول اللہ ﷺ اصحاب صفہ کو جہاں ظاہری علم زیور تعلیم سے آراستہ فرماتے وہاں باطنی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔

نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ کو ہدایت فرماتے کہ ظاہری علم کی ہر ایک کو تبلیغ کرو لیکن باطنی علوم کی تبلیغ صرف ان میں کرو جو اس کے اہل ہیں۔ (صحیح بخاری ۱:۱۴۵)

اسی چیز کو میاں محمد بخش نے اپنے انداز میں بیان فرمایا ہے۔

خاصاں دی گل عاماں اگے نہیں مناسب کرنی
مٹھی کھیر پکا محمد کتیاں اگے دھرنی

علم کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) علم ظاہر (۲) علم باطن۔ ان کے جاننے والے علمائے ظاہر علمائے دین اور علمائے باطن بزرگان دین کہلاتے ہیں۔

علم ظاہر

محض علم ظاہر پر اکتفا کرنا کمالات بشری سے محروم رہنا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اکثر آدمی باوجود علمی رفعتوں پر فائز ہونے کے بھی اطمینان قلب جیسی نعمت سے محروم رہ جاتے ہیں اور آجکل تو کثرت سے اہل علم حضرات موجود ہیں۔ جن کے علامہ ہونے میں کلام نہیں اور اوامر و نواہی کے بھی نمونے سمجھے جاتے ہیں۔ مگر نفس کی شرارتوں سے مامون (امن میں) نہیں ہیں۔ غصہ۔ حسد۔ غرور۔ حرص۔ ریا۔ بخل۔ تکبر وغیرہ اوصاف رذیلہ میں سے اکثر اوصاف میں ملوث نظر آتے ہیں۔ جو اس امر کا بین ثبوت ہے کہ وہ نعمت قرب ربانی سے محروم ہیں جس پر شرافت و طمانیت کا انحصار ہے۔ اگر ظاہری علوم ہی صلاح و فلاح کا ذریعہ ہوتے تو تمام اہل علم عارفین حق ہو جاتے۔ حقیقت یہ ہے کہ کتاب انسان کو راہ حق تو پیش کر سکتی ہے مگر ہدایت یافتہ نہیں بنا سکتی۔ قانون کسی جرم کے عوض مجرم کو بیڑیاں تو ڈال سکتا ہے مگر اس جرم سے باز نہیں رکھ سکتا۔ اسی لئے سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں۔

پڑھیا علم ودھی مغروری عقل بھی گیا تلوہاں ہو
بھلا راہ ہدایت والا نفع نہ کیتا دوہاں ہو
سر دیتاں جے سر ہتھ آوے سودا ہار نہ توہاں ہو
وڑیں بازار محبت والے باہو کوئی رہبر لے کے سوہاں ہو

نیز فرمایا

لکھ ہزار کتاباں پڑھیاں عالم ہو گئے بھارے ہو
اک حرف عشق دا نہ پڑھیا بھلے پھرن وچارے ہو
اک نگاہ جے عاشق دیکھے لکھ ہزاراں تارے ہو
لکھ نگاہ جے عالم دیکھے کدی نہ کدھی چاہڑے ہو

پس یہی وجہ ہے کہ قدرت نے تمام کتابوں کے ساتھ عملی نمونے مبعوث فرمائے اور یہ آیت کریمہ اس امر کی کھلی دلیل ہے کہ راہ ہدایت مرشد کامل سے ہی مل سکتی ہے۔

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝ (الکہف)

کہا واسطے اس کے موسیٰ نے کیا پیروی کروں میں تیری اوپر اس کے سکھاوے تو مجھ کو اس چیز سے کہ سکھایا گیا ہے تو کچھ بھلائی۔

امام احمد بن حنبلؒ اکثر حضرت بشر حافیؒ کے پاس جایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ شاگردوں نے امام صاحب سے پوچھا کہ آپ تو خود بڑے عالم ہیں اور حدیث وفقہ واجتہاد میں اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ پھر آپ ایک شوریدہ حال کے پاس کیوں جاتے ہیں۔ امام صاحب نے جواب میں فرمایا۔ بے شک میں ان تمام علوم میں بشرؒ سے بڑھا ہوا ہوں۔ مگر اللہ تعالیٰ کو وہ مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ یعنی اس کو علم معرفت الٰہی مجھ سے زیادہ ہے۔

عُلمائے دین

علمائے دین کسی حد تک یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ کا فریضہ تو سرانجام دیتے ہیں مگر چونکہ وہ خود مزکی نہیں ہوتے اس لئے دوسروں کا تزکیہ کرنے سے قاصر رہتے ہیں اور قلبی تربیت نہ ہونے کی وجہ سے ان میں روحانیت کا فقدان ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عام طور پر ان کے کلام میں تاثیر و کشش نہیں ہوتی۔ وہ عموماً ریاء میں غرق اور نَخْوَت (تکبّر) کے نشہ میں چور ہوتے ہیں۔ اس واسطے لوگوں کو وحشت ہوتی ہے۔ وہ لوگوں پر جبر اور طنز کرتے ہیں اور اپنی فوقیت جتاتے ہیں۔ کیونکہ محض علم ظاہری کا خاصہ ہی علو و برتری ہے۔ علمائے دین کے بارے میں امام غزالیؒ نے فرمایا۔

اَنۡتُمۡ کَالۡمُنۡخُلِ یَخۡرُجُ مِنۡہُ الدَّقِیۡقُ الطَّیِّبُ وَتَبۡقٰی فِیۡہِ النُّخَالَۃُ کَذٰلِکَ اَنۡتُمۡ تُخۡرِجُوۡنَ الۡحِکۡمَۃَ مِنۡ اَفۡوَاہِکُمۡ وَیَبۡقَی الۡغِلُّ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ اَفۡسَدۡتُمۡ اٰخِرَتَکُمۡ فَصَلَاحُ الدُّنۡیَا عِنۡدَکُمۡ اَحَبُّ اِلَیۡکُمۡ مِنۡ صَلَاحِ الۡاٰخِرَۃِ فَاَیُّ النَّاسِ اَخۡسَرُ مِنۡکُمۡ لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ۔

تم چھلنی کی مانند ہو جس سے باریک اور عمدہ آٹا نکل جاتا ہے اور چھان اس کے اندر رہ جاتا ہے۔ اسی طرح تم اپنے منہ سے حکمت نکالتے ہو اور تمہارے دلوں میں کھوٹ باقی رہ جاتی ہے اور تم اپنی آخرت خراب کر لیتے ہو۔ دنیا کو درست کرنا تمہارے نزدیک آخرت کو درست کرنے سے اچھا ہے۔ تم سے بڑھ کر لوگوں میں کون خسارے میں ہے اگر تم جانو۔

علم باطن

علم باطن علم مکاشفہ ہے۔ یہ خاص لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔ یہ کتابیں پڑھنے سے ہی محض حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو یہ علم عطا فرمایا۔

ارشاد ہوا۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا اور ہم نے آدمؑ کو تمام اشیاء کے علوم سکھا دیئے۔ اس طرح حضرت خضرؑ کے بارے میں فرمایا۔ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا. پھر پایا (حضرت موسیٰؑ اور یوشع نے) بندے پیارے کو ہمارے بندوں سے اچھا بندہ ہے جس کو دیا ہم نے اپنے گھر سے سکھایا اس کو علم اپنے پاس سے اور دی ہم نے اس کو عقل اور دانائی اور شعور اور سمجھ جو ویسی کسی کی نہیں ہے۔

اسی طرح شفیع المذنبین ختم المرسلین سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق اللہ تعالیٰ عزوجل نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ اور سکھا دیا ہم نے آپ ﷺ کو جو آپ ﷺ نہیں جانتے تھے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی یہ میراث (اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ) (علماء انبیا کے وارث ہیں) جن لوگوں کو ملتی ہے ان میں کون سی ایسی خوبی ہے۔ جو دوسرے لوگوں میں نہیں پائی جاتی۔ جب ایسے حضرات کے حالات کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ سارے کے سارے اصحاب تصوف و سلوک ہی گزرے ہیں. معلوم ہوا کہ اس دولت کے ملنے کا واحد ذریعہ تصوف و سلوک ہے۔ اس علم اور فن کی فضیلت کے متعلق علامہ وزیر الروض الباسم میں فرماتے ہیں۔

یہ علم (سلوک) بہت گہرا سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں۔

مکاشفہ کی کشتی کے بغیر اس سمندر میں سفر کرنا درست نہیں اور یہ ایک سیاہ رات ہے جس میں مشاہدہ کے چاند کے طلوع ہونے کے بغیر سفر کرنا درست نہیں۔ یہ علوم ضروری ہیں۔ تجربہ سے تواتر کے ساتھ اصحاب ریاضت سے ثابت ہیں۔ جنہوں نے تخلیہ کو لازم سمجھا اور وہ بیداری میں وہ چیزیں دیکھتے ہیں جو دوسرے لوگ خواب میں دیکھتے ہیں اور وہ مخاطب کو دیکھے بغیر اس کا کلام سن لیتے ہیں۔ (دلائل السلوک)

علمائے باطن (بزرگان دین)

وارث انبیاء۔ کون لوگ ہیں؟

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ظہر سے پہلے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ بیٹے تم بات کیوں نہیں کرتے؟ عرض کیا اباجان! میں عجمی ہوں فصحائے بغداد کی طرح کلام کیسے کر سکتا ہوں۔ فرمایا اپنا منہ کھول۔ حضور ﷺ نے سات مرتبہ میرے منہ میں لعاب دہن ڈالا اور فرمایا کہ لوگوں کو حکمت اور موعظہ حسنہ کے ذریعے اللہ کے طرف دعوت دے۔ پھر میں نے ظہر کی نماز پڑھی اور بیٹھ گیا۔ ایک ہجوم میرے گرد جمع ہو گیا۔ پھر میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے پاس کھڑا ہوا دیکھا۔ انہوں نے بھی مجھے وہی کچھ فرمایا جو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا۔

اس دن کے بعد جناب غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے سلسلہ تبلیغ شروع فرمادیا۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی طرف سے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے آپ کو تمام علوم باطنی عطا ہو گئے تھے۔ آپ کے وعظ شریف کا یہاں تک اثر ہوتا تھا کہ تمام لوگوں کو جو کہ ہزاروں کی تعداد میں ہوا کرتے تھے۔ آپ کی آواز یکساں سنائی دیتی تھی اور کوئی محفل وعظ ایسی نہ ہوتی جس کے اختتام پر بہت سے لوگ مردہ نہ پائے گئے ہوں۔

جناب غوث الاعظمؒ کے زمانہ میں علمائے ظواہر میں بہت بڑے عالم علامہ ابن جوزی ہوئے ہیں۔ جنہوں نے شروع میں آپؒ کی بہت مخالفت کی اور آپ کے خلاف ابلیس تبلیس نامی کتاب لکھی۔ ایک رات علامہ موصوف نے خواب میں حضور اکرمؐ ﷺ کی زیارت کی اور عرض کی۔ حضور ﷺ میری منزل نہیں چل رہی۔ تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میرے بیٹے عبدالقادر کے مرید ہو جاؤ۔ علامہ صاحب صبح بیدار ہوئے۔ تو جناب محبوب سبحانی عبدالقادر جیلانیؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔

اسی طرح مشہور واقعہ ہے۔

علامہ فخر الدین رازی (تفسیر کبیر کے مصنف) بہت بڑے موحد گزرے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰؒ کے ہاں تشریف فرما ہوئے۔ چند روز قیام کے بعد واپس آنے لگے تو حضرت خواجہ نجم الدین

کبریٰ نے دریافت فرمایا کہ جناب علامہ صاحب! آپ کے آنے اور جانے کا کوئی مقصد معلوم نہیں ہوا۔ یعنی آپ نے کوئی بات نہیں کی۔ خاموشی سے واپس چل پڑے ہو۔ علامہ صاحب نے کہا۔ کہ میں نے آپ کی بزرگی کی بہت تعریف سنی تھی۔ مگر اتنے دن قیام کے دوران آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ اس لئے خاموشی سے واپس جارہا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ اتنے دنوں میں کوئی خلاف شرع کام بھی دیکھا ہے علامہ صاحب نے کہا کہ خلاف شرع کام تو آپ کا کوئی نہیں دیکھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اب جا سکتے ہو۔

کچھ عرصے بعد جب علامہ فخر الدین رازی جو کہ بہت بڑے عالم اور موحد تھے ان کا آخری وقت آپہنچا تو شیطان لعین نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا عالم جارہا ہے۔ لہذا اس کے ایمان کو ضائع کر دیا جائے اور یہ دنیا سے نامراد ہو کر جائے۔ چونکہ شیطان بہت بڑا عالم ہے۔ ہر قسم کا علم اس کے پاس ہے اور بہکانے کے تمام اختیارات بھی اس نے اللہ عزوجل سے حاصل کئے ہوئے ہیں۔ اس نے علامہ صاحب سے اللہ کے ایک ہونے کے بارے میں بحث شروع کر دی۔ علامہ صاحب خدا کے بارے میں دلیلیں دیتے رہے اور شیطان لعین ان کے دلائل کو رد کرتا جارہا تھا۔ ادھر حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰؒ وضو فرمارہے تھے اور باطنی نگاہ سے علامہ صاحب کی حالت کو ملاحظہ فرمارہے تھے۔ علامہ صاحب ننانوے دلائل دے چکے تھے۔ مگر شیطان ابھی تک رد کئے جارہا تھا اور ان کا وقت تنگ ہو رہا تھا۔ تو حضرت خواجہ صاحب

نے وہاں سے فرمایا۔ کہہ دے میں اللہ کو بغیر دلیل کے ایک مانتا ہوں۔" یہ آواز علامہ صاحب کے کان میں پڑی تو انہوں نے یہ الفاظ دہرائے تو شیطان چیخ مار کر بھاگ گیا اور علامہ فخر الدین رازی کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰؒ کے پاس جو مرید کھڑا آپ کو وضو کروا رہا تھا تو اس نے یہ الفاظ سنے تو کہنے لگا۔ حضرت صاحب میں بھی وضو میں یہ وظیفہ پڑھا کروں آپ مسکرائے اور فرمایا۔ یہ وظیفہ نہیں ہے تجھے معلوم ہے ایک دفعہ فلاں علامہ صاحب ہمارے ہاں آئے تھے اور یہ کہہ کر چلے گئے تھے کہ آپ سے کوئی کرامت ظاہر نہیں ہوئی۔ آج ان کا آخری وقت تھا اور شیطان اس کے درپئے تھا۔ میں نے سوچا کہ چلو آج اسے کرامت ہی دکھا دیں۔

ایک دفعہ سیدنا حسن بصریؒ نے سیدنا حبیب عجمیؒ کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ حضرت سیدنا حبیب عجمیؒ نے عشاء کی نماز میں امامت کی مگر سیدنا حسن بصریؒ نے ان کی اقتداء نہ کی۔ کیونکہ حبیب عجمی قرآن حکیم کی تلاوت کرتے ہوئے عربی صحیح طور پر ادا نہ کر رہے تھے۔ لہذا جب حسن بصریؒ رات کو سوئے تو دیدار الٰہی نصیب ہوا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔ خدایا تیری رضا کس چیز میں ہے؟ ارشاد ہوا اے حسن! تو نے میری رضا پائی تھی مگر اس کی قدر نہ جانی۔ آپ نے عرض کیا خدایا وہ کونسی رضا تھی؟ فرمایا۔ اگر

تم حبیب عجمی کی اقتداء میں نماز پڑھتے تو ہم تجھ سے راضی ہو جاتے۔

حضرت ابراھیم رقیؒ فرماتے ہیں کہ ابتدائے احوال میں میں حضرت مسلم مغربیؒ کی زیارت کرنے گیا۔ جب میں مسجد میں داخل ہوا تو وہ امامت کر رہے تھے اور الحمد غلط پڑھ رہے تھے۔ میں نے دل میں کہا کہ میری محنت ضائع گئی۔ اس رات میں وہیں رہا۔ دوسرے دن طہارت کے وقت اٹھا۔ تاکہ نہر فرات کے کنارے جا کر وضو کروں۔ راستہ میں دیکھا کہ ایک شیر سو رہا ہے میں لوٹ آیا۔ دیکھا کہ ایک اور شیر میرے پیچھے چیختا آرہا ہے۔ میں مجبور ہو کر رہ گیا۔ اس وقت حضرت مسلم مغربیؒ اپنے حجرے سے باہر نکل آئے۔ جب شیروں نے انہیں دیکھا تو سر جھکا کر کھڑے ہو گئے۔ آپ نے ہر ایک کا کان پکڑ کر سرزنش کی اور فرمایا۔ اے خدا کے کتو! کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہہ رکھا ہے کہ میرے مہمانوں کو پریشان نہ کیا کرو اور مجھ سے فرمایا۔ اے ابو اسحاق! تم لوگوں کے لئے ظاہری درستگی کے درپے ہو اور تم مخلوق سے ڈرتے ہو اور میں حق تعالیٰ کے لئے باطن کی درستگی میں مشغول ہوں اور مخلوق خدا ہم سے ڈرتی ہے۔

دیوبند حضرات کے پیر طریقت مولانا اللہ یار خان دلائل السلوک میں لکھتے ہیں۔ عزیز من! طلب صادق کا فقدان ہے۔ عوام کا تو ذکر ہی کیا علماء بھی اس کی ضرورت کے احساس سے محروم ہیں۔ الا ماشاء اللہ علماء کا کہنا یہ ہے کہ ظاہر شریعت پر کماحقہٗ عمل ہو ہی نہیں سکتا۔ لا الہ الا اللہ پڑھ لینے

سے الٰہ ظاہری کی نفی تو ہو گئی مگر جب تک تزکیہ نفس نہ ہو گا الٰہ باطنیہ کی نفی نہ ہو سکے گی۔

علمائے دین حلال و حرام بیان کر سکتے ہیں مگر حلال و حرام میں تمیز نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس کا انحصار نور بصیرت پر ہے اور وہ ناپید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سمجھنے کے لئے انسان کو تین قوتیں عطا فرمائی ہیں۔ وہم عقل اور نور بصیرت۔ عقل کے مقابلے میں وہم ہیچ ہے اور نور بصیرت کے مقابلے میں عقل کوئی چیز نہیں۔ عالم ظاہر بین نور بصیرت سے محروم ہے۔ یہ دولت انبیاء علیہم السلام کے ہاں سے ان کے صحیح ورثاء علمائے ربانین اور صوفیائے کرام کو ملی ہے۔

دوستو! یہ دولت تصوف کے ادارے قائم کرنے سے نہیں ملتی۔ نہ تصوف کے جرائد (رسالے) جاری کرنے سے ہاتھ آتی ہے۔ نہ تصوف کی کتابوں کے مطالعہ سے حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ القائی اور انعکاسی چیز ہے۔ جو القاء اور صحبت شیخ سے حاصل ہوتی ہے۔ علامہ اقبالؒ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

علم کی حد سے پرے بندہ مومن کیلئے
لذت شوق بھی ہے نعمت دیدار بھی

اکبر الہ آبادی کیا پتے کی بات کہہ گئے ہیں۔

کورس تو لفظ ہی سکھاتے ہیں آدمی، آدمی بناتے ہیں
جستجو ہم کو آدمی کی ہے وہ کتابیں عبث منگاتے ہیں

کسی عارف نے خوب کہا ہے۔

بندگی کے لطف اور بندہ نوازی کیلئے
پوچھ اس بندے سے جو بندے کا بندہ ہو گیا

علم بغیر معرفت کے اندھا ہے

ایک مرتبہ ایک قاری صاحب نے نعت خوانی کی بعد ازاں انھوں نے ہم سے کہا میری ایک درخواست ہے کہ "کیا بیعت ہونا ضروری ہے ؟

کیونکہ میں نے اپنے استاد صاحب سے پوچھا تھا تو انھوں نے فرمایا کہ میں مدت سے اس مدرسہ میں دین ہی کی تعلیم دے رہا ہوں مختلف علاقہ جات سے طالب علم یہاں آکر دین کی تعلیم سے فارغ التحصیل ہو کر اس منصب پر فائز ہیں اور آگے لوگوں کو دین کی تعلیم دے رہے ہیں اسی لیے لوگ مجھے استاد العلماء کہتے ہیں اور مجھ سے بے شمار لوگ فیض حاصل کر چکے ہیں کیا یہ دین کا فیض نہیں مجھے بیعت ہونے کی کیا ضرورت ہے

اسکے بعد قاری صاحب نے ہم سے کہا کہ آپ مجھے اس بارے میں نصیحت فرمائیں میں نے کہا بعد نماز مغرب خود آپکے استاد صاحب سے ملوں گا اور اس بارے مولانا صاحب سے ہی تذکرہ کریں گے آپ میرا انتظار کرنا میں نماز مغرب سے فارغ ہو کر چلا گیا مسجد سے باہر ہی مولانا

صاحب سے ملاقات ہوگئی مولانا صاحب نے کہا آؤ صوفی صاحب حجرہ میں بیٹھتے ہیں میں نے کہا مولانا صاحب آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا تھا آپ ناراض تو نہیں ہونگے مولانا صاحب نے کہا ہم ضرور آپکو بتائیں گے کیونکہ ہمارا تو کام ہی دین کے بارے میں مکمل راہنمائی کرنا ہے آپ بتائیں کونسا مسئلہ درپیش ہے میں نے کہا مولانا صاحب یہ آنکھیں اللہ تبارک تعالیٰ نے کس لیے عطا فرمائی ہیں؟ انہوں نے فرمایا "دیکھنے کیلئے" میں نے دوبارہ پوچھا کیا انہیں دیکھنے میں کسی اور چیز کی مدد درکار ہے مولانا صاحب نے فرمایا یہ دیکھنے کیلئے ہی بنی ہیں اور ان کا کام ہی دیکھنا ہے میں نے کہا پھر سوچ لیں کیونکہ آپ استاد العلماء ہیں کیا یہ دیکھنے کیلئے بنی ہیں انھوں نے کہا صوفی صاحب کیا ہو گیا ہے میں کوئی غلط تو نہیں کہہ رہا ہوں اتنے میں ہم حجرہ میں داخل ہو گئے وہاں پر وہ قاری صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے جو ہمیں دیکھ کر کھڑے ہو گئے میں نے ان کو اشارہ کیا کہ سامنے سے کتاب اٹھالاؤ اور مولانا صاحب کو دے دو قاری صاحب نے کتاب مولانا صاحب کو دے دی میں نے کہا مولانا صاحب آپ نے ہزاروں مرتبہ اس کتاب کو پڑھا ہوگا مولانا صاحب نے کہا جی ہاں پھر میں نے قاری صاحب کو کہا کہ دروازہ اور لائٹ بند کر دو اس طرح کمرے میں اندھیرا ہو گیا میں نے مولانا صاحب سے کہا کہ اب

اس کتاب کو پڑھ کر سنائیں مولانا صاحب خاموش ہو گئے میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے آنکھیں تو دیکھنے کیلئے دی ہیں اب کیا ہو گیا ہے آپ پڑھتے کیوں نہیں فرمانے لگے اندھیرا ہو گیا ہے میں نے کہا آنکھیں تو آپکی موجود ہیں اندھیرا ہو گیا تو کیا ہے میں اس لئے حیران تھا کہ آپ لوگوں کے ذہن میں صرف یہ بات تھی کہ آنکھیں دیکھنے کیلئے ہیں لیکن اب معلوم ہوا کہ بغیر روشنی کے یہ آنکھیں اندھی ہیں انہیں دیکھنے کیلئے روشنی درکار ہے جیسے یہ بغیر روشنی کے اندھی ہیں اسی طرح آپکا علم بغیر معرفت اندھا ہے اور معرفت کامل مرشد کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اسی لیے اپنی نا سمجھی کی وجہ بڑے بڑے علماء اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہ گئے ہیں۔ خوب یاد رکھو کہ علم کے معنی ہیں جاننا۔ علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علم کسبی ہے اور ایک علم مکاشفہ ہے۔ علم کسبی سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اور علم مکاشفہ عمل سے حاصل ہوتا ہے۔ اور عمل حاصل کرنے کیلئے اطاعت یعنی تابعداری، خدمت، عجز وانکساری، ادب، اخلاق اور یہ ساری کی ساری دولت صرف پیار و محبت سے حاصل ہو گی کیونکہ۔

"ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد" خدمت کرنے والا مخدوم بنے گا۔
اور یہ نعمت صرف صحبت اولیاء اللہ ہی سے حاصل ہو گی۔ مولانا صاحب

نے فرمایا ہمارے استاد صاحب نے بھی کبھی ایسے نہیں سمجھایا" یہ حق ہے "کتابی علم کی روشنی یعنی نور حاصل کرنے کیلئے بیعت ہونا بہت ہی ضروری ہے۔ قرب خداوندی کیلئے شیخ کامل سے بیعت ہونا ضروری ہے۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

جب یہ آنکھیں اپنے خالق حقیقی کو پہچان لیتی ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں یہ طاقت عطا فرمادیتا ہے کہ کائنات کی ہر شے انکے سامنے عیاں ہوتی ہے۔ عارفان حق ہر ذرے کو ملاحظہ فرمارہے ہوتے ہیں کیونکہ مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور یہ شرف پیرومرشد کی اطاعت، خدمت اور پیار و محبت سے حاصل ہوتا ہے۔

علماءدین کا احترام

علمائے دین کی عزت واحترام ہم پر فرض ہے کیونکہ یہ لوگ ہمیں علم سکھاتے ہیں ان سے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے متعلق معلومات حاصل ہوتی ہیں اسلئے چاہیے کہ انکی دل سے عزت و تکریم کی جائے۔ اکثر لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ علماء دین کی عزت واحترام اور خدمت کرنے کی بجائے ان سے طنزاً گفتگو کرتے ہیں جو کہ خلاف ادب اور باعث شرم ہے۔ علماء دین ہمارے پیشوا ہیں ہم انہیں امام تسلیم کرتے ہوئے انکی اقتداء میں

نماز ادا کرتے ہیں اسلئے انکی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ چونکہ جو قوم اپنے پیشواؤں کے ساتھ اچھا سلوک روا نہیں رکھتی وہ کبھی فلاح نہیں پا سکتی اور دنیا میں انہیں رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ باادب۔ بامراد، بے ادب۔ بے مراد، مولوی، مولا کی خبر رکھنے والے کو کہتے ہیں۔ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ انکے پاس جانا شرک ہے تو علم دین کیسے حاصل ہوگا ایسے ہی بعض لوگ کہتے ہیں کہ بزرگان دین کے پاس جانا شرک ہے۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو پھر دین کیسے حاصل ہوگا۔ کیونکہ علمائے دین سے علم دین حاصل ہوتا ہے اور بزرگان دین کی صحبت اور تربیت سے دین اور صاحب دین حاصل ہوتا ہے۔

علمائے کرام کی مجلس میں اپنی زبان کو قابو میں رکھو کیونکہ وہ زبان سے نکلے ہوئے غلط الفاظ پر گرفت کر لیتے ہیں اور بزرگان دین صوفیاء کرام کی صحبت میں بیٹھو تو اپنے دل کو قابو میں رکھو کیونکہ انکی نظر دل پر ہوتی ہے۔ اسلئے غلط اور برے خیالات سے دل کو پاک و صاف رکھو۔ جو لوگ بزرگوں کے پاس اچھی نیت سے آتے ہیں وہ ہمیشہ کیلئے اچھے ہی ہوتے چلے جاتے ہیں اور جو لوگ بری نیت سے آتے ہیں وہ ہمیشہ کیلئے برے ہی ہوتے چلے جاتے ہیں۔ کیونکہ جس وقت انسان آئینہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اسے اپنا ہی چہرہ نظر آتا ہے اسلئے اچھی سوچ لے کر حاضر ہو تاکہ تمہیں اس میں اچھی صورت نظر آئے کیونکہ بزرگان دین آئینہ حق ہوتے ہیں۔

علماء کرام اور انکا طرز فکر و عمل

حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ یہود کے اکہتر (۷۱) فرقے ہوئے ہیں ان میں سے ایک فرقہ ناجی (جنتی) باقی تمام دوزخی ہیں۔ نصاریٰ کے بہتر (۷۲) فرقے ہوئے ہیں ان میں سے ایک ناجی باقی تمام دوزخی ہیں۔ میری امت میں تہتر (۷۳) فرقے ہونگے ایک ناجی باقی تمام دوزخی ہونگے۔ ہم سے کسی آدمی نے پوچھا حضرت صاحب جنتی کونسا ہوگا تو ہم نے کہا کہ "حسد" کے عدد نکالو تو اس لفظ کے عدد بہتر (۷۲) بنتے ہیں یعنی جس فرقے میں حسد یا بغض نہ ہوگا یا جو فرقہ اولیاء کرامؒ، صحابہؓ، انبیاءؑ کی شان کے متعلق حسد یا بغض نہ رکھتا ہوگا وہ فرقہ جنتی ہوگا۔

آجکل ہم نے ظاہر داری (ریاکاری) کا نام شریعت رکھا ہوا ہے کہ ہم باشرع لوگ ہیں عارف رومیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

معرفت آں جبہ و دستار نیست
آں عزیزا راہ نشان دیگر است

اللہ تعالیٰ کی معرفت صرف جبہ اور دستار پہن لینے سے ہی حاصل نہیں ہو جاتی بلکہ اس کا طریقہ کچھ اور ہے۔ اس کے لئے تزکیہ نفس اور صفائے باطن نہایت ضروری ہے اور شیخ کامل کی توجہ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

نگاہ مرشد کامل سے عشق مصطفےٰ ﷺ حاصل
خدا کا قرب دیتی ہے محبت پیر خانے کی

ملاح کی ضرورت

ایک دفعہ لاہور میں محفل سماع کا پروگرام تھا۔ جب پروگرام اختتام پذیر ہوا تو ہمارا ایک مرید جو کہ صاحب حیثیت کا صاحبزادہ ہے اس نے کہا کہ ہمارے گھر میں سب بھائیوں کیلئے چائے کا بندوبست ہے آپ تشریف لے چلیں ہم سب مل کر ان کے گھر چلے گئے جب ہم چائے پی چکے تو اسکے والد صاحب اندر سے کہتے ہوئے آرہے تھے کہ اس دنیا میں ہم نے بڑے بڑے ڈبے پیر دیکھے ہیں انہوں نے سامنے آکر سلام کیا تو ہم نے کہا آپ لوگ مجھے کس خوفناک سراء میں لے آئے ہیں۔ جب انھوں نے یہ بات سنی کہ میری محل نما کوٹھی کو سراء کہہ رہے ہیں تو کہنے لگے یہ سراء ہے؟ تو ہم نے کہا یہاں ڈبے پیر جو رہتے ہیں یہ دنیا سراء ہے کہیں خیر و خوبی کہیں ہائے ہائے۔ سراء جو ہوئی۔ تو انھوں نے کہا کہ میں آپ سے کچھ وصیت چاہتا ہوں مجھے اس کے متعلق سمجھائیں ہم نے ان سے کہا آپ کے دادا جان کہاں ہیں انھوں نے کہا وہ تو فوت ہو چکے ہیں اور قبرستان میں دفن ہیں پھر ہم نے پوچھا آپ کے والد کہاں

ہیں انہوں نے کہا وہ بھی فوت ہو چکے ہیں اور قبرستان میں دفن ہیں ہم نے کہا جب آپ فوت ہو جائیں گے تو کہاں جائیں گے کہنے لگے قبرستان میں تو ہم نے کہا یہ سراء نہیں تو اور کیا ہے آپ اسے اپنا محل سمجھتے ہیں آپکا محل تو قبرستان میں ہے پھر انہوں نے پوچھا کہ ہمارے علماء دین فرماتے ہیں کہ دنیا مانند دریا ہے اور عمل اس میں کشتی ہے اور آخرت اس کا کنارہ ہے اسکے بارے میں سمجھائیں ہم نے ان سے پوچھا کہ کشتی بغیر ملاح کے کنارے تک پہنچ سکتی ہے ؟ اس نے کہا نہیں۔ ہم نے کہا جب کشتی بغیر ملاح کے نہیں چل سکتی تو بغیر رہبر کے انسان عمل کیسے کر سکتا ہے اس لیے رہبرِ کامل کی بہت ضرورت ہے اس نے کہا مجھے آپ بیعت فرمالیں اور وہ بیعت ہو گیا۔

یاد رکھو کشتی بغیر ملاح کے نہیں چل سکتی بلکہ غرق ہونے کا اندیشہ ہے۔ جس طرح کشتی کیلئے ملاح درکار ہے۔ اس طرح کشتی عمل کیلئے بھی شیخ کامل درکار ہے۔ شیخ کامل کی رہنمائی کے بغیر عمل رائیگاں اور برباد ہونے کا خدشہ ہے۔ کیونکہ اس راستے میں بڑے بڑے راز پنہاں ہیں اور مشکلات بھی ہیں۔ اللہ تعالٰی نے ھادی رہبر کے قلب کو پوشیدہ رازوں سے آشنا کیا ہوتا ہے اور یہی لوگ ہمراز اللہ ہوتے ہیں اور راز فاش نہیں کرتے۔

جیسے علامہ اقبالؒ نے فرمایا!

یہ تو نے کیا غضب کیا جو مجھ کو فاش کردیا
میں ہی تو ایک راز تھا سینہ کائنات میں

نیکی کی طرف بلانے اور برائی سے روکنے والی جماعت

ایک مرتبہ دو علماء آستانہ عالیہ پر تشریف لائے جو کہ مسلک دیوبند سے تعلق رکھتے تھے انھوں نے کہا کہ ہم آپ سے ایک مسئلہ پوچھنے کے لئے آئے ہیں ہم نے کہا ہاں فرماؤ۔ تو انھوں نے کہا قرآن حکیم میں اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد ہے "تمہارے میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو برائی سے روکے اور بھلائی کی طرف لے جائے" وہ کون سی جماعت ہے ؟ تو ہم نے کہا "وہ جماعت دیو بند ہے" پھر دوسرے لوگوں کے سولات کا جواب دینے کے بعد ان کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا کہ یہ حکم قرآن پاک میں آیا ہے اور قرآن کا نزول کب ہوا تھا، مولانا صاحب نے فرمایا کہ آج سے چودہ سو سال قبل تو پھر ہم نے پوچھا کہ دیوبند جماعت کب وجود میں آئی تھی تو ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا اور کہنے لگے کہ اس آیت کے بارے میں آپ وضاحت فرمادیں ہم نے انہیں بتایا کہ ارشاد ربانی ہے

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

یہ اولیاء اللہ کی جماعت ہے جو کہ شروع ہی سے چلی آرہی ہے یہ لوگوں کو

برے کاموں سے روک سکتے ہیں اور بھلے کاموں کی طرف لے جاتے ہیں انہیں کے متعلق حدیث شریف میں ارشاد ہے العلماء ورثۃ الانبیاء یہی لوگ وارث مصلیٰ اور سجادہ نشین حضرات ہیں انہیں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص روحانی قوت عطا فرمائی ہوتی ہے جب یہ حضرات اس خداداد قوت کو تصرف میں لاکر آدمی پر توجہ ڈالتے ہیں تو اس کے دل کی حالت کو بدل کر رکھ دیتے ہیں ان کی یہی خداداد قوت اللہ تعالیٰ کا انعام ہے جو وہ اپنے خاص بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

خواجہ معین الدین چشتی غریب نوازؒ اجمیر شریف انڈیا میں تشریف لائے حضرت داتا علی ہجویریؒ لاہور میں تشریف لائے یہاں آکر ہندوؤں اور غیر مسلموں کو دین کی تبلیغ کی اور لاکھوں بھٹکے ہوئے اور گمراہ لوگوں کو راہ راست پر لے آئے اور واصل باللہ کر دیا۔ علاوہ ازیں ہر زمانہ میں یہ بزرگان دین دنیا میں تشریف لاتے رہے ہیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے رہے ہیں اور یہ سلسلہ تا قیامت اسی طرح جاری وساری رہے گا۔ انھوں نے دنیا میں اسلام کی شمع کو روشن کیا اور آج بھی ان کے مزارات قائم و دائم اور مرجع خلائق ہیں اور منبع رشد و ہدایت ہیں ان کے ساتھ اللہ کی خاص رحمت وابستہ ہے۔

قرآن

قرآن اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آسمانی الہامی کتاب ہے۔ جو کہ بذریعہ حضرت جبرائیل امینؑ آخر الزمان نبی حضرت محمد ﷺ کے قلب مبارک پر القاء کی گئی ہے اور آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے اس کا اظہار ہوا ہے۔
"قرآن حکیم کو گھر میں رکھنا باعث برکت ہے۔ اس کا پڑھنا باعث ثواب اور اس پر عمل کرنا باعث نجات ہے"۔ قرآن مجید چونکہ ہمارے عمل کے لئے آیا ہے اور مکمل ضابطہ حیات ہے لہذا اس پر کماحقہٗ عمل اس صورت میں ہی ہو سکتا ہے۔ جبکہ اسے صحیح طور پر سمجھا جاسکے۔ بعض آدمی کہتے ہیں کہ قرآن پاک کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ اس لئے ہر آدمی آسانی سے قرآن کو سمجھ سکتا ہے۔
مگر یہ بات محض جہالت ہے. کیونکہ اہل عرب جن کی مادری زبان عربی تھی انہیں سمجھانے کے لئے رسول ﷺ کو مبعوث فرمایا بلکہ خود رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن سکھایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ ہ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ہ (وہ) رحمٰن ہے جس نے (آپ ﷺ کو) قرآن سکھایا۔

بعثت رسول ﷺ کا ایک مقصد اور فریضہ، قرآن کو تلاوت فرما کر اس کا علم سکھانا اور اس کی حکمت سمجھانا قرار پایا۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ	بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا
اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا	مومنوں پر کہ ان میں انہیں
مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ	میں ایک رسول بھیجا۔ جو ان پر
اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ ٥	اس کی آیتیں پڑھتا ہے۔ اور
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ	انہیں پاک کرتا ہے۔ انہیں
٥ الخ	کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ
	ضرور اس سے پہلے گمراہی میں
	تھے۔

قرآن پاک میں ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ قرآن کی کچھ آیات محکمات ہیں۔ جنہیں آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے۔ (جیسے اوامر و نواہی) اور کچھ آیات متشابہات ہیں جنہیں سمجھنے کے لئے رَاسِخُونَ فِی الْعِلْم یعنی پختہ علم (روحانی علم) والوں سے سمجھنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے پختہ علم والے متقی حضرات ہیں۔ ھدی للمتقین ہدایت ہے متقیوں کے لئے۔

متقی حضرات اولیاء اللہ ہی ہیں۔ جو صحیح طور پر قرآن کے اسرار و رموز کو سمجھ سکتے ہیں۔ اگر علمائے ظاہر قرآن پاک کو کماحقہٗ سمجھ لیتے تو اتنے فرقے نہ بنتے۔ اتنے زیادہ فرقے بننے کی یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ قرآن کو بجا طور پر سمجھ ہی نہ سکے۔ اس لئے علمائے باطن اولیاء اللہ ہی صحیح معنوں میں وارث مصلیٰ اور وارث انبیاءؑ ہیں۔ ان سے ہی قرآن کے اسرار و رموز حاصل

ہو سکتے ہیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے قرآن عظیم کو نازل فرمایا۔ ارشاد فرمایا! تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ اس قرآن میں ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ کوئی ایسی بات نہیں جو قرآن عزیز میں موجود نہ ہو لیکن ساتھ ہی فرمایا! وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ٥ اسے علماء (باطن) ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے عوام کو علماء۔ علماء کو آئمہ ولایت ۔ آئمہ ولایت کو سرور کائنات خاتم رسالت ﷺ کی طرف رجوع کی ضرورت ہو گی اللہ تبارک تعالیٰ نے ارشاد فرمایا!

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ٥ ذکر والوں سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے۔

مطلب یہ ہوا کہ اگر کسی مسئلہ شرعی (آیات محکمات) کی تصدیق و تحقیق مطلوب ہے تو علمائے مجتہدین کی جانب رخ کرو اور اگر (آیات متشابہات) مسئلہ طریقت و علوم مکاشفہ کا حل چاہتے ہو تو اصحاب کشف، اہل اللہ، پیران عظام اور اولیائے کرام کی خدمت میں جاؤ۔ کیونکہ یہ حضرات اہل ذکر ہیں یہ ہی قرآن کو صحیح طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ کیونکہ ظاہری علم والے یونہی از خود کتاب اللہ یعنی قرآن عزیز کو سمجھنے پر قادر نہیں ہیں۔ اس لئے اس کے متصل ہی فرمایا!

وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ ٥

اے محبوب ﷺ ہم نے آپ کے پاس ذکر (قرآن) اس لئے اتارا ہے کہ آپ ﷺ لوگوں سے پوری شرح اور وضاحت سے بیان کر دیں۔ اس چیز کو جو ان کی طرف اتاری گئی۔

اللہ تعالیٰ ان دو آیات مقدسہ کے باہم ربط اور اتصال سے فہم کلام الٰہی کا سلسلہ منظم فرمارہا ہے۔ کہ اے عوام (بے علم لوگو) تم کلام علماء کی طرف رجوع کرو اور اے عالمو تم آئمہ ولایت کے کلام کو دیکھو اور اے آئمہ ولایت تم ہمارے رسول مقبول ﷺ کے کلام کو ملاحظہ کرو۔ تو تمہیں ہمارا کلام سمجھ میں آئے۔ کسی شخص نے ہم سے کہا کہ قرآن پاک میں آیا ہے۔

لَوۡ اَنۡزَلۡنَا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيۡتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنۡ خَشۡيَةِ اللّٰهِ

اگر ہم اس قرآن کو پہاڑوں پر نازل فرماتے تو وہ خوف الٰہی سے ریزہ ریزہ ہو جاتے۔

اگر آج ہم قرآن پاک کے نسخے اٹھا کر پہاڑ پر رکھ دیں، تو وہ جنبش تک بھی نہیں کریں گے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ ہم نے کہا! "قرآن کے نزول کے وقت تجلی کا بھی نزول ہوتا تھا۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کوہ طور پہاڑ جل گیا تھا۔ وہ تجلی کا اثر تھا مگر حضرت موسیٰؑ دیدار میں محو تھے۔ دنیا سے بے ہوش

ہو گئے۔ نزول وحی کے وقت یہی کیفیت حضور سید عالم ﷺ پر ہوا کرتی تھی کیونکہ قرآن کے نسخوں میں الفاظ قرآن ہیں اور اولیاء اللہ کے سینے (دل) اسرار و تجلیات الٰہی کے گنجینے ہیں۔ سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں!

جنہاں شوہ الف تھیں پایا اوہ پھول قرآن نہ پڑھدے ہو
اوہ مارن دم محبت والا دور ہویو نے پردے ہو
دوزخ بہشت غلام تنہا ندے چاکیتو نے بردے ہو
میں قربان تنہاں تے باہو جیہڑے وحدت دیوچ وڑدے ہو

یعنی جن عارفان کامل نے محبوب حقیقی کو اسم اللہ کی الف میں پایا ہے وہ تو حافظ و مفسر قرآن بن گئے ہیں۔ انہیں قرآن پاک کھول کہ پڑھنے کی احتیاج نہیں ہے. عارف کامل پر تمام علوم قران منکشف ہوتے ہیں۔ حضرت سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں! "یہ معمہ لسان الغیب ہے کہ قرآن شریف کو بغیر زبان کے پڑھنا، بغیر ظاہری آنکھ کے دیکھنا اور مکان لاہوت میں پہنچنا۔ اس بارے میں احمق و پریشان لوگوں کے سامنے بیان دینے کی کیا ضرورت ہے"۔

پھر فرماتے ہیں! "دونوں جہان علم قرآن کی قید میں ہیں اور علم قرآن کلمہ طیبہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی طے میں ہے اور کلمہ طیبہ اسم اللہ ذات کی طے میں ہے. کلمہ طیبہ اور اسم اللہ ذات سارے وجود کو یکبارگی پاک اور پاکیزہ بنا دیتا ہے اور وجود سے پردہ اٹھا کر دیدار سے مشرف

کر دیتا ہے۔ اس پر تو تعجب نہ کر کیونکہ علم غیب۔ غیب (اللہ) تک پہنچاتا ہے"۔ علم اللہ کافی ہے۔ باقی ہوس ہے۔ ہر کہ سوائے اللہ طلب کند اہل ہوس۔ جو کوئی بغیر اللہ کے طلب کرتا ہے وہ اہل ہوس میں سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مَنۡ لَّهُ الۡمَوۡلٰي فَلَهُ الۡكُلُّ جس کا اللہ ہے اس کا سب کچھ ہے۔ اس لئے مقامات بہشت دوزخ سب اس کے غلام ہیں۔ نیز سلطان العارفین فرماتے۔ "فقیر وہ ہے جو عشق وحدانیت میں فنا ہوتا ہے۔" میاں محمد بخشؒ فرماتے ہیں!

جے کوئی غرق نہ ہویا بھائی وحدت دے دریا وے
کی ہویا جے آدم دسدا لیک نہ مرد کہاوے

الٓمّٓ

ایک دفعہ کسی آدمی نے ہم سے کہا کہ الم کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ ہم نے اس سے پوچھا۔ کیا یہ قرآن کے آخر میں ہے؟ وہ کہنے لگا کہ نہیں حضور یہ تو قرآن پاک کے شروع میں ہے۔ ہم نے اسے سمجھایا کہ جو قرآن کو شروع سے ہی نہ سمجھ سکا وہ آگے کیا سمجھے گا۔ فرمایا! اس سے آگے کیا آیت ہے۔ ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ "کوئی شک نہیں اس کتاب میں ہدایت ہے متقیوں کیلئے" جس چیز کو کوئی بھی نہ سمجھ سکے۔ اس کا نازل کیا جانا عبث و بے کار ہے۔ لہذا یہ حروف مقطعات قرآن کے اسرار ور موز ہیں۔ انہیں ہر آدمی نہیں سمجھ سکتا۔ انہیں متقی حضرات ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اس کے اسرار ور موز ان کے قلب پر القاء ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے واسطے سے بعض مقرب بندوں کو اس سے آگاہ فرما دیتا ہے۔

تصوف

حدیث جبرئیل

ایک مرتبہ حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ صحابہ کرام کی جماعت کے ساتھ جلوہ فرما تھے کہ حضرت جبرئیلؑ آدمی کی صورت میں تشریف لائے اور آپ کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھ گئے۔ اور چند سوالات عرض کئے۔

جن میں پہلا سوال ایمان کے متعلق تھا دوسرا اسلام کے متعلق اور تیسرا احسان کے متعلق

قَالَ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِحْسَانِ قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ قَالَ لِیْ یَا عُمَرُ اَتَدْرِیْ مَنِ السَّائِلُ قُلْتُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّہٗ جِبْرِیْلُ اَتَاکُمْ یُعَلِّمُکُمْ دِیْنَکُمْ

(مشکوٰۃ۔ کتاب الایمان)

جبرئیل نے کہا مجھے احسان کے متعلق بتائے رسول خدا ﷺ نے فرمایا اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے پس اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے ضرور دیکھ رہا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا اے عمر! کیا تم جانتے ہو سائل کون تھا

میں نے عرض کیا اللہ اور اسکا
رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں
فرمایا یہ جبرئیلؑ تھے تمہیں تمہارا
دین سکھانے آئے تھے۔

اس حدیث کی شرح میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے امام مالک کا
قول نقل کیا ہے۔

قَالَ الْإِمَامُ مَالِكٌ مَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتَفَقَّهْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ

وَمَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ يَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ

امام مالک نے فرمایا جس نے فقہ
کے بغیر تصوف حاصل کیا وہ
زندیق ہوا اور جس نے تصوف
سیکھے بغیر فقہ کا علم حاصل کیا وہ
فاسق ہوا اور جس نے دونوں کو
جمع کیا وہ محقق ہوا۔

خوب سمجھ لو کہ دین کی بنیاد اور اسکی تکمیل کا انحصار فقہ کلام اور
تصوف پر ہے اور اس حدیث میں تینوں کا بیان ہوا۔ اسلام سے مراد فقہ ہے
کیونکہ اس میں شریعت کے احکام اور اعمال کا بیان ہے۔ اور ایمان سے مراد
عقاید ہیں جو علم کلام کے مسائل ہیں اور احسان سے مراد تصوف ہے جو
صدق دل سے توجہ الی اللہ سے عبارت ہے۔ مشائخ طریقت کے تمام
ارشادات کا حاصل یہی احسان ہے تصوف اور کلام لازم و ملزوم ہیں کیونکہ

تصوف بغیر کلام کے اور فقہ بغیر تصوف کے بے معنی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے احکام فقہ کے بغیر معلوم نہیں ہوتے اور فقہ بغیر تصوف کے کامل نہیں ہوتی کیونکہ کوئی عمل بغیر اخلاص نیت کے مقبول نہیں اور یہ دونوں ایمان کے بغیر بے کار ہیں ان کی مثال روح اور جسم کی ہے کہ ایک دوسرے کے بغیر ناتمام رہتے ہیں۔

عالم جب تک تصوف و سلوک سے بے بہرہ ہے نہ وارث رسول ﷺ اور نہ نائب رسول۔ خلیفہ رسول ﷺ صرف وہ شخص ہوگا جس نے دین کے تینوں شعبے جمع کیے ہوں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو یاد کیا ہو اور قوانین عمل سلوک اور تربیت سالکین میں کوشش کی ہو (تفہیمات الٰہیہ)

تصوف پر اعتراض

تصوف پر بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے زمانے میں تصوف کا کوئی وجود نہیں تھا اس لئے یہ غیر اسلامی ہے یہ لوگ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے زمانے میں تو علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ، علم معانی، علم بیان اور علم صرف نحو کا بھی کوئی نام نہیں تھا۔ بلکہ یہ تمام علوم بعد میں تابعین اور تبع تابعین وغیرہ کے زمانے میں مرتب و مدون ہوئے ہیں تو کیا یہ علوم بھی غیر اسلامی ہیں؟

بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانے میں تمام حضرات جہاد میں مصروف تھے اور ان علوم و فنون کو با قاعدہ علوم کی صورت میں مرتب کرنے کا ان کے پاس وقت نہیں تھا۔ لیکن چونکہ قرآن و حدیث میں تصوف اور طریقت سمیت ان تمام علوم کے تخم موجود تھے بعد میں جب مسلمانوں کو جہاد سے فراغت حاصل ہوئی تو مختلف طبائع اور مختلف استعداد کے لوگوں نے اپنی طبیعت اور اپنی قابلیت کے مطابق مختلف علوم و فنون کی طرف توجہ کی اور ان کے قواعد و ضوابط مقرر کر کے با قاعدہ علوم کی شکل میں مرتب کیا چنانچہ جن حضرات نے قرآن مجید کی تشریح میں زور لگایا وہ مفسرین کے نام سے مشہور ہوئے جنہوں نے علم حدیث مرتب کیا محدث کہلائے۔ جن حضرات نے فقہ کے مسائل کی طرف توجہ کی وہ فقیہ کے نام سے مشہور ہوئے اور جن حضرات نے روحانیت یعنی قرب الی اللہ اور معرفت حق کی طرف توجہ کی وہ اولیاء اور عارفین کے نام سے مشہور ہو گئے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو حضرات ایک علم کو لیکر بیٹھ گئے وہ دوسرے علوم سے ناواقف تھے ہر گز نہیں مطلب یہ ہے کہ اگرچہ ان کو کمال صرف ایک علم میں حاصل ہوا جس کی وجہ سے ان کو شہرت حاصل ہوئی لیکن مسلمان ہونے کی حیثیت سے وہ تمام اسلامی علوم اور عقاید و مسائل سے بخوبی واقف تھے۔

تصوف کا حصول فرض عین ہے

قاضی ثناءاللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں

صوفیائے کرام جس علم کو لدنی کہتے ہیں اس کا حصول فرض عین ہے کیونکہ اس کا ثمرہ صفائی قلب ہے۔ غیر اللہ کے شغل سے اور قلب کا مشغول ہونا ہے دوام حضور سے اور تزکیہ نفس ہے۔ رزائل اخلاق (برے ناپسندیدہ اخلاق) سے جیسے عجب، تکبر، حسد، حب دنیا، حب جاہ، عبادات میں سستی، شہوات نفسانی، ریا سمعہ وغیرہ اور اس کا ثمرہ فضائل اخلاق سے متصف ہونا ہے جیسے توبہ من المعاصی (گناہوں سے توبہ) رضا بالقضاء شکر نعمت اور مصیبت میں صبر وغیرہ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تمام امور مومن کے لئے اعضاء و جوارح کے گناہوں سے بھی زیادہ شدت سے حرام ہیں اور نماز، روزہ، اور زکوۃ سے زیادہ اہم فرائض ہیں کیونکہ ہر وہ عبادت جو خلوص نیت سے نہ ہو وہ بے فائدہ ہے اور خلوص ہی کا نام تصوف ہے۔

امام غزالیؒ

وَكَذٰلِكَ يَفْتَرِضُ عَلَيْهِ عِلْمُ اَحْوَالِ الْقَلْبِ مِنَ التَّوَكُّلِ وَالْخَشْيَةِ وَالرِّضَاءِ

(جیسے باقی علوم فرض ہیں) اس طرح علم سلوک بھی فرض ہے جو علم احوال قلب ہے جیسے توکل۔ خشیت رضا بالقضاء

مولانا اشرف علی تھانوی

جو کہ اکابر علمائے دیوبند سے ہیں التکشف عن مہمات التصوف میں تعلیم تصوف کو فرض عین قرار دیتے ہیں۔

فیض الباری شرح بخاری میں ہے۔ احسان منقسم ہے حال صوفیہ اور علم پر کیونکہ قلب سے حق کا مشاہدہ کرنا گویا سالک نے آنکھوں سے دیکھا یہ ایک حالت ہے جو اس صوفی سالک کی صفت قائمہ ہے اور ظاہر ہے کہ حالت علم نہیں۔

دیوبند حضرات کے پیر مولانا اللہ یار خان صاحب فرماتے ہیں کہ فیض الباری کی عبارت سے ظاہر ہے کہ احسان یا تصوف و سلوک صرف علم کا نام نہیں اس لئے اس علم کے پڑھ لینے سے آدمی عارف باللہ نہیں بن جائیگا جیسے کسی شخص کو نماز روزہ اور حج کے مسائل کا علم ہو تو محض علم ہونے سے وہ نہ نمازی بن گیا نہ صائم نہ حاجی یہ تو اعمال ہیں جن کا تعلق محض علم سے نہیں بلکہ کرنے سے ہے اسی طرح تصوف و سلوک حال اور کیفیات ہیں۔ جو شیخ کے سینے سے نکل کر سالک کے قلب کو منور کرتی ہے ان احوال اور کیفیات کے لئے واضع نے کوئی الفاظ وضع نہیں کیے۔ کتب تصوف سے تصوف و سلوک کے متعلق علم کی حد تک رہنمائی مل سکتی ہے لیکن وہ احوال و کیفیات جو اصل مطلوب ہے وہ شیخ کامل کی توجہ کے بغیر ممکن نہیں۔

مزید فرماتے ہیں تصوف وسلوک کا انکار علم یا استدلال پر مبنی نہیں ہے بلکہ جہالت، ضد، یا عناد پر مبنی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کی بیسیوں آیات تصوف کی اصل اور بنیاد ہیں۔

فرماتے ہیں۔ اسلامی عقاید فقہی جزئیات، اخلاق اور عبادات اسلام کا قالب ہے مگر اس کا قلب اور روح اخلاص واحسان یعنی تصوف وسلوک ہے مثلاً تمام فقہا نے لکھا ہے کہ غیبت سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ یعنی اس عبادت کا قالب مجروح نہیں ہوتا اور قانون اور ضابطے کی رو سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ مگر صحیح حدیث میں موجود ہے کہ روزہ کی روح غیبت سے نکل جاتی ہے۔ ظاہر ہے جیسے جسد بے روح بے کار ہے اسی طرح جس روزہ سے روح نکل گئی اس کی حیثیت کیا رہ گئی؟ یہ حقیقت تصوف سے ہی حاصل ہو سکتی ہے اس لئے مولوی علم ہے اور صوفی عمل ہے مولوی قالب ہے اور صوفی قلب ہے مولوی جن اعمال کی سزا و جزا آخرت میں دیکھے گا صوفی دنیوی زندگی میں برزخ کے حالات دیکھتا ہے مولوی جو چیزیں خواب میں دیکھتا ہے صوفی عالم بیداری میں بذریعہ کشف دیکھتا ہے۔ اس لئے صوفی کو ایک طرح کی ملائکہ سے مشابہت ہے جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

حضرت جابرؓ سے اہل جنت کے متعلق روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ان پر تسبیح و تہلیل انعام کی جائے گی جیسے سانس لینا تمہاری فطرت میں رکھ دیا گیا ہے۔ یہی حدیث سانس سے ذکر کرنے کی اصل ہے اور اس کا

ثبوت بھی ہے۔ تحفۃ القاری ۱:۱۲۱

حدیث جبرئیلؑ تین علوم پر دلالت کرتی ہے اول عقائد یہ علم کلام ہے۔ دوسرا حلال و حرام اور احکام کی معرفت، یہ فقہ ہے۔ تیسرا مکاشفات اور مراقبات کا علم یہ علم تصوف ہے تینوں کے مجموعے کا نام دین ہے اور احسان تصوف کی اصل ہے اس سے مراد صدق دل توجہ یا اخلاص ہے۔

حدیث جبرئیلؑ کی تاریخی حیثیت اس حدیث کی اہمیت میں اور بھی اضافہ کرتی ہے جبرئیلؑ کا انسانی صورت میں آکر یہ کلام کرنا اس زمانے کا واقعہ ہے جب حضور اکرم ﷺ حجۃ الوداع سے واپس آچکے تھے گویا حضور ﷺ کی عمر شریف کے آخری حصہ میں یہ واقعہ پیش آیا اس وقت دین اسلام کی تکمیل ہو چکی تھی احکام نازل ہو چکے تھے گویا ایک ہی مجلس میں دین کا خلاصہ جبرئیلؑ کی زبانی سنوا کر حضور ﷺ کی زبان حق ترجمان سے یہ کہلوادیا کہ اَتَاکُمْ یُعَلِّمُکُمْ دِیْنَکُمْ گویا حدیث جبرئیلؑ کا مقصد یعنی مجلس واحد میں احکام دین کو مضبوط اور پختہ کرنے کے لئے دین کا خلاصہ حضور ﷺ کے سامنے پیش کر دیا۔ کہ دین مرکب ہے تین امور سے جیسے مغرب کی نماز میں تین رکعتیں ہوتی ہیں اگر کسی شخص نے دو رکعتیں پڑھ لیں مگر تیسری چھوڑ دی تو اس کی نماز نہ ہوگی اسی طرح جب تصوف کو چھوڑ دیا، تو دین کا تیسرا حصہ چھوڑ دیا ظاہر ہے کہ تکمیل دین نہیں ہوئی جہاں تک تصوف کا تعلق ہے لوگ دو قسم کے پائے جاتے ہیں اول وہ جو تارک تصوف ہیں انکی

حیثیت ایسی ہے جیسے کوئی تاریک صلوٰۃ ہو۔ ایسے شخص کو فاسق کہتے ہیں مگر جو منکر تصوف ہو اس نے تو دین کے تہائی حصے کا انکار کر دیا اور جز کا انکار کل کا انکار ہوتا ہے تو ایسے شخص کے متعلق اس کے بغیر کیا کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دے۔

حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں۔

تصوف کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر ہے۔

سخاوت ، رضا، صبر، اشارہ، غربت، صوف کے کپڑے پہننا، سیاحت اور فقر۔

یہ آٹھ خصلتیں آٹھ نبیوںؑ کی اقتدا میں ہیں۔

(۱) سخاوت حضرت ابراہیمؑ سے کہ آپ نے فرزند کو فدا کیا اور

(۲) رضا حضرت اسماعیلؑ سے کہ بوقت قربانی اپنی رضا دی اور اپنی جان عزیز پیش کی اور (۳) صبر حضرت ایوبؑ سے کہ بے پایاں بلاؤں پر صبر فرمایا۔ اور خدا کی فرستادہ آزمائشوں پر ثابت رہے (۴) اشارہ حضرت زکریاؑ سے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا اَنْ لَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا (آپ تین دن لوگوں سے کلام نہ فرمائیں گے) اور اسی سلسلہ میں ارشاد باری ہے۔ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِیًّا (جب انہوں نے اپنے رب کو آہستہ پکارا) اور (۵) غربت حضرت یحییٰؑ سے کہ وہ اپنے وطن میں مسافروں کی طرح رہے کہ

اپنے خاندان میں رہتے ہوئے اپنوں سے بیگانہ رہے اور (۶) صوف کا لباس پہننا حضرت موسیٰؑ سے کہ انہوں نے اونی کپڑے پہنے اور (۷) سیاحت حضرت عیسیٰؑ سے کہ وہ اپنی سیاحت میں یکہ و تنہا مجردوں کی مانند رہے کہ بجز ایک پیالہ اور کنگھی کے نہ رکھا۔ جب انہوں نے کسی کو دیکھا کہ انگلیوں سے بالوں میں خلال کر رہا ہے تو کنگھی بھی توڑ دی اور (۸) فقر حضور سید عالم محمد رسول اللہ ﷺ سے کہ باوجود اس کے کہ حق تعالیٰ نے روئے زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں آپ کو مرحمت فرمائیں اور فرمایا کہ خود کو مشقت میں نہ ڈالیں۔ آپ ﷺ ان خزانوں کو استعمال فرما کر آرائش اختیار فرمائیں۔ بارگاہ الٰہی میں آپ ﷺ نے عرض کیا۔ اے خدا مجھے اس کی حاجت نہیں۔ میری خواہش تو یہی ہے کہ ایک روز شکم سیر رہوں تو دو روز فاقہ کروں۔

حصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے جو معدوم ہونے کے بعد ہستی کی تمنا نہیں کرتا اور موجود ہونے کے بعد معدوم ہونے کی خواہش نہیں کرتا مطلب یہ کہ وہ جو کچھ پاتا ہے اسے کسی حال میں گم نہیں کرتا اور جو چیز گم ہو جائے اسے کسی حال میں پانے کی کوشش نہیں کرتا اس کلام کا مفہوم و مقصد یہ ہے کہ اسکی بشریت پورے طور پر ساقط ہو کر جسمانی مشاہدات حق تعالیٰ میں غرق ہو جائیں۔ اور اس کا علاقہ تمام سے منقطع ہو جائے۔ تاکہ بشری اسرار کسی کے حق میں ظاہر نہ ہوں یہاں تک کہ اس

کے تمام متفرقات اپنی ذات میں جمع ہو جائیں اور خود بخود قیام پالیں۔

یہ صورت حال دو نبیوں میں ظاہر ہوئی ایک حضرت موسیٰؑ سے کہ انکے وجود میں عدم (نفی) نہ تھا یہاں تک کہ دعا کی

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ — اے اللہ مجھے شرح صدر عطا فرما (میرا سینہ کھول دے) اور میرا معاملہ مجھ پر آسان کر دے۔

اور دوسری ذات مبارک ہمارے رسول مکرم ﷺ کی ہے کہ آپ کے عدم میں وجود نہ تھا ارشاد باری ہے اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ کیا ہم نے آپ ﷺ کے لئے شرح صدر نہ فرمایا۔ (آپ ﷺ کا سینہ مبارک نہ کھول دیا)

ایک نبیؑ نے تو آرائش چاہی اور زینت طلب کی اور دوسرے ﷺ کو حق تعالیٰ نے خود آرائش و زینت بخشی مگر انہوں نے پسند نہ فرمائی۔

صوفی

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ	رحمٰن کے وہی بندے ہیں جو
یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا	زمین پر تواضع سے چلتے ہیں اور
خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ	جب انہیں جاہل لوگ پکارتے
قَالُوْا سَلَامًا	ہیں تو وہ سلام کہتے ہیں۔

رسول کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں

مَنْ سَمِعَ صَوْتَ اَهْلِ	جو صوفیائے کرام کی آواز سنے
التَّصَوُّفِ فَلَا یُؤَمِّنُ	پھر ان کی پکار قبول نہ کرے تو
عَلٰی دُعَاءِهِمْ كُتِبَ	وہ اللہ کے نزدیک غافلوں میں
عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْغَافِلِیْنَ ٥	لکھا گیا۔

(کشف المحجوب)

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں۔۔

لوگوں نے اس اسم کی تحقیق میں بہت کچھ لکھا ہے چنانچہ ان میں سے ایک جماعت کہتی ہے کہ صوفی کو صوفی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ صوف

یعنی اون کا کپڑا پہنتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ صوفی کو اس لئے صوفی کہتے ہیں کہ یہ حضرات اصحابؓ صفہ کی قائمقامی کرتے ہیں۔

پس ہر حالت میں صفائے باطن و ظاہر محمود و پسندیدہ ہے صوفیائے کرام چونکہ اپنے اخلاق و معاملات کو مہذب و پاکیزہ بنا کر طبعی آفتوں سے نفرت کرتے ہیں اس بنا پر انہیں صوفی کہتے ہیں۔

صوفی مانند مطہر پانی کے ہے جو خود بھی پاک ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی پاک کر دیتا ہے دودھ طاہر یعنی خود پاک ہوتا ہے مگر آدمی کو پاک نہیں کر سکتا مطہر پانی جو کہ خود بھی پاک ہوتا ہے اور ناپاک آدمی کو بھی پاک کر دیتا ہے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں۔

صوفی وہ ہے کہ جب بات کرے تو اس کا بیان اپنے حال کے حقائق کے اظہار میں ہوتا ہے مطلب یہ کہ وہ کوئی ایسی بات نہیں کہتا جو خود اس میں موجود نہ ہو۔ جب بولتا ہے تو اس کی ہر بات حق ہوتی ہے اور جب خاموش ہوتا ہے تو اس کا ہر فعل فقر ہوتا ہے

حضرت ابوالحسن نوریؒ فرماتے ہیں۔

صوفیائے کرام کا وہ گروہ ہے جن کی جانیں کدورت بشریہ سے آزاد اور آفت نفسانیہ سے پاک اور صاف ہو کر آرزو تمنا سے بے نیاز ہو گئی ہیں یہاں تک کہ حق تعالیٰ کے حضور بلند درجہ اور صف اول میں آرام گستر ہیں

اور ماسوا اللہ سے وہ مکمل کنارہ کش ہو چکے ہیں۔

حضرت محمد بن علی بن امام حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں۔

تصوف پاکیزہ اخلاق کا نام ہے۔ پس جو زیادہ پاکیزہ اخلاق ہو وہ زیادہ صوفی ہے نیک خوئی یعنی پاکیزہ اخلاق کی دو قسمیں ہیں۔ ایک حق تعالیٰ کے ساتھ دوسرے خلق کے ساتھ۔ حق تعالیٰ کے ساتھ نیک خوئی یہ ہے کہ اس کی قضاء و قدر پر راضی رہے اور مخلوق کے ساتھ نیک خوئی یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی رضا کی خاطر مخلوق کی صحبت کا بوجھ اٹھائے۔

حضرت علی بن بندار فرماتے ہیں

تصوف یہ ہے کہ صوفیؒ اپنے ظاہر و باطن کو نہ دیکھے اور سراسر حق کو دیکھے۔

حضرت مرتعشؒ فرماتے ہیں

اَلتَّصَوُّفُ حُسْنُ الْخُلُقِ — تصوف نیک خصلت کا نام ہے

اس کی تین قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے احکام یعنی امر و نہی کو بغیر ریاء کے ادا کرنا ہے۔ دوسرے یہ کہ خلق میں سے بڑوں کی عزت و تعظیم اور چھوٹوں پر شفقت و مہربانی اور برابر والوں سے حق و انصاف کرنا۔ پھر انصاف کرنے میں کسی بدلے و عوض کے خواستگار نہ ہونا۔ تیسری قسم اپنی ذات سے متعلق ہے یعنی یہ کہ نفس و شیطان کی پیروی و متابعت نہ

کرے۔ جس نے بھی اپنی ذات کو ان تینوں قسموں میں درست کر لیا وہ نیک خصلتوں کا خوگر بن گیا۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری کا ارشاد ہے

حضرت سہل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں صوفی وہ ہے جو کدورت سے صاف فکر سے خالی (یعنی دنیا کے فکر سے خالی) اور اللہ کے لئے انسانوں سے منقطع ہو اور جس کی نظر میں سونا اور مٹی برابر ہو۔ بعض ارباب تصوف سے جب اس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ مخلوق کی موافقت سے دل کو صاف کرنا اخلاق طبعی سے الگ ہونا۔ صفات بشری سے سرد ہو جانا نفسیاتی خواہشات سے الگ تھلگ ہو جانا، صفات روحانیہ کی منزل بننا، علوم حقیقیہ سے تعلق پیدا کرنا اور شریعت میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کرنے کا نام تصوف ہے

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں۔

کہ صوفی زمین کی مثال ہے کہ اس پر ہر بری چیز ڈال دیتے ہیں۔ لیکن اس میں سے جو چیز نکلتی ہے وہ اچھی ہوتی ہے اور یہ قول بھی حضرت جیند کا ہے کہ صوفی مانند زمین کے ہے جسے نیک وبد ہر کوئی روندتا ہے اور وہ ابر (بادل) کی مانند ہے کہ ہر ایک پر سایہ فگن ہوتا ہے اور بارش کی طرح ہے کہ ہر ایک کو سیراب کرتا ہے

حضرت ذوالنون مصریؒ کو ایک عورت کا جواب

حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ میں نے سواحل شام میں کسی جگہ ایک خاتون کو دیکھا میں نے اس خاتون سے دریافت کیا کہ بی بی تم کہاں سے آئی ہو۔ اس خاتون نے جواب دیا کہ میں ان لوگوں کے پاس سے آئی ہوں۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ

جو خواب گاہوں کو اپنے پہلوؤں سے الگ رکھتے ہیں۔

یہ سن کر میں نے کہا تم کو کہاں جانا ہے؟ تو خاتون نے جواب دیا۔ کہ ان لوگوں کے پاس جن کے بارے میں ارشاد ربانی ہے

لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ٥

جن کو اللہ کے ذکر سے نہ تجارت روکتی ہے اور نہ خرید و فروخت کھیل میں ڈالتی ہے یہ سن کر میں نے کہا ان حضرات کی کچھ صفات بیان کرو تو اس خاتون نے یہ شعر پڑھے۔

ارادے ان کے سارے اپنے خالق سے ہیں وابستہ
نہیں ایسے وہ دوں ہمت کے جوڑیں غیر سے رشتہ

پس ان کا آقا و مولیٰ ہی ایک مقصود ہے ان کا
ہے ان کا مقصد و مطلب خدائے واحد و یکتا

نہیں دنیا سے مطلب کیا نزاع ہے کیسا ہے جھگڑا
لذائذ سے نہ کچھ مطلب نہ کچھ اولاد کا دھڑکا

لباس فاخرہ کی آرزو دل میں نہیں مطلق
خوشی اور غم سے بالا ہے جو اس کوچے میں ہے آیا

صوفی اور صوفی سے مشابہ افراد

حدیث شریف میں ہے۔

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُ جس قوم کی مشابہت کرو گے اسی کے ساتھ اٹھائے جاؤ گے

حضرت سیدنا شیخ شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ ابو النجیب سہروردیؒ نے اپنے مشائخ کی اسناد کے ساتھ انس بن مالکؓ سے مروی یہ حدیث بیان کی کہ ایک شخص رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ قیامت کب آئے گی؟ رسول خدا ﷺ (اس شخص کو جواب دیئے بغیر) نماز کے لئے کھڑے ہوگئے۔ جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا وہ سائل کہاں ہے؟ اس شخص نے کہا یارسول اللہ میں حاضر ہوں! آپ نے اس سے فرمایا کہ تم نے قیامت کے لئے کیا سامان کیا ہے۔ (کچھ تیاری کی ہے) اس نے عرض کیا یا

رسول اللہ ﷺ میں زیادہ نماز اور روزہ کا سامان تو نہیں کر سکا ہوں اور عمل کثیر کی کوئی تیاری میں نے نہیں کی ہے سوائے اس کے کہ میں اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ یہ سن کر سرور کائنات ﷺ نے فرمایا۔ انسان اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس کے ساتھ وہ محبت کرتا ہے یعنی تم اسی کے ساتھ ہوگے جس سے تم محبت کرتے ہو، حضرت انس فرماتے ہیں کہ اسلام کے بعد مسلمانوں کو میں نے کبھی اتنا خوش و خرم نہیں دیکھا جس قدر وہ اس ارشاد رسول اللہ ﷺ سے مسرور ہوئے۔

مشبہ صوفی، صوفی حقیقی کے ساتھ ہوگا۔

پس وہ شخص جو صوفیاء سے مشابہ ہے یا اس نے ان سے تشبہ اختیار کیا ہے اور کسی دوسرے گروہ سے تشبہ اختیار نہیں کیا ہے اور ان کی محبت میں محو نہیں ہے۔ اگر چہ وہ ان اوصاف کے حاصل کرنے سے قاصر ہے جو صوفیا میں موجود ہیں تو وہ بھی صوفیا کے ساتھ ہوگا اس لئے کہ مشبہ کو صوفیا کے ساتھ ارادت و محبت ہے۔ (ہر چند کہ اس میں وہ اوصاف نہیں)

جو حدیث ہم نے بیان کی ہے اس سے واضح تر یہ حدیث ہے جسے حضرت عبادہ بن صامتؓ حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ اگر کوئی شخص کسی جماعت سے محبت تو کرتا ہے لیکن ان جیسے عمل نہیں کرتا تو اس کے ساتھ کیا

صورت پیش آئے گی؟

حضور ﷺ نے فرمایا۔ اے ابوذر تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے محبت کرتے ہو۔ یہ سن کر ابوذر نے عرض کیا کہ میں تو اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے محبت کرتے ہو۔ حضرت ابوذر نے یہی بات پھر دہرائی اور رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ وہی ارشاد فرمایا، جو پہلے ارشاد فرمایا تھا۔

مشبہ کا مقام

بہر حال جو لوگ حضرات صوفیاء سے تشابہہ رکھتے ہیں اور ان سے محبت کرتے ہیں۔ یہ ان کی اسی روحانی بیداری کا نتیجہ ہے جو صوفیاء میں موجود ہے۔ اس لئے کہ اللہ اور اللہ سے محبت رکھنے والے کاموں سے محبت رکھنا روحانی کشش ہی کا نتیجہ ہے۔ پس دونوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ مشابہ افراد کی راہ (قرب) میں نفسانی تاریکیاں حائل ہیں اور صوفی اس ظلمت روحانی سے آزاد ہو چکا ہے۔

صوفیاء اپنے مکاشفات کے باعث دوسروں سے ممتاز ہیں۔

حضرات صوفیاء کے طریق کار کا آغاز ایمان سے ہوتا ہے۔ ایمان

کے بعد علم کا درجہ ہے۔ آخر وجدان اور شوق کا پس مشبہ یہی صاحب ایمان ہے۔اس ایمان سے مراد وہ ایمان ہے جو صوفیاء کے طریقے کے مطابق ہو۔ اور یہی ایمان تصوف کی عظیم بنیاد ہے۔ حضرت جنید کا ارشاد ہے کہ ہمارے مسلک کے مطابق ایمان لانا ولایت ہے اور اسکی وجہ یہ ہی ہے کہ صوفیا اپنے احوال نادرہ، اور آثار غریبہ و عجیبہ کے باعث اکثر مخلوق کے نزدیک ممتاز ہیں اس لئے ان حضرات کو اپنے مکاشفہ کے ذریعے قضاو قدر اور علوم غریبہ کا علم ہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم عظیم اور قرب کی جانب اشارہ کیے ہیں اور ان سب باتوں پر ایمان لانا قدرت پر ایمان لانے کے مترادف ہے در حقیقت صوفیاء حضرات کے پاس اس قبیل کا علم موجود ہے پس ان کے طریقے پر وہی لوگ ایمان لائیں گے۔ جو مزید فضل خداوندی سے مختص اور مخصوص ہوں گئے۔

صوفی کو مقام مفردین حاصل ہے۔

رسول خدا ﷺ کا ارشاد ہے

سِیْرُوْا سَبَقَ الْمُفْرِدُوْنَ — چلو بڑھو کہ مفردین آگے بڑھ گئے ہیں

یہ سن کر صحابہ کرام نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ مفردین کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ مفردین ذکر الٰہی پر شیفتہ اور فریفتہ لوگ ہیں جنؒ کے بوجھ ان کے ذکر نے ان سے اتار دیئے ہیں اور قیامت کے دن وہ ہلکے پھلکے اور سبک بار آئیں گئے۔ پس صوفی انہی مفردین کے مقام میں ہیں۔ (عوارف المعارف)

فقر

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ　　اللہ ہی غنی ہے اور تم محتاج و فقیر ہو

نیز فرمایا

یٰاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اِلَی اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ　　اے لوگو ! تم اللہ کی طرف محتاج (فقیر) ہو اور اللہ ہی غنی ہے اور تم محتاج و فقیر ہو۔

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ○　　ان فقرا کے لئے جو اللہ کی راہ میں محصور ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ مجھے فقر پر فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔

حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہان کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمادیں۔ اور ہر قسم کے اختیارات وانعامات سے نوازا اور کونین کی ہر چیز کا مالک و مختار بنایا۔ مگر اس کے باوجود آپ نے فقر کو اختیار فرمایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا	اے خدا مجھے مسکینی میں زندہ
وَّ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ اَحْشُرْنِیْ	رکھ اور مسکینی میں وفات دے
فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ	اور مسکینوں کے ساتھ مجھے اٹھا۔

نیز آپ کا ارشاد ہے کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا:

اُدْنُوْمِنِیْ اَحِبَّائِیْ فَیَقُوْلُ الْمَلٰئِکَۃُ	میرے محبوبوں کو میرے
مَنْ اَحِبَّاءُکَ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ	قریب کرو۔ فرشتے عرض
فُقَرَاءُ الْمَسَاکِیْنَ ٥	کریں گے کون تیرے محبوب ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ مسکین فقراء ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

یَدْخُلُ فُقَرَاءُ اُمَّتِی الْجَنَّۃَ	میرے امت کے فقراء جنت
قَبْلَ الْاَغْنِیَاءِ نِصْفِ	میں دولت مندوں سے نصف
یَوْمٍ وَّھُوَ خَمْسُمِائَۃِ عَامٍ ٥	یوم بیشتر داخل ہوں گے اور یہ نصف یوم پانچ سو برس کا ہے۔

حضرت امام غزالیؒ نے نقل کیا ہے کہ انبیاءؑ میں سے حضرت سلیمانؑ سب نبیوں سے بعد جنت میں داخل ہوں گے کیونکہ وہ سب سے زیادہ مالدار تھے۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین میں سے حضرت

عبدالرحمان بن عوفؓ سب سے بعد جنت میں داخل ہوں گے کیونکہ وہ صحابہ میں سب سے زیادہ مالدار تھے۔

یہ تو ان مقدس ہستیوں کے بارے میں ہے جو اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور اس کے احکامات پر عمل کرنے والے اور اسکی راہ میں خرچ کرنے والے ہیں تو جو لوگ مالدار ہونے کے ساتھ ساتھ اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے یا ناجائز جگھوں پر خرچ کرتے ہیں ان کا کیا حال ہوگا۔

مسجد نبوی شریف میں فقرا کی ایک جماعت رہتی تھی جو تمام کائنات سے کنارہ کش ہو کر اپنی روزی اللہ تعالیٰ کی عطا پر بھروسہ و توکل کئے ہوئے بیٹھ گئے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک حضرت محمد ﷺ کو ان کے ساتھ بیٹھنے اور انکی دلجوئی کا حکم فرمایا۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ

اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام اس کی رضا چاہتے ہیں۔

ایک دفعہ کفار کے سردار حضور ﷺ کے خدمت میں حاضر ہوئے دیکھا کہ آپ کے اردگرد غربا اور مساکین کا ہجوم ہے۔ بولے کہ ہم کو ان فقراء مساکین کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے شرم آتی ہے اگر آپ انہیں اپنی مجلس شریف سے نکال دیں تو ہم آپ کی خدمت میں حاضر رہیں۔ ہم ہی نہیں بلکہ بہت خلقت ایمان قبول کرے گی۔ مگر حضور ﷺ نے قبول نہ فرمایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فقراء کا درجہ بہت زیادہ ہے۔

نیز فرمایا۔

اور تمھاری آنکھیں انہیں (یعنی فقرا کو) چھوڑ کر (ان مالداروں) پر نہ پڑیں کیا تم دنیا کی زندگی کا سنگھار چاہو گے اور اس کا کہانہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا۔ اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا۔ اس کا کام حد سے گذر گیا اور فرما دو (ان کفار مالداروں کو) حق تمھارے رب کی طرف سے ہے جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔ بے شک ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے۔

یعنی اس آیہ مبارکہ میں یہ فرمایا گیا کہ آپ ان فقرا کو چھوڑ کر اگر ان مالداروں کی طرف متوجہ ہو گئے تو اُن کے دلوں پر کیا گزرے گی یہ تو صرف آپ کی زیارت کے مشتاق رہتے ہیں۔ اور ان مالداروں کو فرما دو کہ تمھاری وجہ سے ان فقرا کو دور نہیں کیا جائے گا۔ تم چاہے ایمان لاؤ یا نہ لاؤ چونکہ تم کو غربا کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے شرم آتی ہے اور جنت فقرا کی جگہ ہے۔ لہذا تمہیں دوزخ میں رکھا جائے گا۔ جہاں سردار ہی سردار ہوں گے۔

ان آیات مقدسہ کے نزول کے بعد حضور سید عالم ﷺ جس جگہ بھی ان فقرا میں سے کسی ایک کو ملاحظہ فرماتے تو آپ فرماتے میرے ماں باپ قربان یہ وہ حضرات ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے تاکید فرمائی۔

پس اللہ تعالیٰ نے فقر کو بہت بڑا مرتبہ عطا فرمایا ہے اور فقرا کو

خاص منزل مرحمت فرمائی ہے یہاں تک کہ انہوں نے اسباب ظاہری و باطنی کو ترک کر کے مکمل طور پر مسبب الاسباب یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو گئے۔اب انکا فقر ان کے لئے باعث فخر بن گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اَلْفَقْرُ عِزٌّ لِاَهْلِهٖ فقر اس کے اہل کے لئے موجب عزت ہے۔ فقر کی عزت اس میں ہے کہ وہ اپنے اعضاء کو ذلیل حرکتوں سے بچائے اور اپنے حال کو خلل سے محفوظ رکھے نہ بدن معصیت و لغزش میں پڑے اور نہ ہی اپنی جان پر آفت راہ پائے۔ اس کی ظاہری حالت نعمتوں میں مستغرق ہو اور اس کا باطن باطنی نعمتوں سے آراستہ ہو۔ تاکہ اس کا جسم روحانیت اور اسکا دل ربانی انوار کا منبع ہو۔ نہ خلق کا اس سے علاقہ ہو اور نہ آدمیّت کی اس سے نسبت ہو یہاں تک کہ وہ خلق سے علاقہ رکھنے اور آدمیّت کی نسبت رکھنے سے بے نیاز و فقیر ہو۔ اور اس جہان کی ملکیت اور آخرت میں درجات کی خواہش سے دل کو تونگر نہ کرے اور یہ جانے کہ دونوں جہان اس کے فقر کی ترازو کے پلہ میں مچھر کے پر کے برابر بھی وزن نہیں رکھتے (جب فقر کی یہ حالت ہو گی تو ان کا ایک سانس بھی دونوں جہان میں سما نہیں سکتے۔)

حضرت ابو الحسن نوریؒ فرماتے ہیں:

فقیر کی تعریف یہ ہے کہ نہ ہونے کے وقت خاموش رہے۔ جب

ہو تو خرچ کرے نیز فرمایا موجودگی کے وقت پریشان ہوتا ہے یعنی نہ ہونے کی حالت میں خاموش رہتا اور راضی برضا رہتا ہے اور موجود ہونے کی صورت میں پسند کرتا ہے کہ دوسرے پر خرچ کرے۔

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں:

فقر بلا کا سمندر ہے اور تمام بلائیں عزت ہیں۔ نیز فرمایا۔ فقیر وہ ہے جو حق تعالیٰ کے سوا کسی کی پرواہ نہ کرے۔

ملفوظات نظام الدین اولیاءؒ میں ہے:

قیامت کے دن فقراء کو وہ درجے عطا ہوں گے کہ تمام خلقت اس بات کی آرزو کرے گی کہ کاش ہم دنیا میں فقیر ہوتے۔

فقر کے بارے میں حضرت سُلطان العارفین فرماتے ہیں:

واضح رہے کہ فقر دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک اختیاری ، دوسرا اضطراری۔ فقر اختیاری۔ "اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ" اس کے دو مراتب ہیں۔ ایک خزانہ دل کا تصرّف اور عنایت اور تمام دنیاوی خزانوں کا تصرّف۔ دوسرا ہدایت معرفت اور قرب الٰہی۔

فقر اضطراری والا دربدر بھیک مانگتا پھرتا ہے اور عنایت سے محروم رہتا ہے۔ اس میں دن بھر فقر کی شکایت کرتا پھرتا ہے۔ فقر اضطراری ہی فقر مکب ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم　　عین منہ کے بل گرا دینے والے

نعوذ باللہ من فقر المکب　　فقر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہے۔

کوڑا تحت دنیا دا باھوؒ فقر سچی بادشاہی ھو

راہ فقر دا پرے پریرے اوڑک کوئی نہ دسے ھو

ایہ دنیا بت پرستی مت کوئی اس تے وسے ھو

موت فقیری جیں سر آوے باھوؒ معلم تھیوے تسے ھو

حضرت سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں۔ فقیر ہونا کوئی آسان کام نہیں۔ فقر میں بہت بڑے بھید ہیں۔ اس کی کوئی انتہا نہیں۔ پھر فرمایا:

فقیری درویشی نہ گفتگو میں ہے اور نہ پڑھنے پڑھانے میں اور نہ مسئلہ مسائل اور حکایات و قصہ خوانی میں ہے۔ یہی دنیا تو بت پرستی ہے۔ اس پر کوئی بھروسہ نہ کرے۔ فقیری معرفت جاننے اور غرق فی التوحید ہو کر بے خودی حاصل کرنے۔ ہوائے نفس اور گناہ شیطانی سے باز آنے میں ہے اور فقر کے مراتب سے وہی شخص واقف ہوتا ہے جو فقر تک پہنچا ہو۔ اور جس نے فقر کی لذت چکھی ہو۔ اور فقر اختیار کیا ہو۔ اور سلطان الفقراء کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہو۔

فقر: ف،ق،ر

ف سے فنائے نفس،ق۔۔۔۔سے قناعت، ر۔۔۔۔سے ریاضت

جاں تائیں خودی کریں خود نفسوں تاں تائیں رب نہ پانویں ھُو
شرط فنادی جانیں ناہیں تے نام فقیر رکھاویں ھُو
موئے باجھ نہ سوہندی الفی اینویں گل وچ پانویں ھُو
نام فقر تد سوہندا باھُوؒ جد جیوندیاں مر جاویں ھُو

اے درویش جب تک تو اپنے نفس میں انانیت (ماسواللہ) پاتا ہے تب تک (عرفان ذات) رب تعالیٰ کو نہ پائے گا۔ تو نے اپنے آپ کو فقیر کہلا کر یہ جو درویشانہ الفی گلے میں ڈال لی ہے۔ یہ الفی تو (مُوۡتُوۡا قَبۡلَ اَنۡ تَمُوۡتُوۡا) کی موت حاصل کئے بغیر زیبؑ نہیں دیتی۔

اے باھُوؒ فقر نام تو تب زیبا ہے۔ جب مقام سلوک میں فنائے نفس حاصل کر کے) جیتے جی مر جائیں۔ جب خود کو اور اپنی جملہ خواہشات کو چھوڑ دیا تو مرنے سے پہلے مر جاؤ کا مقام آجاتا ہے۔ اگر یہ مقام حاصل نہیں تو فقیر کہلانا غلط ہو گا۔ کیونکہ فقیر کا پہلا مرتبہ موتو قبل ان تموتوا ہے۔

راہ فقر کے لئے ریاضت و عرفان تو مقصد اولیٰ ہے۔ مرشد کامل سے نسبت پیدا کر کے سرمایہ معرفت جو اصل سرمایہ ہے کو حاصل کرنا ہی افضل ہے اور یہی فقر سچی بادشاہی ہے۔ دنیا کے تمام جاہ و جلال فقر کے سامنے ہیچ ہیں۔

فقر رحمت راز وحدت نور حق
در حکم فقرش بود جملہ خلق

فقر رحمت ہے وحدت کا راز اور اللہ کا نور ہے۔ فقر کے تحت تمام مخلوق ہے

فقررا عاجز مبیں مفلس حقیر
نظر فقرش کیمیا روشن ضمیر

فقر کو بے اختیار اور مفلس مت سمجھو۔ فقر کی نظر سونا بنانے والی روش دل ہے۔

تین قسم کے لوگوں کی صحبت سے بچو

شیخ المشائخ یحییٰ بن معاذ رازیؒ فرماتے ہیں:

تین قسم کے لوگوں کی صحبت سے بچو۔ ایک غافل علماء سے، دوسرے ست فقراء سے، تیسرے جاہل صوفیوں سے۔

غافل علماء

وہ ہیں جنہوں نے دنیا کو اپنے دل کا قبلہ بنا رکھا ہے اور شریعت میں آسانی کے متلاشی رہتے ہیں اور بادشاہوں کو پوجتے ہیں ظالموں کا دامن پکڑتے، ان کے دروازوں کا طواف کرتے، خلق میں عزت و جاہ کو اپنی محراب گردانتے، اپنے غرور و تکبر اور عقلمندی پر فریفتہ ہوتے دانستہ اپنے

کلام میں رقت پیدا کرتے۔ ائمہ و پیشواؤں کے بارے میں زبان طعن دراز کرتے۔ بزرگان دین کو مقہور کرتے اور زبان درازی میں مشغول رہتے ہیں اگر ان کے ترازو کے پلڑے میں دونوں جہان کی نعمتیں نہیں پیدا ہوتیں تو اس وقت وہ کینہ و حسد کو اپنا مذہب بنا لیتے ہیں غرضیکہ یہ باتیں علم کی نہیں۔ علم تو ایک ایسی صفت و خوبی ہے جس سے جہل و نادانی کی باتیں اس اہل علم سے دور کر دیتی ہیں۔

سست فقراء

یہ وہ لوگ ہیں جب کوئی کام اپنی خواہش کے مطابق کرتے ہیں اگرچہ وہ باطل ہی ہو تو وہ اس کی مدح و تعریف کرتے ہیں اور جب کوئی کام اپنی خواہش کے خلاف کرتے ہیں اگرچہ وہ حق ہی ہو تو اس کی مذمت و برائی کرتے ہیں اور مخلوق سے ایسا سلوک کرتے ہیں جس میں جاہ و مرتبہ کی طمع ہوتی ہے اور عمل باطل پر مخلوق سے مداہنت کرتے ہیں۔

جاہل صوفی

یہ وہ لوگ ہیں جن کا کوئی شیخ و مرشد نہیں ہوتا اور کسی بزرگ سے انہوں نے تعلیم و ادب نہیں سیکھا اور خود بخود مخلوق خدا کے درمیان کود پڑے جنہوں نے زمانہ کی ملامت کا مزہ تک نہ چکھا۔ مگر اندھے پن سے سبز رنگ کے کپڑے پہن لئے اور بے حرمتی سے خوشی کے راستہ میں تیر کران

کی صحبت اختیار کر لی ان کی حماقتیں ان میں پھیل گئیں غرضیکہ یہ حود ستائی میں مبتلا ہو کر حق وباطل کی راہ میں تمیز کرنا ان سے پوشیدہ ہو گیا پس تین گروہ ہیں جن کو شیخ کامل ہمیشہ یاد رکھے اور اپنے مریدوں کو ان کی صحبت سے بچنے کی تلقین کرے۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے دعووں میں جھوٹے ہیں اور ان کی روش ناقص و نامکمل ہے۔

حضرت ابوبکر وراقؒ سے منقول ہے

لوگوں کے تین گروہ ہیں۔

(۱) علماء

(۲) امراء

(۳) فقراء

جب علماء خراب ہوتے ہیں تو خلق پر طاعت واحکام شریعت تباہ ہوتے ہیں اور امراء خراب ہوتے ہیں تو لوگوں کی روزی تباہ ہوتی ہے اور جب فقراء خراب ہوتے ہیں تو لوگوں کے اخلاق برباد ہوتے ہیں۔

لہذا امراء و سلاطین کی خرابی ظلم و ستم سے ہوتی ہے اور علماء کی خرابی لالچ و طمع سے، اور فقرا کی خرابی ریاست طلبی سے۔ جب تک امراء و سلاطین علماء سے منہ نہ موڑیں تباہ و خراب نہیں ہوتے۔ اور جب تک علماء بادشاہوں کی صحبت اختیار نہ کریں تباہ و خراب نہیں ہوتے اور جب تک

فقراء ریاست و منزلت کی خواہش نہیں کرتے تباہ و خراب نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ بادشاہوں کا ظلم بے علمی سے ہے اور علماء میں طمع بد دیانتی سے ہے اور فقراء میں ریاست طلبی بے توکلی سے ہے۔ لہذا بے علم بادشاہ بددیانت عالم، اور بے توکل فقیر بہت برے ہوتے ہیں۔ لوگوں میں خرابیوں اور برائیوں کا ظہور انہی تینوں گروہوں میں وابستہ ہے۔

غیر اِسلام فقراء

فقیری جوگیوں میں بھی ہے اور ان میں زبردست فقیری ہوتی ہے۔ مگر ناپاک۔ ہندو مذہب میں ایک تو (وید شاستر) ہے اور دوسرا (یوگ وید) شاستر انکی شریعت ہے اور یوگ ان کی طریقت شاستر کے ماہر کو پنڈت کہتے ہیں اور جوگ (یوگ) کے ماہر کو جوگی (یوگی) اور سوامی کہتے ہیں۔

عیسائی مذہب میں بھی فقیری ہے عیسائی شریعت (بائبل کے ماہر کو قسیس اور بے شادی بیاہ تنہارہ کر زندگی بسر کرنے) والے فقیر کو راہب کہتے ہیں قرآن مجید میں دونوں کا تذکرہ ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنۡهُمۡ قِسِّيۡسِيۡنَ وَ رُهۡبَانًا — ان میں قسیس (علماء) اور رہبان (درویش) ہیں

بدھ مذہب کے فقیر کو بھنگی کہتے ہیں۔

پس کون سا مذہب ہے جسمیں فقیری نہیں مگر بعثتِ حضور نبی

کریم ﷺ کے بعد سب ناپاک (منسوخ) ہے ہمیں اس فقیری کی ضرورت ہے جسے رسول ﷺ لائے ہیں جس طرح اسلام کے بعد تمام مذاہب منسوخ ہو گئے اسی طرح ان دینوں اور مذہبوں کی فقیری بھی منسوخ ہو گئی اسلام کامل و مکمل مذہب ہے اسلام کی فقیری بھی کامل و مکمل ہے۔

ناپاک لوگوں کی فقیری بھی زبردست ہوتی ہے مگر عالم ناسوت (یعنی) اسی عالم ظاہر تک رہتی ہے۔ عالم ملکوت، جبروت اور لاہوت میں اس کا کوئی دخل نہیں ہے۔

دوسرے مذاہب کی فقیری

جس طرح بکری کا گوشت گوشت ہے اور سور کا گوشت بھی گوشت ہے مگر سور کا گوشت مسلمان اس لئے نہیں کھاتے کہ وہ حرام ہے اور ناپاک ہے اور بکری کا گوشت اس لئے کھاتے ہیں کہ وہ حلال اور پاک ہے۔

اسی طرح ناپاک اور پاک فقیری کا (معاملہ ہے) ہم جوگیوں اور دوسرے مذاہب والوں کی فقیری کے منکر نہیں ہیں ان میں بھی بڑی زبردست فقیری ہے مگر ہمارے لئے ناپاک ہے جس طرح کہ مسلمانوں کیلئے سور کا گوشت ناپاک ہے اسی طرح وہ فقیری بھی ناپاک ہے۔

بیعت

ہزار ہزار حمد و ثنا اس عزت و کرم والے خالق و مالک کی جس نے اپنی معرفت کے لئے انسان کو خلعت لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْم (بے شک ہم نے انسان کو اچھی صورت پہ بنایا) سے نوازا اور لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ (ہم نے اولاد آدم کو عزت بخشی) کا مبارک تاج پہنا کر اپنے محبوب و مطلوب سرور انس و جان، شہنشاہ عشق و سلطان محبت حضرت سرکار مختار (سرور روح و جاں) سید دو عالم ﷺ کا خادم و غلام بنایا اور رہنمائی کیلئے سلاسل اولیاء کرام کو مقرر فرمایا۔ ہمیں طلب عشق حقیقی کے لئے طریقہ بیعت بمطابق آیہ مبارکہ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہ (بے شک جو لوگ آپ ﷺ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں) تعلیم فرمایا اور شرف بیعت سے آگاہ فرمایا۔ مُرشدِ حقیقی سرور دو عالم ﷺ کے مبارک ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔

رسول اکرم ﷺ کے فیوض لامتناہی کو نائبین رسول یعنی اولیائے کرام کی بیعت کے توسط سے قیامت تک جاری فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان نفوس قدسیہ کی پیروی نصیب کرے اور ضلالت و گمراہی کی

ہلاکت سے مامون و محفوظ فرمائے۔ ان حضرات کے زمرے میں داخل ہونے والا منزل مقصود کو پہنچ کر فائزالمرام ہوتا ہے انہیں براجان کران سے بھاگنے والا راہ راست سے دور ہو کر ہلاک ہوتا ہے۔

جامی راہ ھدا بخدا غیر عشق نیست
گفتم والسلام علیٰ تابع الہدیٰ

اے جامی! خدا کی قسم راہ ہدایت عشق کے سوا اور کچھ نہیں ہم نے تو یہ کہ دیا اور ہدایت کے پیروکار پر سلام ہو۔

دلائل بیعت

سلاسل اولیاء اللہ میں داخل ہونا معرفت حق حاصل کرنے کے لئے جو باعث تخلیق کائنات ہے باجماع اولیاء و صلحاء مشائخ و علماء واجب و ضروری ہے اس پر محققین ظاہری و باطنی متقدمین و متاخرین سب کا اتفاق و اجماع ہے اور قرآن عزیز و احادیث پاک اور استنباط آئمہ و مجتہدین سے ثابت ہے۔

اس مقدس طریق کا اختیار کرنا موجب برکات و فیوض و حسنات اور سبب قرب ربانی ہے اس مبارک و پسندیدہ طریق کو دیدہ و دانستہ ترک کرنا چشم پوشی یا ردو قدح کا دروازہ کھول کر مسلمانوں کے شیرازہ کو بکھیرنا اور فساد پیدا کرنا ہے جو رب جل مجدہ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ فعل ہے

وہ لَاتُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ (زمین میں فساد نہ کرو۔) فرما کر ایسے لوگوں کی مذمت فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس طریقہ واجبہ پسندیدہ کے اختیار کرنے کے لئے ارشاد فرماتا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ	اے ایمان والو خوف الٰہی رکھتے ہوئے اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں مجاہدہ کرو تاکہ تم فلاح حاصل کرسکو۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فاروقی دہلوی سرہ کی بھی یہی تحقیق ہے چنانچہ آپ نے اپنے مقدس مقالہ اور مبارک عجالہ القول الجمیل میں ارشاد فرمایا جس کا ترجمہ شفاء العلیم مطبوعہ نظامی کانپور سے درج کیا جارہا ہے۔

دوسری فصل صفحہ ۲۲۔ف۔ اس آیت میں وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے مولانا نے حاشیہ میں فرمایا کہ ہم نے اپنے جد امجد شاہ عبدالرحیم فاروقی قدس سرہ النورانی کے ایک مرید سے سنا کہ ان کے ہمعصر ایک عالم نے ان سے بیعت کے سنت ہونے یا بدعت ہونے پر گفتگو کی۔ جد امجدؒ نے واسطے مشروعیت بیعت کے (شرع میں بیعت کا جائز ہونا) اس آیت سے استدلال کیا اور فرمایا۔ کہ یہ ممکن نہیں کہ وسیلہ سے ایمان مراد لیجیے۔ اس

واسطے کہ خطاب اہل ایمان سے ہے۔یایھاالذین امنوا اس پر دلالت کرتا ہے اور عمل صالح بھی مراد نہیں ہو سکتا کہ وہ تقویٰ میں داخل ہے اس واسطے کہ تقویٰ عبارت ہے امتثال اوامر و اجتناب نواہی سے (نیک کام کرنا اور برے کاموں سے رکنا)اور اسی طرح بدلیل مذکورہ جہاد بھی مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ تقویٰ میں داخل ہے۔ پس متعین ہو گیا کہ وسیلہ سے مراد ارادت اور بیعت مرشد کی ہے پھر اس کے بعد مجاہدہ اور ریاضت ہے ذکر و فکر میں تاکہ فلاح حاصل ہو کہ عبارت ہے وصول ذات پاک سے نیز اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے۔

يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ

اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں کون اللہ کے زیادہ قریب ہے کہ اس سے توسل کریں اور رحمت الٰہی کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

تمام حضرات سلف صالحین کا جن کے صادق القول ہونے کا جمہور اسلام کو یہاں تک یقین ہے کہ وہ بالاتفاق اولیاء اللہ تسلیم کئے جاتے ہیں ان کا ان ہی آیات شریفہ پر عمل رہا ہے وہ خود بھی مرید ہوئے اور دوسروں کو مرید

کیا۔ جن میں بڑے بڑے خلفاء سلاطین اور امراء کے علاوہ علماء صلحا اور زہاد بھی شامل ہیں۔

حدیث شریف

هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ (مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف)	وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی بد بخت نہیں رہتا۔

فلاح

فلاح دو قسم کی ہے۔

(۱) فلاح ظاہری

(۲) فلاح باطنی

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بغیر شیخ کامل اور پیر روشن ضمیر کے فلاح ناممکن ہے۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد اعظم عصر حاضر مولانا احمد رضا خان صاحب قدس سرہ اپنے مبارک رسالہ **لقاء السلافه فی بیان البیعه والخالفه** میں فرماتے ہیں "بے پیر کبھی فلاح نہ پائے گا۔" حضرت ابو علی دقاقؒ کو فرماتے سنا۔ جو درخت بغیر کسی بونے والے کے از خود اگے تو اس میں پتے تو آتے ہیں مگر پھل نہیں دیتا۔ یونہی جس مرید کے لئے کوئی پیر نہ ہو (جس سے ایک ایک سانس پر راستہ سیکھے) وہ اپنی خواہش کا پجاری

ہے فلاح نہ پائے گا حضرت سیدنا میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی سبع سنابل شریف میں فرماتے ہیں۔

چوں پیرے نیست پیر تست ابلیس
کہ راہ دیں زدست ازمکر و تلبیس

جب تیرا کوئی پیر نہیں تیرا پیر شیطان ہے۔ جو دین کا راستہ مکرو فریب سے چھین لیتا ہے۔

فلاح ظاہری

اس فلاح ظاہری سے یہ مراد نہیں جو صرف ظاہرداروں کو مطلوب ہے اور جن کی نظر اعمال ظاہری پر ہوتی اور وہ ظاہری احکام شرع سے آراستہ ہے اگرچہ باطن ریاکاری، حسد، کینہ، تکبر، حب مدح، حب جاہ، محبت دنیا، طلب شہرت، تعظیم امراء، تحقیر مساکین، اتباع شہوات، کفران نعمت، حرص، بخل، سوء ظن، عناد حق، اصرار باطل، مکر، عذر، خیانت، غفلت، طمع، اعتماد خلق، نسیان خالق، نسیان موت، جرات علی اللہ، نفاق، اتباع شیطان، بندگی نفس، کراہت عمل، قلت خشیت، عدم خشوع، غضب النفس اور تساہل فی اللہ وغیرہ آفات سے گندہ ہو رہا ہو۔

فلاحِ باطنی

فلاح باطنی میں انسان قلب و جسم کو تمام برائیوں سے پاک اور تمام

خوبیوں سے آراستہ کر کے شرک خفی سے دل کو پاک کرتا ہے یہاں تک کہ لا مقصود الا اللہ پھر لا مشہود الااللہ پھر لا موجود الا اللہ متجلی ہو۔ یعنی پہلے ارادہ غیر سے خالی ہو، پھر غیر نظر سے معدوم ہو۔ پھر حقیقت جلوہ فرمائے کہ وجود اسی کے لئے ہے یہ منتہائے فلاح و فلاح احسان ہے بہر حال اس فلاح کے لئے ضرور پیر و مرشد کی حاجت ہے۔

ضرورت مرشد

سنت اللہ اس پر جاری ہے کہ علماء کی صحبت کے بغیر علم اور آہن گر کی صحبت کے بغیر آہن گری حاصل نہیں ہو سکتی۔ حضور سید عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

اِسْتَعِيْنُوْا عَلٰى كُلِّ صَنْعَةٍ بِصَالِحِ اَهْلِهَا

ہر ایک صنعت میں اس کے مشاق سے مدد حاصل کرو۔

دیگر دنیوی امور از قسم انجینئرنگ طب وکالت موسیقی مصوری ریاضی و صنعت وغیرہ کے لئے اپنی عمر کے ایک بڑے حصہ تک ایک طالب علم و فن کو ان علوم و فنون میں سے کسی ایک کے کسب کے لئے کسی ماہر فن کے زیر سایہ مسلسل تربیت حاصل کرنا پڑتی ہے جس کے بعد اسے عملی طور پر بہت عرصہ کام کر کے اپنے آپ کو ماہر فن ثابت کرنا پڑتا ہے تب جا کر وہ اپنے مخصوص فن میں صاحب کمال مانا جاتا ہے اور لوگ اس کی طرف

رجوع کر کے اس سے مدد لیتے ہیں اور اس کے عوض خدمت کے طور گراں بہا رقوم ادا کرتے ہیں۔

کیا ایسا ممکن نہیں ہو سکتا کہ عام خواندہ آدمی (پڑھا لکھا) طب یا نجوم یا انجینئرنگ وغیرہ کی کتب سے مسائل مختلفہ کا حل تلاش کر کے ماہرین مذکورہ بالا سے نجات حاصل کرے اور اس کے اخراجات کی ادائیگی سے محفوظ رہے لیکن ایسا کرنا مشکل ہے بڑے بڑے عالم اور ذہین لوگ بھی اپنے علم سے باہر نہیں نکل سکتے کسی مقدمہ کی پیروی یا کسی مریض کے علاج کی صورت میں وکلاء اور اطباء حضرات کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

جب ہماری جزوی عقل انسانی علوم وفنون کی مشکلات کو حل کرنے سے قاصر ہے تو خداوند تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین کو سمجھنا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ یہ قانون تو رسول مقبول ﷺ کے قلب مبارک پر نازل ہوا۔ نہ کہ کتاب کی صورت میں۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ — خدائے رحمٰن نے (آپ ﷺ کو) قرآن سکھایا

گر بہ فضلش پے ببر دے ہر فضول

کے فرستادے خدا چندیں رسول

اگر اپنے ہنر سے ہر فضول آدمی راستہ طے کر لیتا تو اللہ تعالیٰ اتنے

رسول کیوں مبعوث فرماتا۔

سرور دنیا و دین، سرور جان حزیں خاتم النبین رسول مقبول ﷺ دین کے حاذق طبیب ہیں جنہوں نے ہر بیماری کی تشخیص کی اور علاج بڑی عمدگی سے فرمایا اور صحابہ کبار علیہم رضوان اللہ الغفار شاگردان خلف (شاگرد نائب) ہیں جنہوں نے حقائق علمی و نکات معنوی حضور اقدس ﷺ سے آپ کی خدمت بابرکت میں رہ کر حاصل کیے اور ہر ایک معالجہ روحانی میں درجہ کمال کو پہنچا۔ جن کے بارے میں خود آقائے دو عالم رسول مقبول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ ۔ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

زمانہ بہ زمانہ صحابہ سے تابعین اس علم اور ان تجربوں کو حاصل کرتے آئے اور تابعین سے تبع تابعین کو اللہ تعالیٰ نے علم دین میں خاص نظر عطا فرمائی۔ تاکہ قوم کے مزاج کو پہچان کر قرآن مجید اور احادیث پاک کے قوانین کے مطابق صحیح علاج کریں۔

کُلُّ مُجْتَهِدٍ مُصِیْبٌ ہر ایک مجتہد صواب (حق) پر ہوتا ہے۔

خدائے عزوجل نے ہر ایک کو یہ قوت عطا نہیں فرمائی کہ وہ کسی

راہنما کے بغیر راہ حقیقت کو طے کر سکے۔ لہذا مرشد، راہنما، استاد کا ہونا ضروری ہے۔

حضور اقدس سید عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

مَنْ مَّاتَ وَلَيْسَ فِیْ عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ مَّاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً (مشکوٰۃ شریف)

جو کوئی ایسے حال میں مرے کہ اس کی گردن میں حلقہ ارادات نہیں (یعنی بیعت نہ کی) وہ جاہلیت کی موت مر گیا۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کا قول عوارف المعارف میں ان الفاظ میں مروی ہے کہ مَنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ اُسْتَاذٌ فَاِمَامُهٗ شَيْطَانٌ جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے۔ کیونکہ جس کا کوئی رہبر و پیر نہ ہو اس کو لازماً شیطان اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ مثل مشہور ہے "خانہ خالی را دیو میگرد" (خالی گھر میں جنات بسیرا کر لیتے ہیں) اسی طرح اس قلب میں جو نسبت سے خالی ہو شیطان کا تسلط ہو جاتا ہے۔ حضرت سلطان العارفین گنج الاسرار میں فرماتے ہیں۔

لَا دِيْنَ لِمَنْ لَّا شَيْخَ لَهٗ وَمَنْ لَّا شَيْخَ فَلَهٗ شَيْطٰنٌ

یعنی جس کا رہبر نہیں اس کا دین کامل نہیں اور جس کا رہبر نہیں ہوتا اس کا ابلیس شیخ بن جاتا ہے۔

پیری۔ مُریدی۔ مرشدی طالبی عظیم سر اسرار ہے۔

کتب کتاباں ورد وظیفے اوتر چاچجیوے ہو
ہاہجوں مرشد کجھ نہ حاصل توڑے راتیں جاگ پڑھیوے ہو

امام عبدالوہاب شعرانیؒ

نے کتاب انوار قدسیہ میں شیخ کامل کی پیروی کو واجب ثابت کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ اندرونی نجاستوں کا دور کرنا واجب ہے پس اس کے دور کرنے کا طریق بھی حاصل کرنا واجب ہو گا۔ جس سے وہ دور ہو سکیں اور سوائے اتباع شیخ کامل کے اور کوئی طریق نہیں۔ لکھتے ہیں۔

وَلَوْ تَكَلَّفَ لَا يَنْتَفِعُ بِغَيْرِ شَيْخٍ وَلَوْ حَفِظَ اَلْفَ كِتَابٍ

یعنی آدمی اگر خود بخود اپنی اصلاح کرنے لگے تو اسے کچھ فائدہ نہ ہو گا اور اگرچہ ہزاروں کتابیں حفظ کرے۔

وجوب بیعت

بیعت طریقہ مروجہ جس سے غرض حصول سکینت (سکون) اور اطمینان قلب۔ اخلاص۔ ذوق و شوق اور ترک ماسوا اللہ ہے بعض کے نزدیک مستحب اور بعض کے نزدیک مسنون (سنت) ہے لیکن حضرات صوفیاء

کرام بالاتفاق اس کے وجوب (واجب ہونے کے) قائل ہیں۔

جس طرح حضرات انبیاء پر ایمان لانا فرض ہے اور روزہ، نماز، حج، زکوۃ، کلمہ فرض ہیں اسی طرح صوفیائے کرام کے نزدیک مرید ہونا واجب ہے اور یہ واجب بمعنی فرض ہے راز یہ ہے کہ بیعت کی ضرورت کا جس نے جتنا ادراک واحساس کیا اسی قدر وہ اس کی اہمیت اور اعلیٰ مرتبت کا قائل ہوا۔ جس طرح اسلام ایک اصول ہے اور احکام اسلام اس کے اجزاء ہیں۔ اسی طرح مرید ہونا بھی ایک اسلامی جزو ہے لیکن یہ جزو ایسا جلیل القدر اور عظیم المرتبت ہے کہ کل کے حکم اور مرتبے میں ہے۔ حضور پرنور ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں حضرات صوفیائے کرام اس کے وجوب کے قائل ہیں۔

صاحب انعام

کیا دین اسلام قرآن وحدیث کو ان حضرات نے سمجھا ہے۔ جنہیں قرب رسالت اور قرب الٰہی کی سعادت حاصل ہوئی ہے یا آج کل کے آزاد طبع منطقی و فلسفی حضرات نے جنہیں تعلیمات اسلامیہ سے عموماً دور کا واسطہ ہوا کرتا ہے۔

کیا اولیاء کرام وہی لوگ نہیں ہیں جن کی راہ پر چلنے کی دعا ہم نماز میں پانچ وقت کرنے پر مامور ہیں۔ لہٰذا ان کا ذکر کرنا ضروری ہو گیا ہے۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُوَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہ	ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ہ	اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔
صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ	(اے اللہ) دکھا ہم کو سیدھا
عَلَيْهِمْ ہ	راستہ۔ سیدھا راستہ ان لوگوں کا
	جن پر تیرا انعام ہوا۔

چونکہ بات عبادت سے شروع ہوئی ہے۔ لہٰذا مدد بھی عبادت کے لئے مانگی جارہی ہے۔ یعنی تیری عبادت کرتے ہیں اور اس میں تیری مدد چاہتے ہیں۔ تاکہ ہماری عبادت صحیح طور پر ہو سکے۔ جو کہ تیری بارگاہ میں مقبول ہو۔ کیونکہ شیطان نے بھی چالیس ہزار برس عبادت کی تھی اور وہ رائیگاں ہوگئی تھی۔ اس لئے ہمیں سیدھا راہ دکھا اور سیدھا راہ ان لوگوں کا جن پر تیرا انعام ہوا۔ یعنی جس راہ پر چل کر تیرے محبوب بندے تجھ سے واصل ہو گئے اور ان کی عبادات درجہ اجابت کو پہنچ گئیں۔

تصوّف و سلوک کی راہ میں شیخ کامل کی رہبری کے بغیر چلنا محال اور قرب الٰہی کی منزل تک پہنچنا ناممکن ہے۔ امام فخر الدین رازیؒ نے تفسیر کبیر میں مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے۔

اس بدل میں اشارہ ہے کہ انسان صراط مستقیم پر نہیں چل سکتا۔

جب تک اس راہ پر چلنے والے سابقہ لوگوں کی اتباع نہ کرے۔ اس راہ پر چلنے کے لئے صرف کتابوں کی ورق گردانی کام نہیں دیتی اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ مرید طالب کے لئے ہدایت کے مقامات اور مکاشفات تک پہنچنے کا اس کے بغیر کوئی ذریعہ نہیں کہ کسی شیخ کامل کی اقتداء کرے جو اس کی رہنمائی کرے گا اور اسے غلطیوں اور گمراہیوں سے بچائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نقص اکثر مخلوق پر غالب ہے اور صرف عقول انسانی ادراک حقیقت کے لئے ناکافی اور حق اور باطل میں کماحقہ، تمیز کر لینا عقل انسانی کے بس کی بات نہیں۔ لہذا یہ ضروری ٹھہرا کہ شیخ کامل کی تلاش کرے اور اس کی اقتداء کرے۔ تاکہ اس ناقص کی عقل کامل کے نور عقل سے کامل بن جائے اور ناقص سعادت کے مدارج اور کمال کے اوج تک پہنچ سکے۔

صاحب انعام لوگوں کی تعریف اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس طرح بیان فرمائی ہے۔

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ○

یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام فرمایا۔ انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین اور ان کا رفیق (ساتھی) ہی بہتر ہے۔

انعام کیا ہے

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب ملکہ بلقیس کا تخت حاضر کرنے کیلئے فرمایا۔

قَالَ یٰٓاَیُّھَا الْمَلَؤُا اَیُّکُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِھَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ○

(حضرت سلیمانؑ) نے فرمایا۔ اے درباریو تم میں کون ہے کہ وہ اس کا تخت میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہوں۔

قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِکَ ج وَاِنِّیْ عَلَیْہِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ ○

ایک بہت بڑا (ذکوان نامی) جن بولا کہ میں وہ تخت حضور میں حاضر کروں گا۔ قبل اسکے کہ حضور اجلاس برخاست کریں اور بیشک اس پر قوت والا امانتدار ہوں۔

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ ط فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ ہ

اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کر دوں گا ایک پل مارنے سے پہلے پھر جب حضرت سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا۔

حضرت سلیمانؑ کی امت کے ولی اللہ آصف بن برخیا جو کہ علوم باطنی علم تصوف رکھنے والے تھے۔ آپ نے وہ تخت پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کر دیا۔ ابھی آپ نے فرمایا ہی ہے کہ میں پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کر دوں گا۔ جب دیکھا تو تخت سامنے موجود تھا۔ تو اس وقت دربار میں ہلچل مچ گئی۔ کہ یہ کام تو خدا کا ہے۔ پھر حضرت سلیمانؑ نے فرمایا۔ یہ خدا نہیں بلکہ ھذا من فضل ربی ۔ یہ میرے رب کا فضل ہے۔

یہ وہ انعام ہے جسے فضل ربی فرمایا گیا ہے اور یہ اولیاء اللہ صالحین کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ملتا ہے۔ حدیث قدسی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے آدمؑ کے بیٹے تو میری اطاعت کر۔ میں تجھے وہ بخش دوں گا۔ جو میں کہتا ہوں یعنی کن فیکون ہ ہو جا۔ پس ہو گیا۔

کیونکہ اولیاء اللہ کی زبان کن کی کنجی ہوتی ہے۔ حضرت آصف بن برخیا نے کوئی ہاتھ اٹھا کر دعا تو نہیں مانگی تھی اور نہ نوافل میں سجدے میں گر

کر ہی عرض کی اور نہ ہی کوئی وظیفہ پڑھا تھا۔ کیونکہ ان کاموں میں تو وقت لگتا ہے۔ ان کا بولنا اللہ کا بولنا تھا۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں ارشاد ربانی ہے۔ میں اپنے بندے کی زبان بن جاتا ہوں۔ جس سے وہ بولتا ہے تو اس زبان سے جو بھی کہہ دیا جائے وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم ادھمؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک چرواہے کے پاس سے گزرا اور اس سے پانی مانگا۔ اس نے کہا۔ میرے پاس تو دودھ ہے۔ پانی کیوں مانگتے ہو؟ میں نے کہا مجھے پانی ہی چاہیے۔ وہ اٹھا اور لکڑی کو پتھر پر مارا۔ اس پتھر سے صاف و شیریں پانی جاری ہو گیا۔ میں اس سے حیران رہ گیا۔ اس نے مجھ سے کہا۔ تعجب نہ کرو۔ جب بندہ حق تعالیٰ کا فرماں بردار ہو جاتا ہے تو سارا جہان اس کے حکم کے ماتحت ہو جاتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ	ہر شخص کا حشر اس کے ساتھ
(بخاری شریف)	ہو گا جس سے وہ محبت کرتا
	ہے۔

دارد نیاز حشر خود امید با حسینؑ

با اولیاء است حشر محبان اولیاء

اے نیاز اہل محشر حضرت امام حسینؑ سے امید لگائے ہوئے ہیں۔ کیونکہ اولیاء سے محبت رکھنے والوں کا حشر اولیاء کے ساتھ ہو گا۔

پس ہر آدمی کو لازم ہے کہ مشرف بہ ایمان ہونے کے بعد ان تین گروہوں (صدیقین۔ شہداء۔ صالحین) کی رفاقت حاصل کرے۔ اس کے بعد انبیائے کرام کی رفاقت حاصل ہوگی۔ جیسا کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے بھی آیت اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ کی شرح میں فرمایا ہے۔

چنانچہ رب تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَاصۡبِرۡ نَفۡسَکَ مَعَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَدٰوۃِ وَالۡعَشِیِّ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَہٗ وَلَا تَعۡدُ عَیۡنٰکَ عَنۡہُمۡ	تم اپنی جان کو ان کے ساتھ مانوس رکھو (اپنے آپ کو ان کے ساتھ بیٹھنے کا پابند رکھو) جو اپنے رب کو صبح و شام اخلاص و ارادت سے یاد کرتے اور اس کی رضا چاہتے ہیں اور ان سے اپنی نگاہیں نہ پھیریئے۔

نیز حق سبحانہ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ	اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

دوسری جگہ فرمایا

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ اس دن ہم ہر جماعت کو اس کے پیشوا کے ساتھ بلائیں گے۔

بندہ کسی کا ہو کے بندہ نواز ہو جا
محمود تب بنے گا پہلے ایاز ہو جا

بندگی کے لطف اور بندہ نوازی کیلئے
پوچھ اس بندے سے جو بندے کا بندہ ہو گیا

نور حق جو صدر عارف وہ کتابوں میں نہیں
جس سے ہوں اسرار حاصل وہ صحیفہ اور ہے

نہ رب عرش معلیٰ ڈٹھا نہ رب خانے کعبے ھو
نہ رب علم کتابیں ملیا نہ رب وچ محرابے ھو

تیر تھ گنگا تھیں مول نہ ملیا مارے پینڈے بے حسابے ھو
جد دا کامل مرشد ملیا باھو کٹے کل عذابے ھو

صد کتب و صد ورق درنار کن
جان و دل را جانب دلدار کن

سو کتابیں اور سو کاغذ آگ میں پھینک دے اور دل و جان سے اپنے محبوب کی جانب متوجہ ہو جا

پیر راہگزیں کہ بے پیر ایں سفر
ہست بس پر آفت و خوف و خطر

پیر (کا توسّل) اختیار کر یہ سفر بغیر پیر کے۔ آفت اور خوف و خطر سے بہت پُر ہے

حضرت غوث الاعظمؒ فرماتے ہیں۔

اے راہ آخرت کے مسافر، تو ہر وقت رہبر کے ساتھ رہ، یہاں تک کہ وہ تجھ کو پڑاؤ پر پہنچا دے۔ راستہ بھر اس کا خادم بنا رہ۔ اس کے ساتھ حسن ادب کا برتاؤ رکھ اور اس کی راہ سے باہر مت ہو کہ وہ تجھے واقف کار بنادے گا اور خدا کے قریب پہنچا دے گا۔ اس کے بعد تیری شرافت، صداقت دیکھ لینے کی وجہ سے تجھ کو راستہ میں نیابت (خلافت) عطا کرے گا۔ یعنی تجھ کو قافلہ میں سردار اور اہل قافلہ کا سلطان بنادے گا۔ پس تو قائم رہے گا یہاں تک کہ تجھ کو تیرے نبی ﷺ کے پاس لائے گا اور تجھ کو آپ ﷺ کے حوالے کردے گا۔ پھر آپ ﷺ کی آنکھیں تجھ سے ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ تجھ کو نائب بنادیں گے۔ قلوب کیفیات اور

معنی پر۔ پس تو حق تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان سفیر اور نبی ﷺ کا حاضر باش اور خدمت گار بن جائے گا کہ کبھی مخلوق کی طرف آئے گا اور کبھی خالق کی طرف۔ یہ چیز بناوٹ اور ہوس سے اور کتابوں سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس سے ہوتی ہے جو سینوں میں جگہ پایا کرتی ہے اور عمل اس کی تصدیق کیا کرتا ہے۔ (الفتح الربانی مجلس ۵۰)

پھر فرماتے ہیں۔

"مشائخ دو قسم کے ہوتے ہیں. ایک مشائخ شریعت، ایک مشائخ طریقت، شیخ شریعت تجھ کو مخلوق کے دروازے پر لے جائے گا اور شیخ طریقت تجھ کو قرب خداوندی کا راستہ بتائے گا۔"

حضرت سلطان باھوؒ فرماتے ہیں۔

"اور یاد رکھو۔ فقیر فنافی اللہ صاحب حضور ہوتا ہے، وحدانیت الٰہی میں غرق کرنا اور مجلس محمدی ﷺ میں پہنچانا اس کے لئے کچھ مشکل نہیں۔ بلکہ آسان ہے اور صرف ذکر و فکر اور زہد و تقویٰ سے یہ بات حاصل ہونا دشوار ہے۔ کیونکہ مرشد کامل و مکمل طالب اللہ کا ہاتھ پکڑ کر منزل مقصود تک پہنچا سکتا ہے۔ جس شخص کو یہ قدرت حاصل نہ ہو اسے کامل مکمل کہنا غلط ہے۔ بلکہ وہ راہزن ہے۔" (عین الفقر)

حدیث شریف

مَنْ اَحَبَّ قَوْمًا فَھُوَ مِنْھُمْ ۵ جو جس گروہ سے محبت رکھے گا وہ انہیں میں سے ہوگا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں۔

"بے عنایت حق وخاصان حق گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق۔"

یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے صالحین کی عنایات کے بغیر اگر کوئی فرشتہ سرشت بھی ہو تو اس کا نامہ اعمال سیاہ ہی ہے۔

اقسام بیعت

بیعت بھی دو قسم کی ہوتی ہے۔

اول بیعت برکت۔ دوئم۔ بیعت ارادت۔

اول۔ بیعت برکت

صرف بطور تبرک داخل سلسلہ ہو جانا، آج کل عام بیعتیں یہی ہیں۔ وہ بھی نیک نیتوں کی۔ ورنہ بہت سوں کی بیعت دنیاوی اغراض ومقاصد کے لئے ہوتی ہے۔ وہ خارج از بحث ہے۔ بیکار یہ بھی نہیں۔ مفید اور بہت مفید ہے اور دنیا و آخرت میں کار آمد ہے۔ محبوبان خدا کی غلامی میں نام لکھا جانا۔ ان سے نسبت کا ہو جانا فی نفسہٖ سعادت ہے۔

دوئم۔ بیعت ارادت

طالب اپنے ارادہ واختیار سے یکسر باہر ہو کر اپنے آپ کو پیرو مرشد ہادی بر حق، واصل بحق کے ہاتھ میں بالکل سپرد کر دے۔ اسے مطلقاً اپنا حاکم و مالک و متصرف جانے اس کے چلانے پر راہ سلوک چلے۔ کوئی قدم بغیر اس کی مرضی کے نہ اٹھائے اس کے بعض احکام یا اپنی ذات میں خود اس کے کام اگر اس (مرید) کے نزدیک صحیح معلوم نہ ہوں۔ انہیں افعال خضرؑ کے مثل سمجھے۔ بقول مولانا رومؒ

چوں گرفتی پیر ہین تسلیم شو
ہمچو موسیٰؑ زیر حکم خضر رو

خبر دار جب پیر بنالے تو اس کے آگے سر اطاعت رکھ دے۔ حضرت موسیٰؑ کی طرح حضرت خضرؑ کے حکم کے تحت چل اپنی عقل کا قصور جانے۔ اس کی کسی بات پر دل میں بھی اعتراض نہ لائے۔ اپنی ہر مشکل اس پر پیش کرے۔ غرض اس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ ہو کر رہے۔ یہ بیعت ۔بیعت سالکین ہے۔ یہی مقصود مشائخ مرشدین ہے۔ یہی اللہ عزوجل تک پہنچاتی ہے۔ یہی حضور اقدس سرور عالم ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے لی ہے۔

سنت بیعت

حضور اکرم ﷺ کا بیعت لینا کئی احادیث سے ثابت ہے۔ بخاری شریف میں ہے۔ حضرت سیدنا عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں۔

ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس پر بیعت کی کہ ہر آسانی و دشواری پر خوشی و ناگواری میں حکم سنیں گے اور اطاعت کریں گے اور صاحب حکم کے کسی حکم میں چون وچرا نہ کریں گے۔

حضور ﷺ نے بیعت پر استقامت اور مضبوطی سے قائم رہنے اور جب کسی شیخ کامل۔ شیخ اتصال۔ شیخ ایصال کے ہاتھ پر بیعت ہو تو اس کی پوری پوری حفاظت کی تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ بخاری شریف، مسلم شریف نیز مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ اَوْفُوْا بَیْعَتَ الْاَوَّلُ ہ — بیعت اول کی وفاداری کرو۔

امام طیبیؒ نے اس حدیث شریف کے حاشیے میں ارشاد فرمایا۔ کہ اس سے مراد یہ ہے کہ بیعت پر ہمیشہ پختگی سے قائم رہے۔

بلکہ خود سرکار مختار مرشد حقیقی حضور پُرنور سیدِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ بَایَعَ اِمَامً فَاعْطَاهُ صَفْقَةَ یَدِهٖ وَثَمَرَةَ قَلْبِهٖ فَلْیُطِعْهُ
(مسلم شریف)

جو شخص کسی مرشد خاص سے بیعت کرتا ہے کہ اسے اپنے ہاتھ کا اختیار سپرد کردیتا ہے اور اپنے دل کے ثمرات اس کے حوالے کردیتا ہے لازم ہے کہ اس کی اطاعت بجالائے اور بیعت سے علیحدگی کو منع فرمایا۔

چنانچہ حضور انور سید عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

مَنْ خَلَعَ یَدًا مِّنْ طَاعَةٍ لَقِیَ اللّٰهَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا حُجَّةَ لَهٗ
(مسلم شریف)

جو اپنے ہاتھ کو بیعت کی اطاعت سے کھینچ لے تو کل قیامت کے دن رب تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے پلے کچھ نہیں۔ (یعنی اس کے سارے اعمال اکارت ہو جاتے ہیں۔)

نیز مشائخ عظام کا مقولہ ہے۔ اَلْفُقَرَآءُ کَنَفْسٍ وَّاحِدٍ۔ ایک کا

مقبول سب کا مقبول۔ ایک کا مردود سب کا مردود۔ کیونکہ جو انڈہ مرغی کے تصرف سے نکل جائے تو پھر نہ تو انڈہ ہی رہتا ہے اور نہ چوزہ۔ اگر تمام جہان کی مرغیاں اس انڈے کو سینا چاہیں تو چوزہ نہیں بن سکتا۔

صحابہ کرامؓ کی خلفائے راشدین سے بیعت

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے بعد حاضر ہوا۔ حضرت عمرؓ خلیفہ ہو چکے تھے۔ میں نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا۔ آپ اپنا ہاتھ بڑھایئے کہ میں آپ کے ہاتھ پر اسی طرح بیعت ہوں جیسا کہ آپ کے ساتھی کے ہاتھ پر آپ سے پہلے بیعت کی تھی۔

نابالغوں کی بیعت

محمد بن علی بن الحسینؒ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے بیعت لی۔ یہ حضرات کم سن تھے۔ زمانہ جوانی سے ابھی بہت دور تھے۔ بلوغت کو بھی نہیں پہنچے تھے اور داڑھی چہرے پر نہیں آئی تھی۔ آپ ﷺ نے کسی بچے سے سوائے ان بچوں کے بیعت نہیں لی۔ (طبرانی۔ حیاۃ الصحابہ)

عورتوں کی بیعت

قرآن حکیم میں ارشاد خداوندی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

(الممتحنہ پارہ ۲۸)

اے نبی ﷺ جب تمھارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لگائیں گی۔ جسے اپنے ہاتھوں اور پاوں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمھاری نافرمانی نہ کریں گی۔ تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ عورتوں کو بھی بیعت فرماتے تھے مردوں کو ہاتھ پکڑ کہ بیعت فرمایا جاتا تھا۔ مگر عورتوں کو رومال ایک طرف سے پکڑنے کا حکم فرماتے اور دوسری جانب سے خود پکڑتے یا بعض اوقات کسی بڑی پرات میں پانی ڈال کر اس کے ایک جانب پانی کے اندر عورت کو ہاتھ ڈالنے کا حکم فرماتے اور دوسری جانب اپنا دست اقدس رکھ کر بیعت فرماتے۔

بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ عورتوں کو بیعت ہونا جائز نہیں ہے جو مرد کا مرشد ہوتا ہے۔ وہی عورت کا مرشد ہوتا ہے۔ لیکن قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ عورتوں کو بھی بیعت ہونا ضروری ہے کیونکہ بیعت کا مقصد وصولی الی اللہ ہے عورت نے بھی اللہ حاصل کرنا ہے۔ جیسا کہ نماز اور دیگر تمام عبادات مرد عورت دونوں پر علیحدہ علیحدہ فرض ہیں۔ اسی طرح بیعت ہونا بھی مرد اور عورت دونوں کے لئے واجب ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٌ
علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

بیہقی کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے پاس چھوٹے بڑے مرد اور عورت آئے۔ آپ ﷺ نے ان سے اسلام اور شہادت پر بیعت لی۔

حیات صحابہ میں مولانا محمد یوسف صاحب نے بیعت کے باب میں عورتوں کو بیعت ہونے کی گیارہ روایتیں نقل کی ہیں اور مفصل حوالہ جات

دیئے ہیں اور ان روایات میں حضور نبی کریم ﷺ نے عورتوں سے مذکورہ آیت کے مطابق عہد لئے اور آپ ﷺ نے عورتوں کو نوحہ کرنے سے بھی منع فرمایا زمانہ جاہلیت میں عورتیں کپڑے پھاڑ لیا کرتی تھیں اپنے چہرے نوچ لیا کرتی تھیں اور سر کے بال کٹا دیتی تھیں اور بڑا واویلا مچایا کرتی تھیں آپ ﷺ نے ان امور سے منع فرمایا۔ ان خواتین میں سے جنہوں نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی ایک بیان کرتی ہیں کہ جن چیزوں پر ہم سے حضور ﷺ نے عہد و پیمان لیا تھا ان میں یہ بھی تھا کہ ہم کسی کام میں آپ ﷺ کی نافرمانی نہ کریں گی۔ اپنے چہرے نہ نوچیں گی اپنے بال نہ کٹائیں گی۔ اپنا گریباں نہ پھاڑیں گی۔ واویلا نہ مچائیں گی۔

(تفسیر ابن کثیر حیات صحابہ)

مریدی کلمتہ الحق ہے

حضرت سیدنا شاہ عبدالحئی فخر العارفین قدس سرہ اللہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں۔ ہم جو ہر ایک کو مرید کر لیتے ہیں تو یوں سمجھئے کہ اللہ کے بندوں کو مکتب میں بٹھا لیتے ہیں اب جس کے جو نصیب میں ہے ویسا ہو جائے گا۔ کوئی ولی اور کامل و اکمل ہو جائیگا کوئی معمولی مسلمان ہی رہے گا۔ کوئی پھر جائے گا اور کوئی بد وضع ہو جائیگا۔

یہ سنت نبوی ﷺ کا اتباع ہے

حضرت سرور کائنات ﷺ کے پاس قبول اسلام کے لئے جو کوئی بھی آیا۔ آپ ﷺ نے اسے کلمتہ الحق تلقین فرمایا۔ ان اسلام قبول کرنے والوں میں جو جس کی نصیب میں تھا ہوا۔ ان ہی میں حضرات خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابی بھی ہوئے ہیں۔ کہ جنکے ایک نعرہ تکبیر سے قلعہ کی دیواریں گر پڑتی تھیں اور جنکا قرآن سننے کو آسمان سے فرشتے اتر آتے تھے اور انہی اسلام قبول کرنے والوں میں ایسے بھی تھے کہ منافق نکلے اور ایسے بھی تھے کہ آپ کے سامنے اور آپ کے بعد مرتد ہوگئے۔ جس نے بھی اسلام قبول کرنا چاہا آپ نے کسی سے بھی انکار نہ فرمایا۔

اتباع نبوی ﷺ کی اقسام

اتباع یا سنت پر عمل کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اتباع ظاہری۔ دوسرا اتباع باطنی۔ آنحضرت ﷺ کا ظاہری اتباع یہ ہے کہ جس طرح آپ ﷺ نماز پڑھتے تھے روزہ رکھتے تھے دوسرے کام کرتے تھے اسی طرح کیا جائے۔

باطنی اتباع یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو حق تعالیٰ کے ساتھ عشق و محبت اور قرب و معرفت کا جو تعلق تھا۔ امت کیلئے بھی اس کا حصول ضروری ہے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ اور اولیاء سلف نے اتباع نبوی ﷺ کی دونوں اقسام

پر عمل کیااور ذات حق سے قرب و معرفت اور وصال سے مشرف ہوئے اس کے بر عکس علمائے ظواہر نے صرف اتباع ظاہری کو لے لیا ہے اور باطنی نعمت سے محروم ہو گئے ہیں۔ اس لئے نہ ان کو کشف و کرامات کی دولت سے حصہ ملا نہ قرب و معرفت سے۔ عارف رومی فرما گئے ہیں۔

قال را بگذار مرد حال شو
پیش مرد کاملے پامال شو

(زبانی جمع خرچ کو ترک کرو اور حال یعنی فنافی اللہ کے حصول کی کوشش کرو اور یہ بات صرف مشائخ عظام کے قدموں کی خاک بننے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔) لیکن مشائخ کے قدموں کی خاک بننا تو درکنار یہ لوگ مشائخ عظام کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان پر طرح طرح کے الزامات عائد کرتے ہیں۔ حالانکہ حق تعالیٰ نے ایک حدیث کے ذریعے ان کو خبر دار کیا ہے۔

جو میرے ولی کے ساتھ گستاخی اور بے ادبی سے پیش آتا ہے وہ میرے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہے۔

ثمرۂ بیعت

بیعت مرشد کا ثمرہ یہ ہے کہ عامی شخص کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ سے قرب حاصل ہو جاتا ہے ان کی نظر رحمت میں آجاتا

ہے۔ اگر وہ امر بالمعروف کا عامل رہے اور نواہی و منکرات سے مجتنب رہے تو تائید ایزدی سے رسول پاک کے صدقہ میں گناہوں سے محفوظ اور مکائد شیطانی سے بچ جاتا ہے۔

چوں تو ذات پیر راکردی قبول
ہم خدا در ذاتش آمد رسول

جب تو نے پیر سے بیعت کر لی۔ تو اب اسکی ذات سے خدا اور رسول ظاہر ہیں

چوں جدابینی زحق تو خواجہ را
گم کنی ہم متن وہم دیباچہ را

اگر تو اس خواجہ کو خدا سے جدا سمجھے گا۔ تو اصل اور دیباچہ کو گم کر دے گا۔

گر بجوئی ذات حق راصورت مرشد ببیں
عاشقے شو ذات حق را اندر آں روشن ببیں

اگر تو ذات حق تلاش کرتا ہے تو مرشد کامل کی صورت دیکھ۔ ان کا عاشق ہو جا خدا کی ذات کو ان میں واضح دیکھ۔

پیر کامل صورت ظل اللہ
یعنی دید پیر دید کبریا

پیر کامل ذات حق رایک نہ دید

نے مریدونے مریدونے مرید

جو پیر کامل اور اللہ کو ایک نہیں سمجھتا۔ وہ مرید نہیں مرید نہیں مرید نہیں

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا

او نشیند در حضور اولیاء

جو چاہے کہ میں خدا کے پاس بیٹھوں وہ اولیاء اللہ کے پاس بیٹھ جائے

شکل آدم صورت معبود شد

آں محمد ﷺ حامد و محمود شد

خلق اللہ آدم علیٰ صورتہٖ اللہ نے آدمؑ کو اپنی صورت پہ پیدا فرمایا

بھیکھا وہ نراند ہے جو گرُ کو جانے اور

ہر روٹھے گرُ میل دے گرُ روٹھے نہ ٹھور

بھیکھا وہ آدمی اندھا ہے جو پیر کو خدا سے جدا سمجھتا ہے۔ خدا روٹھ جائے تو پیر ملا دیتا ہے پیر روٹھ جائے تو اسے کہیں پناہ نہیں ملتی

ہر کہ شد مردود از درگاہ پیر

ہیچ کس را او نباید دستگیر

جو کوئی اپنے پیر کی بارگاہ سے مردود ہوا۔ اسے کہیں بھی دستگیری

کرنے والا نہیں ملتا

چوں شدی دور از حضور اولیاء
در حقیقت گشتہ دور از خدا

جو کوئی اولیاء اللہ سے دور ہوا وہ حقیقت میں خدا سے دور ہوا۔

مرشد

مرشد ہدایت دو قسم پر ہے۔ مرشد عام ۔ مرشد خاص

مرشد عام

کلام اللہ ۔ کلام رسول ﷺ کلام آئمہ شریعت و طریقت، کلام علمائے دین رشد و ہدایت ہے۔ اسی سلسلہ صحیحہ پر کہ عوام کا ہادی کلام علمائے حق مفلحین فی الظاہر والباطن، علماء کا رہنما کلام مرشدین و آئمہ شریعت و طریقت ۔ آئمہ طریقت کا مرشد کلام رسول اور رسول کا ماخذ: کلام اللہ عزوجل ہے فلاح ظاہر ہو یا باطن۔ طالب فلاح کو اس مرشد کے سوا چارہ نہیں ہے۔ جو کوئی اس سے جدا ہے وہ گمراہ ہے۔ اس کی عبادت تباہ و برباد۔
اَلرَّفِيْقُ قَبْلَ الطَّرِيْقِ سفر سے پہلے ساتھی ہے۔

مرشد خاص

بندہ کسی عالم اہل سنت صحیح الاعتقاد۔ صحیح الاعمال۔ جامع صفات و شرائط بیعت کے ہاتھ میں ہاتھ دے۔ یہ ہے مرشد خاص جسے پیر و شیخ بھی

کہتے ہیں۔اس کی دو قسمیں ہیں۔

اول شیخ اتصال

جس کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے ایمان والوں کا سلسلہ حضور پر نور سرورِ انس و جان سرورِ روح و جان ﷺ تک متصل ہو جائے۔(پہنچ جائے) جس کے لئے چار شرطیں ہیں۔

شرط اول

شیخ کا سلسلہ باتصال صحیح حضور اقدس ﷺ تک پہنچتا ہو۔بعض لوگ بلا بیعت محض بزعم وراثت اپنے باپ دادا کے سجادہ پر بیٹھ جاتے ہیں۔یا بیعت تو کی تھی مگر خلافت نہ ملی تھی۔بلااذن (بغیر اجازت) مرید کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

شرط دوم

شیخ اہل سنت والجماعت صحیح الاعتقاد ہو

منکر اولیاء کا سلسلہ جناب والا صفات تک نہ پہنچے گا۔بلکہ عدوِ اولیاء (اولیاء کے دشمن) شیطان تک پہنچے گا۔آجکل بعض لوگ جو کہ عظمتِ اولیاء کے انکاری ہیں۔مکاری کے لئے پیر بنے پھرتے ہیں۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست

پس بہر دستے نباید داد دست

بعض اوقات شیطان انسان کی شکل میں ہوتا ہے اس لئے ہر شخص سے مرید نہیں ہونا چاہیے۔

شرط سوئم

شیخ عالم دین ہو

عقائد اہل طریقت و اہل سنت سے خوب واقف ہو۔ کفر و اسلام، ضلالت و ہدایت کے فرق کا پورا عارف ہو ورنہ جسے برائی کی پہچان نہیں وہ ضرور کسی دن اس میں پڑ جائے گا۔

شرط چہارم

شیخ فاسق معلن نہ ہو

مرشد طریقت کی تعظیم بدرجہ کمال لازم واجب ہے اور فاسق کی تعظیم حرام اہانت لازم۔

دوم شیخ ایصال

مفسد نفس (نفس کی برائیاں) مکاید شیطان و مکر ہوائے نفس (نفسانی مکر و فریب) سے آگاہ ہو۔ دوسرے کی تربیت جانتا ہو اور اپنے متوسل (مرید) پر شفقت تامہ (مکمل مہربانی) رکھتا ہو۔ مرید کے عیوب کا

علاج بتائے۔ جو مشکلات اس راہ میں حائل ہوں انہیں حل فرمائے نہ محض سالک ہو نہ نرا مجذوب۔ عوارف المعارف میں شیخ شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں۔ یہ دونوں یعنی سالک و مجذوب پیر بننے کے قابل نہیں۔ اس لئے کہ سالک خود راہ میں ہے اور مجذوب طریقہ تربیت سے غافل بلکہ مجذوب سالک ہو یا سالک مجذوب۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلویؒ فرماتے ہیں۔

"مجذوب سالک اولیٰ بہتر ہے"

سالک مجذوب

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ عوارف المعارف میں فرماتے ہیں۔

سالک مجذوب وہ ہے جس کی ابتداء مجاہدہ، محنت کشی یعنی ریاضت، معاملات بالاخلاص اور ایفاء شرائط کے ساتھ ہو۔ جب وہ ان مراتب پر پورا اترتا ہے تو اس کو مجاہدہ کی تپش سے نکال کر راحت حال پر پہنچا دیا جاتا ہے۔ گویا اس نے تلخ حنظل کے بعد شہد شیریں پالیا اور فضل کی بلندی پر آرام پاتا ہے۔ کیونکہ وہ مجاہدہ کی تنگی سے نکل کر آسانی کے میدان میں آگیا۔ یہاں پہنچ کر وہ قرب الٰہی کی خوشبوؤں سے لطف اندوز ہوتا ہے اور مشاہدہ کا دروازہ اس کے لئے کھول دیا جاتا ہے۔ لوگوں کے دل اس کی طرف مائل ہونے لگتے ہیں ایسا شخص شیخ بن سکتا ہے۔ اس لئے کہ اس نے محبین کے طریقے کو اختیار کیا اور احوال مقربین پر پہنچ گیا۔ چونکہ وہ ابرار صالحین جیسے عمل کر کے اس

سلسلہ میں داخل ہوا ہے اور احوال مقربین اس کو عطا ہوئے ہیں۔ تو اس کے علوم و فنون اس کے متبعین (پیروؤں۔ اتباع کرنے والوں) کو منتقل ہوتے رہیں گے اور اس کا طریقہ و سلسلہ جاری رہے گا۔ مگر ایسا شخص کبھی اپنے حال میں مقید ہو جاتا ہے اور اپنے اس مرتبہ کو بیڑیوں میں جکڑے رہتا ہے اور اس منزل پر اس کا حال اس قدر مستحکم ہو جاتا ہے۔ کہ اپنی قید سے رہا نہیں ہوتا اور کمال عطا کو نہیں پہنچتا۔ وہ جس قدر بہرہ یاب ہو چکا ہے۔ اس پر ٹھہرا رہتا ہے۔ مگر یہ حظ (لطف و سرور) جو اس کو میسر ہے یہ بھی ایک روشن اور بلند درجہ ہے اور اس ارشاد ربانی کا مصداق ہے " وَالَّذِیْنَ اُوْتُو الْعِلْمَ دَرَجَات "اور ان لوگوں کو جو علم دیا گیا اس کے بھی درجات ہیں۔

مشیخیت کا بلند ترین اور کامل ترین مقام

مجذوب سالک

لیکن مشیخیت کا بلند ترین اور کامل ترین مقام مجذوب سالک کا مقام ہے جس کو اللہ تعالیٰ پہلے ہی کشف اور انوار یقین عطا فرماتا ہے اور اس کے قلب سے تمام پردے اٹھا دیتا ہے اور اس کو مشاہدہ کے انوار سے منور فرما دیتا ہے اور اس کے دل کو انشراح (سینے کا کھلنا) و فراخ حاصل ہوتا ہے وہ اس دار غرور (دنیا) سے دور ہوتا ہے۔ کہ "لا اعبدر بالم ارہ" میں ایسے رب کی عبادت نہیں کرتا جس کو میں نے نہ دیکھا ہو۔ (یعنی وہ مشاہدہ میں عبادت

کرتا ہے) اس وقت اس کے باطن سے اس کے ظاہر کو فیض پہنچتا ہے اور مجاہدہ اور معاملت کی صورت بغیر کسی دقت اور زحمت کے جاری ہو جاتی ہے۔ بلکہ یہ مجاہدہ و معاملت کی تکالیف اس کو لذیز و خوشگوار محسوس ہوتی ہیں۔ اس وقت اس کا قالب بھی اس کے قلب کی طرح محبت الٰہی سے پر اور محو ہو جاتا ہے۔ اور اس کا قالب بھی عمل کو اسی طرح قبول کرنے لگتا ہے جس طرح اس کا دل قبول کرتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اس کے خاص ارادوں کو بڑھاتا ہے اور بامراد محبوبوں جیسی خالص محبت اس کو عطا فرماتا ہے۔ نفس کے جمود (ٹھنڈا ہو جانا۔ جم جانا) کو اس سے دور کر دیتا ہے اور روح کی گرمی سے اس کو گرماتا ہے اس وقت نفس کی رگیں اس کے دل سے الگ ہو جاتی ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"اللہ وہ ہے جس نے بہترین کلام کی کتاب نازل فرمائی۔ جس کے مضامین ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں دوہرائے ہوئے ہیں۔ اس کلام سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔ پھر ان کی جلدیں اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے پسیج جاتے ہیں۔"

آیات مندرجہ بالا میں یہ خبر دی گئی ہے کہ جس طرح دل پسیج جاتے ہیں اسی طرح جلدیں بھی نرم پڑ جاتی ہیں اور یہ حال صرف انہی کا ہو سکتا ہے۔ جو محبوب المراد ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب ابلیس نے قلب تک پہنچنے کا راستہ دریافت کیا تو اس سے کہا گیا کہ یہ راستہ تیرے

ہو جاتا ہے اس طرح اعمال قلبی اور اعمال قالبی میں ہم آہنگی پیدا ہو جاتی ہے بلکہ وہ ایک دوسرے میں خلط ملط ہو جاتے ہیں۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ حکمت قدرت میں اور قدرت حکمت میں، دنیا آخرت میں اور آخرت دنیا میں سمو جاتے ہیں اور ایک دوسرے میں مدغم ہو جاتے ہیں ایسے موقع پر وہ بامراد محبوب یہ کہنے میں حق بجانب ہوتا ہے کہ اگر تمام پردے اٹھا دیئے جائیں تب بھی میرے ایمان و یقین میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا پس اس حال میں پہنچ کر وہ بامراد محبوب حال کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے اور وہ خود حال پر غالب آجاتا ہے۔

قبر سے بیعت

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت شیخ الاسلام بابا فرید الدین شکر گنج کے صاحبزادے نے خواجہ قطب الدینؒ کے مزار پر (بیعت کی نیت سے) سر منڈایا لیکن بابا صاحب نے فرمایا کہ حضرت قطب الاقطاب ہمارے خواجہ اور مخدوم ہیں مگر یہ بیعت درست نہیں ہے بیعت وہی ہے کہ شیخ کا ہاتھ پکڑیں۔

کینونت یعنی پیدائش

جاننا چاہیے کہ کینونت دو قسم کی ہے (۱) صوری (۲) معنوی

صوری

کینونت صوری حضرات اولیائے کرام کی مجالست (پاس بیٹھنا) و مصاحبت (ساتھ ہونا) ہے۔

معنوی

رابطہ قلب بطریق محبت اور تعظیم و توقیر کے ہے کیونکہ ان کا تصور وہی فائدہ دیتا ہے جو ان کی صحبت میں ہوتا ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ یہ راہ وصول الی اللہ کے لئے سب راہوں سے زیادہ قریب ہے۔

حدیث قدسی ہے۔

اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَ اَنَا سِرُّہٗ انسان میرا بھید ہے اور میں انسان کا بھید ہوں۔

قال الرومیؒ

کعبہ ہر چندے کہ خانہ برّاوست
خلقت من نیز خانہ سراوست

(کعبہ شریف اگرچہ اسکی نیکی کا گھر ہے۔ میرا وجود بھی اس کے

اسرار کا گھر ہے۔)

شیخ کا مرتبہ والدین سے بلند ہے

امام فخر الدین رازیؒ نے تفسیر کبیر میں فرمایا ہے

اَنَّ الشَّیْخَ مُقَدَّمٌ مِنَ الْاَبِ وَالْاُمِّ لِاَنَّ الْاٰبَاءَ وَالْاُمَّھَاتَ یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ نَارِ الدُّنْیَا وَآفَاتِھَا وَالْمَشَائِخُ یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ نَارِ الْاٰخِرَۃِ وَاشْتِدَادِھَا

شیخ کا مرتبہ ماں باپ سے اونچا ہے۔ کیونکہ ماں باپ دنیا کی آگ اور اس کی آفتوں سے بچاتے ہیں اور شیخ اسے دوزخ کی آگ اور اس کی سختی سے بچاتے ہیں۔

علامہ ابراہیم عبیدی مالکیؒ نے فرمایا ہے

اَلْوَلَدُ عَلٰی قِسْمَیْنِ وَلَدُ صُلْبٍ وَ وَلَدُ قَلْبٍ وَعِنْدَ الْعَارِفِیْنَ وَلَدُ الْقَلْبِ مُقَدَّمٌ عَلٰی وَلَدِ الصُّلْبِ

اولاد دو قسم کی ہوتی ہے نسبی اور قلبی۔ صوفیاء عارفین کے نزدیک قلبی اولاد نسبی سے مقدم ہے۔

والدین ہمیں اعلیٰ علیین سے دنیا پر لے آئے ہیں اور پیر و مرشد کا کام دنیا سے اللہ تک پہنچانا ہوتا ہے۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّلَدِهٖ وَ وَالِدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنی اولاد، اپنے والدین اور تمام لوگوں سے بڑھ کر میرے ساتھ محبت نہ کرے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جب تک والدین سے بڑھ کر پیار نہ کرے تب تک مومن نہیں ہو سکتا۔

رابطہ شیخ

اہل طریقت نے رابطہ شیخ کو رکن اعظم تسلیم کیا ہے کہ باعث اس صحبت دوامی کے طالب حق کے دل میں کوئی خیال فاسد جاگزیں نہیں ہو سکتا اور تمام ردی خیالوں اور برے افعال اور بد کرداریوں سے بفضلہٖ تعالیٰ محفوظ و مامون رہتا ہے اور یہیں سے اس کو نشان حق کا سراغ ملتا ہے۔

نشان حق

انسانِ کامل وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ اور بیشک ہم نے اولاد آدم کو بڑا

لوح محفوظ است پیشانی یار
راز کونینش نماید آشکار

(پیر کی پیشانی لوح محفوظ ہے۔ دونوں جہان کے راز اس سے ظاہر ہوتے ہیں۔)

آفتاب آمد دلیل آفتاب
گر دلیلت باید از وے رومتاب

(آفتاب کا آنا ہی آفتاب کی دلیل ہے۔ اگر تجھے دلیل درکار ہے تو اس سے منہ نہ موڑ)

مارمیت اذ رمیت دیدہ است
دیدن او دیدن خالق شدہ است

(تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا دیکھا ہے ان کا دیکھنا خدا کا دیکھنا بنا ہے۔)

بمطابق حدیث شریف!

مَنْ رَّاٰنِیْ فَقَدْ رَاٰءَ الْحَقْ جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ کو دیکھا

یہ وہی اولیاء کرام ہیں جن کے بارے میں عظیم و جلیل رب جمیل

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن عزیز میں یوں ارشاد فرمارہا ہے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (سورۃ یونس)	سن لو بیشک جو اللہ کے دوست ہیں انہیں نہ خوف ہے اور نہ غم وملال

پھر ارشاد حضرت سرور کائنات رسول مقبول ﷺ ہے!

اَسْمَعُوْا وَ اَطِیْعُوْا وَاِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَیْکُمْ عَبْدٌ حَبَشِیٌّ	سنو اور اطاعت بجا لاؤ اگر چہ غلام حبشی ہی کیوں نہ ہو۔

(بخاری شریف)

اور فرمایا۔

اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ وَاِنْ کَانَ عَبْدًا حَبَشِیًّا"	میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سنو اور اطاعت کرو اگر چہ وہ غلام حبشی ہی کیوں نہ ہو۔

(ترمذی)

حضرت مولائے کائنات سیدنا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ کا قول مبارک ہے!

اُنْظُرْ اِلٰی مَا قَالَ وَلَا تَنْظُرْ اِلٰی مَنْ قَالَ

اسی کو مولانا رومؒ یوں فرماتے ہیں!

مبیں کہ کہ می گوید

ببیں کہ چہ می گوید

یہ مت دیکھ کون کچھ کہتا ہے۔ یہ دیکھ کہ کہہ کیا رہا ہے۔

پس اولیاء اللہ کے ارشادات کو سننا اور ان کی پیروی کرنا باعث ہدایت ہے۔

آداب شیخ

زندگی یوں تو گزر ہی جاتی ہے۔ مگر سلیقہ سے گزاری جائے تو اس کا لطف اس کے ثمرات اور اس کی کیفیت اور ہی ہوتی ہے۔ اسی طرح ہر کام کے کرنے کا سلیقہ ہوتا ہے کچھ آداب ہوتے ہیں۔ اگر انہیں ملحوظ رکھا جائے تو مطلوبہ فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ تعلیم و تربیت ایک ایسی بڑی مہم ہے جو اپنی جگہ نازک بھی ہے اور مسلسل جدو جہد کی متقاضی بھی۔ اس میں ذرا سی بے احتیاطی عظیم نقصان کا سبب بن سکتی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے محبوب ﷺ سے تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے سلسلے میں اہم ہدایات دینے کا اہتمام فرمایا ہے۔ ارشاد ربانی ہے!

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ

(الحجرات)

اے ایمان والو اونچی نہ کرو اپنی آوازیں نبی ﷺ کی آواز کے اوپر اور ان سے نہ بولو کھک کر، جیسے کھکتے ہو ایک دوسرے پر، کہیں ضائع ہو جائیں تمہارے عمل اور تمہیں خبر نہ ہو۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَاءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ وَلَوْ اَنَّھُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْھِمْ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ ٥	جو لوگ پکارتے ہیں آپ ﷺ کو دیوار کے باہر سے، وہ اکثر عقل نہیں رکھتے۔ اگر وہ صبر کرتے جب تک آپ ﷺ نکلتے ان کی طرف تو ان کو بہتر
(الحجرات)	تھا۔

حدیث شریف میں ہے

اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ (کشف المحجوب)	یعنی (ادب کے لحاظ سے) شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے۔ جیسے نبی ﷺ اپنی امت میں

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہو گئی کہ شیخ کا کام بر نیابت نبوت اپنے مریدین کی روحانی تربیت اور تزکیہ کرنا ہوتا ہے اور مریدین کا کام صحابہ کرامؓ کی اتباع میں حصول فیض ہوتا ہے اور صوفیائے کرام اس معاملہ میں رسول خدا ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی اتباع کرتے ہیں اور جس شیخ نے حضور ﷺ کی صحیح طور پر اتباع کی وہ خدا کا محبوب بن جاتا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

"اے میرے محبوب ﷺ فرما دیجئے۔ کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔"

وَمَا تَنَخَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً اِلَّا وَقَعَتْ فِيْ كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَدَلَكَ وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ

صحابہ کرامؓ حضور نبی کریم ﷺ کی تھوک مبارک زمین پر نہ گرنے دیتے تھے ہاتھوں میں لے کر اپنے منہ اور بدن پر مل لیتے تھے۔

حدیث شریف میں ہے۔

وَاِذَا تَوَضَّاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْئِهِ

جب حضور نبی کریم ﷺ وضو فرماتے تو جو پانی گرتا اس کو حاصل کرنے کے لئے صحابہ کرام جھپٹتے (جھگڑتے) تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ

تفسیر روح المعانی میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ حضرت ابی بن کعبؓ کے گھر جا کر قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے تھے ان کا یہ دستور تھا کہ دروازہ نہ کھٹکھٹاتے۔ باہر بیٹھتے بغیر اطلاع دیئے انتظار کرتے رہتے حضرت ابی بن کعبؓ کو یہ بات گراں گزری چنانچہ! ایک روز حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا، ابن عباس دروازہ کھٹکھٹا دیا کریں انہوں نے جواب دیا کہ ایک عالم اپنی قوم میں وہی مقام رکھتا ہے جو نبی اپنی امت میں، اور اللہ تعالیٰ نے

اپنے نبی ﷺ کے حق میں فرمایا:

"اگر وہ انتظار کریں کہ حضور ﷺ خود ان کی خاطر گھر سے نکلیں تو یہ ان کے لئے بہتر ہو گا۔"

میں نے یہ قصہ بچپن میں دیکھا اور اپنے مشائخ کے ساتھ میں نے اسی کے مطابق رویہ اختیار کیا۔

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں شیخ کی مجلس میں مرید کو چاہیئے کہ ان آداب کو ملحوظ رکھے۔ شیخ کے سامنے اپنے اختیار سے دست بردار ہو جائے اپنی جان اور مال کو شیخ کے مشورہ اور حکم کے بغیر تصرف میں نہ لائے۔

مؤدب بیٹھے

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں۔ ایک مجلس میں نبی کریم ﷺ قبلہ رخ بیٹھ گئے مگر کیفیت یہ تھی جیسے ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔

مرید کو شیخ کے پاس اسی طریقہ سے بیٹھنا چاہیے اور حدیث جبرئیل میں ہے کہ حضرت جبرائیل حضور اکرم ﷺ کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گئے اس لئے شیخ کے سامنے دوزانو بیٹھنا چاہیئے اور نگاہ کو ادھر ادھر آوارہ نہ کرے اور شیخ کی آواز سے اپنی آواز کو اونچا نہ کرے اور جو بات ہو رہی ہو اسے گوش ہوش سے سنے اور اپنے قلب کا رخ شیخ کی طرف رکھے اور خیالات کو

آوارہ ہونے سے بچائے اور ذکر جاری رکھے اور تصور میں رہے۔

تعمیل حکم میں دیر نہ کرے

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ خطبہ کیلئے منبر پر تشریف فرما ہوئے تو فرمایا "بیٹھ جاؤ" ابن مسعودؓ نے جب حضور ﷺ کی آواز سنی تو مسجد کے دروازے پر ہی بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ کی نگاہ پڑی تو فرمایا آگے آجاؤ۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ "جمعہ کے روز حضور ﷺ منبر پر بیٹھے تو فرمایا کہ "بیٹھ جاؤ" عبداللہ بن رواحہ انصاریؓ کے کان میں یہ آواز پڑی تو آپؓ اس وقت قبیلہ بنی غنم میں تھے وہیں بیٹھ گئے۔

اس لئے جو حکم ملے اس کی فوراً تعمیل کی جائے کیونکہ صحابہ کرامؓ سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ ان میں اطاعت کا کتنا جذبہ تھا بغیر وجہ دریافت کئے اور بغیر سوچے فوراً تعمیل کر دی۔

شیخ کے لباس کی بھی تعظیم کرنی چاہیئے

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے فرمایا کہ ! "جب کعبؓ مسلمان ہوئے تو حضور ﷺ نے وہ چادر جو اوڑھ رکھی تھی کعبؓ کی طرف پھینک دی۔ جب حضرت امیر معاویہؓ کا دور آیا تو آپ نے وہ چادر دس ہزار درہم میں

خرید نا چاہی کعبؓ نے جواب دیا اس چادر کا میں اپنے آپ سے زیادہ حقدار کسی کو نہیں سمجھتا ان کی وفات کے بعد ان کی اولاد سے یہ چادر امیر معاویہؓ نے بیس ہزار درہم میں خرید لی اور ہاتھوں ہاتھ چلتی آئی حتیٰ کہ شیخ شہابدین سہروردیؒ کے زمانہ میں مصر کے خلیفہ الناصر الدین باللہ کے پاس پہنچ گئی۔"

اس سے پتہ چلا کہ شیخ کے لباس کی بھی تعظیم کرنی چاہیئے۔

تبرکات کی تعظیم

قرآن حکیم میں ہے۔

ترجمہ: اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا۔ اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئے چیزیں ہیں معزز موسیٰؑ اور معزز ہارونؑ کے ترکہ کی اٹھاتے لائیں گے اسے فرشتے بیشک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لئے اگر ایمان رکھتے ہیں۔ (البقرہ)

یہ تابوت شمشاد کی لکڑی کا ایک صندوق تھا۔ تین ہاتھ لمبا، دو ہاتھ چوڑا۔ اس میں انبیاء کرام کی قدرتی تصویریں تھیں اور توریت کی تختیاں اور حضرت موسیٰؑ کا عصا، آپؑ کے کپڑے اور نعلین شریف اور حضرت ہارونؑ کا عمامہ شریف اور کچھ من کے ٹکرے تھے۔ بنی اسرائیل کے پاس یہ صندوق سکینہ تھا۔ جنگ کی حالت میں اسے اسلامی فوج کے آگے رکھا جاتا اور

اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے مسلمانوں کو فتح بخشتا تھا۔ وہ لوگ ہر مشکل کے وقت اس صندوق کو آگے رکھ کر دعائیں کرتے تھے۔ جو قبول ہوتی تھیں۔ جنگوں میں ساتھ لے جاتے اور فتح پاتے تھے۔ پھر بعد میں بنی اسرائیل میں بد اعتقاد لوگ پیدا ہو گئے جنہوں نے اس صندوق کی بے حرمتی کی اور مصیبتوں میں گرفتار ہوئے۔

خط کی تعظیم

حضور اکرم ﷺ نے ہرقل روم کے نام ایک خط بھیجا۔ ہرقل باوجود عیسائی ہونے کے آداب الانبیاء سے واقف تھا۔ اس نے اس خط کی حفاظت اور تعظیم کی وصیت کر دی تھی۔

ہرقل روم نے حضور اکرم ﷺ کے نامہ مبارک کو بڑے احترام و تعظیم سے سونے کی ایک نلکی میں رکھا ہوا تھا اور رومی بادشاہوں کے پاس یہ خط یکے بعد دیگرے ورثے میں آتا رہا۔

فتح الباری شرح بخاری میں ہے۔!

عیسائی بادشاہ نے کہا یہ خط تمہارے نبی کا ہے جو انہوں نے ہمارے جد امجد قیصر کی طرف لکھا تھا۔ ہم اب تک اس خط کو میراث میں لیتے آئے ہیں۔ ہمارے اجداد نے ہمیں وصیت کی تھی کہ جب تک یہ خط ہمارے پاس محفوظ رہے گا حکومت ہم میں قائم رہے گی۔ اس لئے ہم اس کی حفاظت

کرتے ہیں۔ تعظیم کرتے ہیں اور پوشیدہ رکھتے ہیں تاکہ ہماری حکومت محفوظ رہے۔

قاضی نورالدین صائغ دمشقی نے بیان کیا کہ خلیفہ منصور عباسی نے مجھے ایک عیسائی بادشاہ کے پاس بھیجا اس نے ایک صندوق میں سے سونے کی ایک نلکی نکالی جو ریشمی رومال میں لپٹی ہوئی تھی اور اس نلکی میں سے وہ خط نکالا جس کا ذکر اوپر عبارت میں کیا گیا ہے۔ میں نے اس خط کو چومنا چاہا۔ مگر بادشاہ نے اجازت نہ دی کہ خط بوسیدہ ہو چکا ہے ضائع ہو جائے گا اور اس کے ضائع ہو جانے سے ہماری حکومت قائم نہیں رہ سکے گی۔

اہل اللہ نے اس سے یہ نتیجہ نکالا۔ جس طرح حضور اکرم ﷺ کے خط کی تعظیم کی وجہ سے مادی حکومت محفوظ رہی۔ اسی طرح شیخ کے خط کی حفاظت اور تعظیم سے سالک کی روحانی حکومت محفوظ رہتی ہے۔ اسی وجہ سے مجدد الف ثانیؒ کے خطوط کی سینکڑوں نقلیں کر کے محفوظ کر لی گئیں۔ اس کے مقابلے میں خسرو پرویز نے حضور اکرم ﷺ کے خط کی توہین کی اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی سلطنت کے ٹکڑے کر دیئے اور حکومت اس کے ہاتھ سے جاتی رہی۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ	بیشک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔

صفا اور مروہ دو پہاڑیاں ہیں جہاں پر حضرت ہاجرہؓ پانی کی تلاش میں

دوڑتی رہیں اور سات چکر لگائے آپؑ کی یہ ادا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آئی اور آپؑ کے قدم مبارک لگنے کی وجہ سے یہ پہاڑ اللہ کی نشانی بن گئے حجاج کرام کو صفاو مروہ کی سعی لازم قرار پائی اس واقعہ سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ جہاں اہل اللہ کے قدم مبارک لگ جائیں وہ جگہ متبرک اور شعائر اللہ بن جاتی ہے اور قابل تعظیم ہوتی ہے اس کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے!

وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ (الحج)

اور جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ تمہارے دلوں کا تقویٰ ہے۔

ناقص کی تعظیم نہیں بلکہ بیعت توڑنا واجب ہے

شیخ کامل سے فیض حاصل کرنے کیلئے مرید کے دل میں شیخ سے پوری عقیدت ہو اور پوری استقامت سے اس پر جما رہے جامع کرامات اولیاء اللہ میں درج ہے۔

"مرید کے لئے ضروری ہے کہ وہ راسخ القدم ہو اسے کوئی چیز اس راہ سے ہٹا نہ سکے اور اپنے شیخ کے متعلق اس کی عقیدت میں تبدیلی نہ آئے حتیٰ کہ اگر حضرت خضرؑ بھی سامنے آجائیں تو ان کی طرف بھی توجہ نہ کرے۔

لیکن اس میں ضروری بات یہ ہے کہ شیخ کامل ہو اور مرید طالب

صادق ہو اگر کسی ناقص کے ہاتھ پر بیعت کر لی گئی ہو تو اس سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے دیکھ لینا چاہئے کہ پیر کے ہزاروں مریدوں میں سے اگر کوئی بھی اہل دل صاحب نظر نہیں ہے تو بیعت توڑ دینا چاہیئے اور کامل شیخ کو تلاش کر کے اس کا بیعت ہو جانا چاہیئے۔

جس مرشد انھے کجھ نہ کیتا باھو اونہوں وہندی ندی رڑھائیے ھو

نیز فرمایا

پیر ملیاں جے پیڑ نہ جاوے اس نوں پیر کی دھرنا ھو

مرشد ملیاں ارشاد نہ من نوں اوہ مرشد کی کرنا ھو

پیر کے ملنے سے اگر غم واندوہ دل سے نہیں جاتے تو وہ پیر ناقص ہے اسے بحثیت پیر تسلیم نہ کرنا چاہئے بلکہ اسے چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ مرشد کا تو ارشاد ہوتا ہے اور اگر مرشد مل جانے سے دل و جان کو ارشاد حاصل نہیں تو ایسے ناقص مرشد کو کیا کرنا ہے۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں جو مرشد بال و پر نہیں رکھتے (طاقت باطن سے خالی ہے اور اپنے مرید کی خبر نہیں رکھتا اور اس کو معصیت (گناہ) سے نہیں نکالتا۔ اور نزع کے وقت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے شفاعت کے ساتھ اسے محفوظ نہیں کرا سکتا تو اسے پیر نہیں کہا جا سکتا۔ وہ پیر نہیں اور اس کا مرید نظر سے محروم ہے پیری اور مریدی آسان کام نہیں۔ پیری مریدی میں عظیم اسرار ہیں۔ (گنج الاسرار)

سلطان العارفین کے کلام سے ثابت ہوا کہ ناقص مرشد کی بیعت توڑ دینا چاہیے اور کسی کامل مرشد کے ہاتھ پر بیعت ہو جانا چاہیے اس سے دوسری بیعت جائز ثابت ہوئی ہم تو کہتے ہیں کہ اللہ حاصل کرنے کیلئے خواہ کتنی ہی بیعتیں کرنی پڑیں جائز ہیں بلکہ واجب ہیں۔

غلط بیانی نہ کرے

جامع کرامات اولیاء اللہ میں ہے۔

اَلصِّدْقُ اَجْمَلُ وَ اَحْسَنُ
وَلَا تَسْتَعْمِلُ الْکِذْبَ اِیَّاکَ
وَالْکِذْبُ عَلَی الشَّیْخِ

سچ بات بہت اچھی اور عمدہ چیز ہے اور طالب کو چاہیئے جھوٹ نہ بولے۔ شیخ کے سامنے اور شیخ کے متعلق جھوٹ بولنے سے بچتے رہو۔

پیر و مرشد کی غیبت نہ کرے۔ پیر و مرشد کے ساتھ خیانت کا برتاؤ نہ کرے حتیٰ کہ شیخ کے کلام راز اور اسرار کے معاملے میں بھی امانت کا ثبوت دے جو شخص معمولی چیزوں میں خیانت کا مرتکب ہو وہ اسرار الٰہی اور مناصب باطنی کے معاملے میں کب امین بنایا جا سکتا ہے اس سلسلے میں بے احتیاطی سے مناصب بھی سلب ہو جاتے ہیں۔ جو کچھ اپنی ذات کے لئے جانتا ہے شیخ کی ذات کے لئے بھی محبوب جانے شیخ کی بات غور سے سنے اور اس پر

دل سے کاربند ہو شیخ کی مجلس میں شیخ کی بات سننے کی نیت سے جائے اپنی بات سنانے کا شوق لے کر نہ جائے۔

بزرگوں کی خدمت

حضرت بابا فرید گنج شکرؒ فرماتے ہیں۔ اے درویش! جس نے بھی سعادت حاصل کی خدمت ہی سے حاصل کی ہے۔ کیونکہ دین و دنیا کی نعمتیں پیران و مشائخ عظام کی خدمت ہی سے میسر آتی ہیں۔ جو شخص سات دن پیران و مشائخ کی خدمت بجالاتا ہے۔ حق تعالیٰ سات سو سال کی عبادت اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیتا ہے۔ خدمت شیخ میں جو قدم اٹھاتا اور رکھتا ہے اسے حج و عمرہ کا ثواب دیا جاتا ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا!

کہ میں نے ایک آدمی کو ابو حفص نیشاپوریؒ کی خدمت میں دیکھا جو نہایت خاموشی سے شیخ اور رفقاء کی خدمت میں مصروف ہے میں نے اس کے متعلق پوچھ گچھ کی مجھے ایک رفیق نے بتایا!

یہ آدمی حضرت ابو حفصؒ کی خدمت میں رہتا ہے اور ہم سب کی خدمت کرتا ہے اس نے اپنے شیخ کے لئے دو لاکھ درہم خرچ کر دیئے ہیں مگر اب تک شیخ کے سامنے ایک کلمہ بھی زبان سے نہیں نکالا۔

شیخ سے اس بات کا مطالبہ نہ کرے کہ مجھے اگلے منازل سلوک میں

ترقی دی جائے جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو فرمایا۔

اِنِّی اصْطَفَیْتُکَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَبِکَلَامِیْ فَخُذْ مَآ اٰتَیْتُکَ وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ ٥	اے موسیٰؑ میں نے تجھے اپنے پیغامات کے لئے چن لیا ہے اس لئے جو کچھ میں نے تجھے دیا اسے لے لے اور شکر گزاروں میں سے ہو جا۔

جب مرید عنایات پر شکر گزاری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ۔ تم میرا شکر ادا کرتے رہو۔ میں تمہیں اور زیادہ دیتا رہوں گا۔

مرید کو نامراد ہو جانا چاہیے۔ یعنی اس کے دل میں کوئی مراد یا طلب باقی نہ رہے۔ جب تک طلب کرتے رہو گے دیر ہوتی چلی جائے گی جب طلب کو مٹا دو گے اور مراد کو ختم کر دو گے تو خود مراد دینے والے بن جاؤ گے۔ کیونکہ جس کی مرادیں ختم نہ ہوئی ہوں وہ کسی کو کیا دے گا۔ مرید کو طالب مولیٰ ہونا چاہیے اور اپنے مولیٰ کی رضا پر راضی رہنا چاہیے اور اس کی تمام عنایات کو بہت اعلیٰ اور بہت زیادہ سمجھنا چاہیے اور یہ خیال کرے کہ میں تو اس کے بھی لائق نہیں ہوں۔ جتنا کہ مجھے عطا کیا جا چکا ہے۔ چہ جائیکہ مزید مرادیں طلب کرتا رہے۔ قرآن حکیم میں اللہ عزوجل نے بار بار فرمایا ہے!

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن — تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ نے جتنی نعمتیں ہمیں عطا فرمائی ہوئی ہیں۔ ہم ان کا بھی بجا طور پر شکر ادا نہیں کر سکتے۔ اس لئے اپنی ذات کے بارے میں پیرو مرشد سے کسی قسم کا کوئی مطالبہ نہ کرے اور تمام کام اپنے پیرو مرشد کے سپرد کر دے۔ کیونکہ شیخ اس کے ظاہری و باطنی معاملات کو بہتر طور پر جانتا ہے اور مرید کے لئے وہی ہوگا جو اس کے حق میں بہتر ہوگا۔ خواہ دیکھنے میں کوئی بھی بھلائی نظر نہ آئے۔

وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَاد — اور میرے تمام کام اللہ تعالیٰ کے سپرد ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں (کے کام) دیکھ رہا ہے۔

شیخ کی مجلس میں ذکر و فکر سے غافل نہ رہے۔ بلکہ شیخ کے قلب کے نیچے اپنے قلب کو تصور کرے کہ رحمت خداوندی جو کہ شیخ کے قلب میں بارش کی طرح آ رہی ہے وہاں سے میرے قلب میں پرنالہ کے طرح آ رہی ہے۔

شیخ سے کوئی بات پوچھے تو سیکھنے کی غرض سے اور طالب علمانہ انداز سے پوچھے۔ اعتراض کے طور پر کوئی سوال نہ کرے۔ کیونکہ شیخ پر اعتراض

مانع فیض ہے۔ جیسا کہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں۔

مَنْ لَمْ یُعَظِّمْ حُرْمَتَ الشَّیْخِ فِی الْجَوَابِ حَرَمَ بَرَکَتَہٗ وَمَنْ قَالَ فِیْ جَوَابِ الشَّیْخِ "لَا" اِنَّہٗ لَا یُفْلَحُ اَبَداً	جس شخص نے شیخ کے جواب کا احترام ملحوظ نہ رکھا، وہ شیخ کے فیض سے محروم ہو گیا اور جس نے شیخ کی بات کے جواب میں "نہیں" کہہ دیا۔ وہ کبھی کامیاب نہیں ہو گا۔

چلتے وقت شیخ کے آگے نہ چلے۔ کما قال تعالیٰ۔ لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ یعنی اپنے مربّی کی عزت اور اس کا احترام کرنا اللہ اور رسول کا احترام ہے۔ شیخ کی خدمت میں جب حاضر ہو خالی ہاتھ نہ جائے۔

مرید کو ایسا ہونا چاہیے کہ جب ضرورت پڑے تو ہر چیز قربان کر دے۔ جیسا کہ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ نے کیا۔ مگر پیر کو مرید کے مال پر نظر نہ رکھنی چاہیۓ۔ یعنی پیر ایسا ہو کہ جس میں لالچ نہ ہو۔

خدمت شیخ

شیخ الاسلام حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ ارشاد فرماتے ہیں۔ اے درویش! مشائخ سے محبت اللہ اور اس کے محبوب ﷺ سے محبت ہوتی ہے۔ جو شخص سات دن مشائخ کی خدمت میں بسر کرتا ہے سات ہزار سال

کی عبادت اس کے نامہ اعمال میں لکھ دی جاتی ہے۔

ابلیس لعین ہر ایک کو فریب دے سکتا ہے مگر مشائخ کے نیاز مند اس کے شر سے محفوظ رہتے ہیں۔ اس لئے مشائخ کی محبت سے بڑھ کر کوئی فضیلت نہیں۔ مشائخ کی محبت کا ایک ذرہ گناہوں کے بڑے کھلیان جلا کر راکھ کر دیتا ہے۔ لیکن دل کا محبت مشائخ میں مستغرق ہونا ضروری ہے۔

حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا۔ اے درویش! پیر کا حکم رسول ﷺ کے حکم کی مانند ہے۔ جو شخص پیر کا حکم بجالاتا ہے۔ ایسا ہی ہوتا ہے کہ وہ رسول ﷺ کا فرمان بجالایا۔ (اسرار الاولیاء)

شیخ کے سامنے اپنے آپ کو مردہ سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ مرید مانند مردہ ہے جیسے غسال کی مرضی ہوتی ہے مردے کو نہلاتا ہے۔ یعنی شیخ کی رضا میں راضی رہے۔ اپنے ارادے کو شیخ کے ارادے پر قربان کر دے۔

اس قسم کے فعل جس سے اپنی بزرگی اور برتری کا کسی طرح اظہار ہوتا ہو بارگاہ شیخ میں ایسے افعال ظاہر کرنا خلاف ادب ہے۔ عاجزی وانکساری سے درجات بلند ہوتے ہیں۔ مرید پر جتنی کرم نوازی بڑھتی جائے اسمیں اتنی ہی عاجزی انکساری بڑھتی چلی جائے۔ ورنہ روحانیت میں ترقی کی بجائے نقصان کا خطرہ ہے۔

شیخ سے کرامات طلب نہ کرے۔ بلکہ استقامت اختیار کرے۔ کیونکہ فرمایا گیا ہے۔ ایک استقامت ہزار کرامات سے اعلیٰ ہے کرامات نفس کی پسند ہے

اور اللہ تعالیٰ استقامت کو پسند فرماتا ہے لہذا اللہ کی پسند کو اپنانا چاہیے اور کرامت طلب کرنے کی بجائے استقامت اختیار کرنی چاہیے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ٥	بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر اس پر استقامت اختیار کی۔ ان پر فرشتے اترتے ہیں۔ کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو اس جنّت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔

"پیرو مرشد کے لئے پلکا لفظ استعمال نہ کرے۔ مرشد کی کسی بات پر رنج نہ کرے۔"

خواب کی تعبیر بغیر مرشد اور کسی سے نہ لے۔

شیخ کی بارگاہ میں باوضو رہے۔ قرآن پاک اور پیرو مرشد کے جسم کو بے وضو نہ چھوئے۔

حجر اسود بیت اللہ شریف اور پیرو مرشد کے جسم کو ایک ہاتھ سے نہ چھونا چاہیے۔ ان سب کو دونوں ہاتھوں سے چھونا چاہئیے۔

چار چیزیں تعظیماً کھڑے ہو کر پینا چاہیے۔

(۱) آب زمزم

(۲) سبیل کا پانی

(۳) بقیہ آبِ وضو

(۴) شیخ کی عطا کی ہوئی سیال شے مثل پانی۔ دودھ وغیرہ

شیخ کے وصال کے بعد بھی شیخ کا ادب اسی طرح کرنا چاہیے۔ جیسے شیخ کی ظاہری زندگی میں کیا جاتا ہے اور شیخ کے رشتہ داروں کا بھی ادب و احترام کرنا چاہیے۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں۔

اور تصوف سارے کا سارا ادب ہی ہے۔ ہر وقت کے لئے ادب ہے۔ ہر حال اور ہر مقام کے لئے ادب ہے۔ جس نے ادب کو لازم پکڑا وہ مردان خدا کے درجے کو پہنچا اور جو ادب سے محروم ہوا وہ خدا سے دور اور مردود ہوا

حضرت غوث علی شاہ قلندرؒ سے کسی نے عدم حصول کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا۔ واہ سبحان اللہ کے آدمی و کے پیر شدی۔ کل مرید ہوئے آج کامل ہونا چاہتے ہو۔ ارے میاں

سالہا بردند مرداں انتظار
تا یکے رلبار شد از صد ہزار

(ایک مدت دراز میں لاکھوں کروڑوں میں سے کوئی ایک اپنی مراد کو پہنچتا ہے۔) کچھ راہ فقر ہنسی کھیل نہیں

روزہا باید کہ تا یک مشت پشم از پشت میش

زاہدے را خرقہ گردد یا حمارے را رسن

(کئی دن چاہئیں کہ بھیڑ کی پشت پر ایک مٹھی پشم پیدا ہو۔ تاکہ زاہد کا جبہ بنے یا گدھے کی رسی۔)

ہفتہ ہا باید کہ تا یک پنبہ دانا ز آب و گل

شاہدے را حلہ گردد یا شہیدے را کفن

(کئی ہفتے درکا ہیں تاکہ بنولہ آب و مٹی میں رہے۔ کسی معشوق کا کرتہ بنتا ہے یا شہید کا کفن۔)

ماہ ہا باید کہ تا یک نطفہ از پشت و رحم

صفدرے خیزد بمیداں یا عروس انجمن

(کئی ماہ درکار ہیں کہ ایک نطفہ پشت پیٹ میں۔ میدان کا شیر بنتا ہے یا محفل کی دلہن)۔

سالہا باید کہ تا یک سنگ ز تابش آفتاب

لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن

(کئی سال درکار ہیں کہ سورج کی گرمی سے پتھر۔ بدخشاں میں لعل بنے یا یمن میں عقیق)۔

قرن ہا باید کہ تا یک کودک از فیض طبع

عالمی دانا شود یا شاعر شیریں سخن

(زمانہ درکار ہے کہ بچہ صلاحیت ذاتی سے عالم دانا بنتا ہے یا خوش الحان شاعر۔)

عمر ہا باید کہ تا یک مرد صاحبدل شود
بایزید اندر خراساں یا اویس اندر قرن

(عمر درکار ہے کہ کوئی مرد عارف ہو جائے۔ حضرت بایزید خراسان میں یا حضرت اویسؓ قرن میں)۔

دور ہا باید کہ تا گردون گردان یک شبے
عاشقے راو صل نخشد یا غریبے را وطن

(مدت درکار ہے کہ گردش ایام سے ایک رات۔ عاشق کو ملاقات نصیب ہو یا مسافر کو وطن)

یا برو ہمچو زناں نیرنگ بازی پیشہ کن
یا بیا ہمچو سنائی گوئی درمیدان بزن

یا عورتوں کے ساتھ جا اور عشق مجازی کر۔ یا حضرت سنائیؒ کی طرح زمانہ سے بازی لے جا۔

اسی ضمن میں عطارؒ نے بھی نہایت مؤثر انداز کے ساتھ فرمایا!

صد ہزاراں سبز پوش از غم بسوخت
تاکہ آدم را چراغی بر فروخت

ہزرہا درخت غم میں جل جاتے ہیں تاکہ انسان کیلئے چراغ روشن کریں۔

صد ہزاراں جسم خالی شدز روح
تادریں حضرت دردگر گشت نوحؑ

ہزارہا جسم روح سے خالی ہو جاتے ہیں تاکہ دوسرے حضرت نوحؑ آئیں۔

صد ہزاراں پشہ در لشکر فتاد
تا ابراہیم از میاں برسر فتاد

ہزارہا مچھر لشکر بنتے ہیں۔ تاکہ ابراہیم علیہ السلام کامیاب ہوں۔

صد ہزاراںؑ طفل سر بُریدہ گشت
تاکلیم اللہ صاحب دیدہ گشت

ہزارہا بچے قتل ہوئے تاکہ موسیٰؑ کو اللہ کی زیارت ہو۔

صد ہزاراں خلق در زنار شد
تاکہ عیسیٰؑ محرم اسرار شد

ہزارہا انسان کافر ہوئے۔ پھر عیسیٰؑ صاحب راز ہوئے

صد ہزاراں جان و دل تاراج یافت
تا محمد ﷺ یک شے معراج یافت

ہزار ہا جان و دل تباہ ہوئے پھر جا کر نبی پاک ﷺ کو معراج شریف ہوئی۔

ایمان و اعتقاد

انسان میں دو باتیں ضروری ہیں۔ (۱) ایمان (۲) اعتقاد
ایمان خدا اور رسول ﷺ کے ساتھ ہوتا ہے اور اعتقاد مرید کا شیخ کے ساتھ۔ ایمان ایک ایسی چیز ہے جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ بحث و مباحثہ میں کبھی کم علمی کے سبب اگر کوئی ہار جائے تو یہی کہے گا کہ ہار گئے۔ مگر ہمارا ایمان خدا اور رسول ﷺ پر مضبوط ہے۔ مگر اعتقاد کبھی ٹوٹ بھی جاتا ہے۔ اس لحاظ سے اعتقاد دو قسم کا ہے اعتقاد راسخ (کامل) اور اعتقاد، غیر راسخ (غیر کامل) اعتقاد خدا کی محبت کا وہ بیج ہے جسے شیخ مرید کے دل میں بوتا ہے اور جس طرح کہ بیج بویا جاتا ہے کہ بتدریج پودا نکل کر درخت بن جاتا ہے اور پھولنے پھلنے لگتا ہے۔ اسی طرح اعتقاد خدا کی محبت کا بیج ہے۔ شیخ کا کام بو دینا ہے اور مرید کا فرض ہے کہ اس کی پرورش اور نگہبانی اعمال حسنہ سے کرے۔ البتہ محبت اور اعتقاد ترقی پذیر ہیں جیسا کہ حضرت سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں!

اللہ چنبے دے بوٹی مرشد من میرے وچ لائی ہو
نفی اثبات دا پانی ملیا ہر رگے ہر جائی ہو

اندر بوٹی مشک مچایا جان پھلن پر آئی ہو
جیوے کامل مرشد باہوؒ جیں ایہہ بوٹی لائی ہو

حضرت محبوب الٰہی کا اعتقاد شیخ

حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء نے فرمایا۔ حضرت شیخ الشیوخ بابا فرید الدین شکر گنج قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے پیوند کیا اور بیعت وارادت لایا تھا لیکن جب میرے پاس سے گیا تو چند روز تک تو اسکا مزاج بر قرار رہا مگر بعد میں متغیر ہو گیا ایک اور شخص تھا کہ مجھ سے بہت دور چلا گیا اور وہاں بہت دنوں تک رہا۔ اگرچہ اس پر اس حالت میں ایک عرصہ دراز گزر گیا لیکن اسکی کیفیت وہی رہی ذرا تغیر و تبدل مزاج میں واقع نہ ہوا اسکے بعد حضرت نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس شخص نے جب سے مجھ سے پیوند کیا ہے اس زمانہ سے اس وقت تک اسکا مزاج ایک حال پر قائم ہے اور کسی طرح کا تغیر واقع نہیں ہوا۔ نظام الدین اولیاءؒ بیان کرتے ہیں جب اس کلمہ پر پہنچے تو آپ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور اسکے بعد آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اثنائے گریہ میں زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری ہوئے۔ یہ بندہ آج تک شیخ کی قدیم محبت پر بر قرار ہے۔ بلکہ اس وقت سے زیادہ انکی محبت میرے دل میں موجود ہے۔

معنی ارشاد محبوب الٰہی

حضرت محبوب الٰہیؒ کے ارشاد کا یہ مطلب ہے کہ میرے شیخ کے وصال کو اگرچہ ایک زمانہ گزر گیا ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ انکی محبت اور ان کا عشق میرے دل میں اب پہلے سے زیادہ ہے۔ یہ فرما کر محبوب الٰہی آبدیدہ ہو گئے۔ اعتقاد و محبت کی اولاً ابتدا تھوڑی ہوا کرتی ہے جب اعتقاد و محبت ترقی کرتے کرتے اپنی حد اور کمال کو پہنچ جاتے ہیں تب اعتقاد و محبت کی انتہا یہ ہوئی ہے کہ اعتقاد ایمان میں جا ملتا ہے اور ایمان میں فنا ہو جاتا ہے۔

اعتقاد کے ایمان میں فنا ہو جانے سے بیشتر اگر مرید شیخ سے برگشتہ ہو جائے تو اس حالت میں صرف اسکا اعتقاد جاتا ہے۔ ایمان نہیں جاتا۔ ایمان (جو خدا اور رسول ﷺ پر ہے) وہ رہ جاتا ہے۔

اعتقاد و ایمان ایک

اعتقاد و ایمان کس طرح مل کر ایک ہو جاتے ہیں۔ اعتقاد ترقی کرتے کرتے ایمان میں فنا ہو جاتا ہے اور پھر ایمان و اعتقاد (دونوں) ایک ہو جاتے ہیں۔ اس وقت مرید کا اعتقاد ٹوٹ نہیں سکتا۔ کیونکہ اب اگر بد اعتقاد ہو جاتا ہے تو اس کے ساتھ ایمان بھی جاتا ہے۔ اس حالت کے پیدا ہونے سے بیشتر اگر مرید (عقیدت شیخ سے) برگشتہ ہو جائے تو اس وقت اتنا ہی ہو گا کہ اعتقاد چلا جائے گا۔ مگر ایمان رہ جائے گا مثلاً چینی اور پانی اگر یہ دونوں علیحدہ علیحدہ ہوں تو اس حالت میں خواہ صرف پانی استعمال کیا یا فقط

چینی استعمال کیجائے اور جسکو چاہیں پھینک دیں۔ جسے چاہیں رہنے دیں کیونکہ دونوں الگ الگ ہیں اور ایک کا تعلق دوسرے سے نہیں ہے۔ لہذا جسے پھنکیں گے صرف وہی ایک چیز ضائع ہو گی دوسری رہ جائے گی لیکن اگر چینی اور پانی کو ملادیا جائے (دونوں ایک ہو جائیں) تو اب ایک کا دوسرے سے جدا کرنا محال ہے۔ اگر رہیں تو ساتھ دونوں اگر جائیں گے تو دونوں۔ یعنی اگر پانی پھینکتے ہیں تو اسی کے ساتھ چینی بھی جاتی ہے۔ چینی کو پھینکتے ہیں تو اسی کے ساتھ پانی بھی جاتا ہے۔ یہی حالت مرید کی ہو جاتی ہے اس وقت پیرومرشد سے ذرا بھی اعراض ہوا تو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے اعراض ہو جائے گا اور ایمان خراب ہو جائے گا۔ مگر یہ (ایمان واعتقاد کا ایک ہو جانا) ایک مدت دراز کے بعد نصیب ہوتا ہے۔

اگر شیخ کا ناراض ہونا سنے

حضرت فخر العارفین شاہ عبدالحیٔ قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا! بتاؤ کہ تمہارا کوئی معزز اور معتمد پیر بھائی یا کوئی اور شخص تم سے اگر کہے کہ تمہارے پیر تم سے ناراض ہیں۔ تو تم کیا جواب دو گے ؟ اس کے جواب میں لوگ حیران ہوئے۔ کسی سے معقول جواب بن نہ پڑا۔ فرمایا! ہم سمجھائے دیتے ہیں کہ پیرومرشد کا (ناراض ہونا سنو تو اس) بات کا خیال نہ کرنا اور ذرہ برابر بھی خطرہ دل میں نہ لانا۔ اگر ذرہ برابر خطرہ بھی دل میں پیدا ہوا تو بڑی مشکل ہو جائے گی۔ اس وسوسہ (و خطرہ) سے فوراً ایک حجاب اور ایک پردہ

پیرومرشد کے درمیان پڑ جائے گا۔ (پس) فوراً یہ جواب دینا چاہیے کہ ہم تو جان و دل سے پیرومرشد پر فدا ہو چکے۔ ہمیں پیر کی ناراضگی اور رضامندی سے (بھلا) کیا کام؟ ہمیں تو بس اپنی رضامندی سے کام ہے۔ ہم اپنے پیر سے بہ دل و جان خوش اور راضی ہیں۔ اب ہم پر خوش یا ناراض ہونا، یہ ان کا فعل ہے۔ ہم ان پر حاکم نہیں ہیں اور غلام آقا پر حکومت کس طرح کر سکتا ہے؟ ہمیں تو اپنے فعل کا خیال رکھنا ہے، (کہ ہمارا کوئی فعل اللہ اور اللہ کے رسول اور پیرومرشد کے خلاف نہ ہو) ہمارے پیرومرشد اپنے فعل کے مختار ہیں۔ (کہ ہم سے راضی ہوں یا ناراض) اس جواب سے وسوسہ انشاء اللہ کبھی پیدا نہ ہوگا۔ ارادت مرید کا کام ہے، پیر کا نہیں، ہاں مرید اپنے افعال و حرکات میں غور کر سکتا ہے، اگر کسی فعل میں، پیر کی حکم عدولی معلوم ہو، تو نادم و شرمندہ ہو کر فوراً بارگاہ ایزدی میں حضور قلب کے ساتھ توبہ و استغفار کرے اور اپنے کام میں ثابت قدمی کی اللہ سے دعا مانگے۔ یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ پیر کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی کا خواستگار ہو۔ بلکہ صادق اعتقاد کے ساتھ یہ سمجھے، کہ (قدرت کاملہ الٰہیہ سے) میرا پیر ہر جگہ موجود ہے (خدا نے اسے میرا نگہبان مقرر فرمایا ہے) اگر کسی کے کہنے پر عمل کریگا، تو تردد میں (اور مشکل میں) پڑ جائے گا۔ (تمثیلاً فرمایا) اگر کوئی لڑکا (پاؤں) پھسل کر گر جاتا ہے۔ تو وہ ہاتھ ٹیک کر کھڑا ہوتا ہے اس کا گرنا اپنی خواہش سے تو نہیں ہوتا۔ اسی طرح (مرید سے) بھول یا غفلت سے اگر کوئی لغزش

ہو جائے۔ تو حق سبحانہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرے اور کہے، اے پروردگار! یہ قصور مجھ سے قصداً سرزد نہیں ہوا۔ تو معاف فرما اور پھر یقین کرے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اسے معاف کردیا۔ کیونکہ وہ غفور اور رحیم ہے۔

وسوسہ سد راہ خدا ہے

وسوسہ طریقت میں بہت بڑا سد راہ ہے۔ وسوسہ امراض قلبیہ میں سے ایک سخت مرض ہے اس سے دماغ میں گرمی ہو جاتی ہے اور صاحب اجازت کے دماغ میں اگر گرمی آجائے تو اس گرمی کا اثر معتقدین اور مریدین پر بھی پڑتا ہے اور ان کے دماغ بھی گرم ہو جاتے ہیں اور وہ کامیابی سے رہ جاتے ہیں اور اس وقت ذکر و فکر مراقبہ، مشاہدہ اور ورد وظیفہ سے کچھ نصیب نہیں ہوتا ہے کیونکہ وسوسے قلب کو گھیرے رہتے ہیں اور "اطمینان" (جس کے بغیر کشود کار نہیں ہے) حاصل نہیں ہوتا

تمام جہان کے بزرگوں کا احترام

فخر العارفینؒ نے ارشاد فرمایا "اگر تم عرش پر بھی جانے آنے لگنا، جب بھی تمام بزرگوں کا نہایت ادب کرنا۔ خواہ وہ ہمارے سلسلہ کے ہوں، خواہ غیر کے سلسلہ کے ہوں۔ ہم نے تمام جہان کے بزرگوں کا نہایت ادب کیا ہے۔" فرمایا "اگر میرا کوئی مرید عرش پر بھی جانے اور آنے لگے تو جب تک وہ میرے بزرگوں کی راہ وروش اختیار نہ کریگا۔ مجھے اس کی طرف سے

اطمینان نہ ہوگا۔"

راہ شیخ

فخر العارفینؒ نے ارشاد فرمایا"جس راستہ سے کہ ہمارے شیخ گزرے ہیں اور خدا تک پہنچے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ ہمیں اسی راستہ پر چلا دے اور اسی راستہ سے پہنچا دے۔ ہمیشہ یہی دعا مانگنا کہ اے پروردگار! جو طریقہ کہ ہمارے پیرومرشد کا ہے اپنے فضل سے وہ ہی طریقہ ہمیں نصیب فرما"

کام اپنے ہی پیشوا سے ہے

فخر العارفینؒ نے ارشاد فرمایا"جتنے بزرگان دین ہیں۔ سب برگزیدہ ،سب بر حق، سب مقبولان بارگاہ، (ہیں) لیکن ہماری تو یہی دعا ہے کہ اے پروردگار! ہمیں تو ہمارے شیخ کے طریقے پر رکھنا اور دین و دنیا (اس عالم میں اور اس عالم میں) ہم پر ان کا سایہ رکھنا ہم اندھے کے مانند ہیں۔ جس بینا کے ہاتھ میں عصا ہے اندھے کو تو (اسی آنکھوں والے) سے مطلب ہوگا۔ آنکھوں والے اور بہت ہیں ان سے مطلب نہ ہوگا۔ ہم جس بینا کے پیچھے کھڑے ہیں یا پروردگار! ہمیں اسی آنکھوں والے کے پیچھے چلانا۔

ہاتھ اور پاؤں چومنا

بزرگوں کے ہاتھ اور پاؤں چومنا ایک ایسا مستحسن فعل ہے جو نبی کریم ﷺ خلفائے راشدین اہل بیت اطہارؓ مفسرین اکرام، محدثین عظام فقہاء فخام اور اولیاء ذوالاحترام سے ثابت ہے۔

امام المحدثین محمد بن اسماعیل بخاریؒ الادب المفرد میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت درج فرماتے ہیں جب سرکار دو عالم ﷺ سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ ان کے لئے کھڑی ہو جاتیں

فَاَخَذَتْ بِيَدِهٖ وَقَبَّلَتْهُ وَاَجْلَسَتْهُ فِىْ مَجْلِسِهَا

تو آپ ﷺ کا ہاتھ مبارک پکڑ کر اس کو چوم لیتیں اور اپنے بیٹھنے کی جگہ پر بٹھاتیں۔

اور جب حضرت فاطمۃ الزہرہؓ سرکار دو عالم ﷺ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوتیں تو حضور ﷺ کھڑے ہو جاتے۔

وَاَخَذَ بِيَدِهَا وَقَبَّلَهَا وَاَجْلَسَهَا فِىْ مَجْلِسِهٖ

اور ان کا ہاتھ پکڑتے اور بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے

(الادب المفرد، ابو داؤد شریف جلد نمبر ۲. مشکوۃ)

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ فقبلنا یداہ۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ کو بوسہ دیا (ابو داؤد جلد نمبر ۲ الادب المفرد)

صحابہ کرامؓ حصول برکت کیلئے حضور ﷺ کی دست بوسی اور قدم بوسی کرتے تھے۔ وازع بن عامرؓ صحابی ہیں جو "وازع العبدی" کے لقب سے مشہور ہیں ان سے مروی ہے۔

قَالَ قَدِمْنَا فَقِيْلَ ذَاكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَاَخَذْنَا بِيَدِهٖ وَرِجْلَيْهِ نُقَبِّلُهَا

فرماتے ہیں کہ ہم آئے تو ہم سے کہا گیا کہ وہ ہیں رسول اللہ ﷺ ہم نے آپ ﷺ کے ہاتھ پیر پکڑ لئے اور چومنے لگے۔

امام ابو داؤد، زارعؓ سے روایت کرتے ہیں۔

قَالَ قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا فَنَتَقَبَّلُ يَدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَرِجْلَهٗ
(مشکوٰۃ: ۴۰۲)

جب ہم مدینہ پہنچے تو اپنی سواریوں سے جلدی جلدی اُترنے لگے چنانچہ ہم نے رسول اکرم ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا

یہاں تک کہ جن صحابہ کے ہاتھ حضور ﷺ کے دست اقدس سے مس ہوتے دیگر صحابہ اور تابعین ان کے ہاتھ چومتے اور ان کیلئے احتراماً

قیام کرتے تھے۔

پاؤں چومنے کی برکت

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام گنج شکرؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ شیخ ابو سعید ابو الخیرؒ گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ اتنے میں ایک مرید آیا اس نے آتے ہیں شیخ کے زانو کو بوسہ دیا۔ شیخ نے فرمایا اور نیچے بوسہ دے اس نے پاؤں کو بوسہ دیا۔ شیخ نے فرمایا اور نیچے اس نے گھوڑے کے سم کو بوسہ دیا شیخ نے فرمایا اور نیچے اس نے زمین کو چوما۔ پھر شیخ نے فرمایا کہ میں جو تجھے بوسہ دینے کو کہتا رہا میرا مقصود یہ نہ تھا بلکہ تیری بلندی مراتب مقصود تھی سو تو جس قدر نیچے بوسے دیتا گیا تیرا مرتبہ بڑھتا گیا۔

کوئی آدمی کسی کے سامنے ادباً جھک جائے تو شیطان کے گلے پر چھری پھرتی ہے کیونکہ یہ جھکا نہیں تھا پتہ چلا کہ نہ جھکنا شیطان کا فعل ہے اور نفس سرکش بھی کسی کے سامنے جھکنا پسند نہیں کرتا۔ جنہوں نے اپنے اللہ کو تسلیم کیا وہ سر بسجود ہوئے اور اپنے بزرگوں کے سامنے بھی جھکے رہتے ہیں ان لوگوں سے عجز و انکساری کا اظہار ہوتا ہے یہی لوگ مومن ہیں ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور انکے درجات بلند فرمادیتا ہے اور اپنے مقبول بندوں میں شامل فرمالیتا ہے۔

حضرت جابرؓ

حضرت علامہ عبدالرحمٰن جامیؒ نے اپنے تصنیف لطیف شواہد النبوۃ میں درج فرمایا ہے کہ حضرت امام محمد باقرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ کو اس وقت آکر سلام کیا جب کہ ان کی بصارت ختم ہو چکی تھی انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور پوچھا آپ کون ہیں؟

میں نے کہا محمد بن علی بن حسینؓ ہوں تو حضرت جابرؓ نے کہا کہ اے میرے بیٹے! میرے نزدیک آؤ میں قریب ہوا تو انہوں نے میرے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور میرے پاؤں چومنے ہی لگے تھے کہ میں ان سے پرے ہٹ گیا تو انہوں نے فرمایا سرور عالم ﷺ پر بھی صلوٰۃ و سلام ہو اور اللہ کی برکت و رحمت ہو۔

پھر میں نے پوچھا کہ اے جابرؓ یہ سب کچھ کیونکر ہوا ہے حضرت جابرؓ نے کہا کہ ایک دن میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا اے جابر تمہاری ملاقات میرے ایک فرزند سے ہو گی جس کو محمد بن حسین کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے انوار و حکم عطا فرمائے گا تم اسے میرا سلام کہنا۔ (شواہد النبوۃ فارسی)

حضرت علیؓ

حضرت صہیبؓ سے مروی ہے کہ

وَيَدَيِ الْعَبَّاسِ وَرِجْلَيْهِ — میں نے حضرت علی کرم اللہ

وَرَأَيْتُ عَلِيًّا يُقَبِّلُ — وجہہ کو حضرت عباسؓ کے ہاتھ

(الادب المفرد) — اور پاؤں کو بوسہ دیتے ہوئے

دیکھا

سیرت النبی ﷺ جلد دوم میں شبلی نعمانیؒ نے بحرین کے قبیلہ عبدالقیس کے قبول اسلام کا واقعہ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے!

اسلام قبول کرنے کے بعد ان لوگوں نے چودہ شخصوں کی ایک سفارت آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیجی جس کے افسر منذر بن الحارث تھے ان کا قافلہ کاشانہ نبوت کے قریب آیا تو لوگ اس قدر بے تاب ہوئے کہ سواریوں سے کود پڑے اور آنحضرت ﷺ کے ہاتھ چومے لیکن منذر کو پاس ادب ملحوظ تھا انہوں نے قیام گاہ پر جا کر کپڑے بدلے پھر خدمت میں حاضر ہو کر دست بوسی کی۔

(بحوالہ زرقانی بہ روایت بیہقی بہ سند جید)

حضرت داتا علی ہجویریؒ

حضرت داتا علی ہجویری گنج بخشؒ اپنی کتاب کشف المحجوب میں اپنا واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں ملک شام میں سیدنا بلال حبشیؓ موذن مسجد نبوی کے روضہ مبارک کے سرہانے سویا ہوا تھا خواب میں دیکھا کہ میں مکہ

مکرمہ میں ہوں اور حضور نبی کریم ﷺ ایک بزرگ کو آغوش میں لئے ہیں جس طرح والدین اپنے بچوں کو اپنی شفقت آغوش میں لیتے ہیں۔ باب بنی شیبہ سے داخل ہو رہے ہیں۔ میں نے دوڑ کر حضور ﷺ کے پائے اقدس کی پشت کو بوسہ دیا۔ میں متعجب و حیران تھا کہ یہ بزرگ کون ہیں حضور ﷺ کو اپنی معجزانہ شان سے میری باطنی حالت اور دل کی پریشانی پر اطلاع ہو گئی حضور ﷺ نے فرمایا یہ تمہارا امام ہے جو تمہارے ہی ملک کے ہیں یعنی امام ابو حنیفہؒ۔ (کشف المحجوب)

اور محدث طبرانی اور حاکم نے اور امام غزالی نے احیاء العلوم میں باب آداب طالب علم و معلم میں بیان کیا ہے کہ امام شعبی نے بیان کیا۔ کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے ایک مرتبہ نماز جنازہ پڑھی پھر اپنے خچر پر سوار ہونے لگے تو عبداللہ بن عباسؓ نے دوسری رکاب تھام لی آپ نے فرمایا اے حضور ﷺ کے چچازاد بھائی رکاب کو چھوڑ دیں آپ نے فرمایا کہ ہمیں یہی حکم ملا ہے کہ علماء اور مشائخ کی تعظیم اسی طرح کریں اس پر حضرت زیدؓ نے ان کے ہاتھ چوم لئے کہ ہمیں بھی یہی حکم ملا ہے۔

(دلائل السلوک)

بزرگوں کے ہاتھ چومنا ذریعہ نجات ہے

ایک دفعہ ایک مخمور جوان گلی میں سے گزر رہا تھا کہ سامنے سے امام

التارکین حضرت خواجہ ابراہیم ادھمؒ آتے دکھائی دیئے ۔ وہ جوان فوراً حضرت خواجہ کے قدموں میں گر پڑا۔ پھر نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ حضرت سے دست بوسی کا شرف حاصل کیا اور گھر چلا گیا اسی رات خواب میں دیکھا کہ بہشت کی روشوں پر خراماں سیر کر رہا ہے۔ عجیب درد اس کے دل میں پیدا ہوا کہ میں تو گنہگار ہوں یہ دولت بے پایاں مجھے کیسے نصیب ہو گئی۔ آواز آئی تم جو کہتے ہو ٹھیک ہے لیکن کل تم نے ہمارے ایک دوست کے ہاتھ چومنے کی سعادت حاصل کی تھی۔ ہماری رضا کیلئے تم نے اسے اعزاز دیا۔ ہم نے تمہیں اس بات پر بخش دیا۔ وہ جوان خواب سے بیدار ہوا۔ خواجہ ابراہیم ادھمؒ کے حضور حاضر ہوا۔ توبہ کی اور بیعت سے مشرف ہوا۔ حقیقت میں جب خدا کی عنایت ہو جاتی ہے تو لاکھوں گناہوں کی ایک ذرہ رحمت سے تلافی کر دی جاتی ہے۔ (اسرار الاولیاء)

جب لوگ صوفیاء کے ہاتھ چومتے ہیں اللہ کریم کی ہزاروں نعمتیں نزول فرماتی ہیں۔ جب وہ اس کار خیر سے فارغ ہوتے ہیں تو یہ رحمتیں ان پر نثار کر دی جاتی ہیں۔

مشائخ و بزرگان دین کی دست بوسی دین و دنیا کی خیر و برکت کا باعث بنتی ہے ایک دفعہ لوگوں نے سلطان سنجر کو خواب میں دیکھا ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک کیا۔ کہا دنیا کا ہر معاملہ اچھا اور برا میرے آگے رکھ دیا اور بات یہاں تک پہنچ گئی کہ حکم دیدیا گیا سنجر کو دوزخ میں لے

جاؤاس حکم پر عمل ہونے ہی والا تھا کہ فرمان ہوا۔ ٹھہرو! اس نے ایک دفعہ جامع مسجد دمشق میں حاجی شریف خواجہ کے دست مبارک کو چوما تھا اس دست بوسی کی برکت سے ہم نے اسے معاف کیا۔

لوگوں نے حجاج بن یوسف کو اس کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا اے ابن یوسف! تمھارا کیا حال ہے اس نے کہا ہلاکت کے مقام پر ہوں لیکن امید ہے سامان مغفرت پیدا ہو جائے گا انہوں نے پوچھا کہ کس نیکی کی بدولت کہا کہ فلاں روز میں نے خواجہ حسن بصریؒ کا ہاتھ اعزاز واکرام کے ساتھ چوما تھا ڈھارس دی گئی ہے کہ تجھے اس کام کی جزا میں معاف کر دیا جائے گا۔

حضرت قطب الاقطاب قدس سرہ، نماز جمعہ کے بعد مسجد سے باہر تشریف لاتے تو خلق خدا کے ہجوم سے آپ کے خدام آپکے گرد حلقہ بنا لیتے لوگ کثرت سے آپکی دست بوسی کا شرف حاصل کرتے اور تب واپس اپنے گھروں کو جاتے۔ اولیاء کرام کے آثار میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ نے قسم اٹھائی جو شخص دنیا میں کسی بزرگ یا شیخ کا ہاتھ چومنے کی سعادت حاصل کرلے حقیقتاً وہ دنیا سے بخشا ہوا جائے گا۔ کیونکہ مشائخ کا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ ہے اور آپ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے۔ جو مشائخ کا ہاتھ پکڑتا ہے اسی طرح ہے جیسے اس نے سرکار رسالتماب ﷺ تک رسائی حاصل کرلی اور خدا تک پہنچ گیا۔ یہی اللہ کی رسی ہے جسے مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا گیا ہے۔

تصوّرِ شیخ

ہمارے سلسلہ عالیہ قادریہ ابوالعلائیہ چشتیہ جہانگیریہ شکوریہ جلوہ نمائیہ میں تصور شیخ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے بیعت کرنے کے بعد ذکر و فکر کے ساتھ ساتھ تصور شیخ کی تاکید کی جاتی ہے۔

حدیث جبرئیلؑ میں احسان کے متعلق فرمایا گیا کہ "تو اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو اللہ تجھے ضرور دیکھ رہا ہے۔ اس حدیث شریف سے یہ بات ثابت ہوئی کہ عبادت میں ایسی محویت پیدا ہو جائے کہ خدا اور بندے کے درمیان کوئی حجاب نہ رہے اور مشاہدہ حق حاصل ہو جائے اس کے لئے تصور شیخ کیا جاتا ہے۔

صحابہ کرامؓ اپنے ذہنوں میں ہر وقت مرشد کائنات حضور رحمۃ للعالمین کا تصور رکھتے اور اس سے روحانی سرور اور فیض حاصل کرتے تھے۔

ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے۔

كَاَنِّىۡ اَنۡظُرُ اِلٰى سِوَاكِهٖ تَحۡتَ شَفَتِهٖ (صحیح مسلم: ۱۲۰)	گویا میں چشم تصور میں آپ کی مسواک جو کہ ہونٹوں کی نیچے تھی دیکھ رہا ہوں۔

عمرو بن حریثؓ فرماتے ہیں

كَاَنِّىۡ اَنۡظُرُ اِلٰى رَسُوۡلِ اللّٰهِ	گویا میں چشم تصور میں رسول

عَلَى الْمِنْبَرِ وَ عَلَيْهِ عِمَا مَةٌ سَو دَا ءَ قَدْاَرْ خى طَرْ فِيْهَا بَيْنَ كَتفَيْهِ (صحيح مسلم: ٤٤٠)

اللہ ﷺ کو منبر کے اوپر دیکھ رہا ہوں اور آپ کے اوپر سیاہ عمامہ ہے کہ آپ نے اس کے دونوں کناروں کو اپنے شانوں کے درمیان لٹکا دیا ہے

صحابہؓ کے اسی معمول کو سند بنا کر صوفیہ نے تصور شیخ کی اجازت دی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ حضرت سیدنا مولا علی کرم اللہ وجہہ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھ رہے تھے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کی ابا جان کیا وجہ ہے کہ آپ کافی دیر سے حضرت علی کے چہرہ کو دیکھ رہے ہیں اس پر حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے حضرت علی کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے "اَلنَّظَرُ اِلٰی وَجْہِ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ" (طبرانی۔ مستدرک حاکم)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔

اِذَا غَابَ الشَّیْخُ یَخَیَّلُ صُوْرَتُہٗ

جب پیر کامل ظاہری آنکھوں سے اوجھل ہو تو اسکی صورت کا خیال (تصور) کیا جائے۔

حضرت سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں کہ وہ شخص مائی رابعہ بصریؒ کے درجہ سے بھی افضل ہے جسے تصور شیخ حاصل ہو گیا۔ اسے دونوں جہان

کی خبریں ملنا شروع ہو جاتی ہیں۔

مرید کو صحبت شیخ میسر آئے تو اذکار و عبادات کو محدود کرے اور خدمت شیخ کو دولت عظیم سمجھے شیخ کی صورت سے اس قدر محبت والفت پیدا کرے کہ اسکی صورت دل و دماغ میں نقش ہو جائے اگر مرید اپنے شیخ سے بظاہر دور ہو تو غائب رہ کر بھی خود کو شیخ کے حضور میں تصور کرے خلوت میں تصور شیخ کے ذریعے ظاہری و باطنی ربط پیدا کرے تاکہ اسے فیض روحانی برابر پہنچتا رہے۔ دیگر مشائخ سے عقیدت رکھے مگر اپنے قلب کو صرف محبت شیخ کا مسکن و مہبط بنائے یہ امر اشد ضروری ہے کہ اپنے شیخ کو روئے زمین پر موجود تمام مشائخ اولیاء سے بلند و برتر سمجھے اور اس پر یقین رکھے ورنہ مستحق فیض نہ ہو گا۔

مراقبہ

مراقبہ کے معنی ہیں "انتظار کرنا" (پیرو مرشد کا انتظار کرنا) مراقبہ میں ذکرو فکر اور تصور شیخ، شیخ کے قائم مقام ہوتا ہے جس طرح ہر کام کیلئے استاد کا ہونا ضروری ہے اسی طرح روحانیت میں تصور شیخ کا ہونا ضروری ہے۔ جب مراقبہ میں تصور شیخ کیا جاتا ہے تو شیخ سے روحانی و قلبی تعلق پیدا ہوتا ہے اور جو انوار و تجلیات پیرو مرشد کے قلب پر وارد ہوتی ہیں وہ سالک کے قلب پر آنا شروع ہو جاتی ہیں اور سالک تصور شیخ سے ہی تمام مقامات کی سیر کرتا ہے ہر قسم کے مشاہدات اس سے حاصل ہوتے ہیں

ہم اپنے مریدین کو بعد نماز مغرب مراقبہ کی تاکید فرماتے ہیں کیونکہ یہ ارواح کا خاص وقت ہے اس لئے مغرب تا عشاء مراقبہ کا حکم دیا جاتا ہے۔

حضرت سلطان العارفینؒ مراقبہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

مراقبہ دل کی نگہبانی کو کہتے ہیں تاکہ غیر حق دل میں نہ آئے جیسا کہ خطرات نفسانی اور شیطانی وغیرہ وغیرہ۔ مراقبہ اللہ تک پہنچا دیتا ہے انسے مشاہدہ خاص نما بھی کہتے ہیں اور مراقبہ محبت محبوب کو کہتے ہیں اور اسے محرم اسرار بھی کہتے ہیں اور مجلس محمدی ﷺ کا بھی مراقبہ ہے اور تجلی ذات کے مراقبہ کو نور الہدیٰ کہتے ہیں۔

صاحب مراقبہ کے مراتب نہایت عظیم ہیں صاحب مراقبہ کو سیدھی راہ مل جاتی ہے صاحب مراقبہ مجلس محمدی ﷺ دیکھتا ہے اور اس میں اولیاء اور انبیاء کی روحوں سے ملاقات کرتا ہے مراقبہ نفسانی خطرات سے محفوظ رکھتا ہے اور منزل بمنزل اور مقام بمقام پہنچاتا ہے یہاں تک کہ مجلس محمدی ﷺ اسے حاصل ہو جاتی ہے غرضیکہ مراقبہ میں ہوتا ہے اور عارف باللہ کا درجہ اسے حاصل ہوتا ہے۔ اس کا خاتمہ خیر سے ہوتا ہے اور اس کا باطن معمور رہتا ہے۔

خواب اور مراقبہ کے اصول ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں۔ لیکن مراقبہ خواب سے زیادہ غالب ہے۔ چنانچہ اونچی آواز سے سوئے کو جگا سکتے ہیں۔ لیکن جو شخص مراقبہ کے وقت مشاہدہ واحدانیت اور نور حضور ﷺ میں غرق ہو، اگر اس کی گردن بھی الگ کر دی جائے تو بھی اسے خبر نہیں ہوتی۔ پس معلوم ہوا کہ مراقبہ موت ہے کیونکہ موت میں انسان کی یہی حالت ہو تی ہے۔

مراقبہ معرفت اللہ سے عارفوں کو سرفرازی ملتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے 'رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ' اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اس سے راضی ہیں اور نیز فرماتا ہے!

اِرۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ ٥	اپنے پروردگار کی طرف لوٹ راضی ہو کر اور میرے بندوں میں شامل ہو کر بہشت میں داخل ہو۔

مراقبہ محرم اسرار الٰہی ہوتا ہے۔ صاحب مراقبہ کو بیداری خواب اور خواب میں ہوشیاری حاصل ہوتی ہے اور ماسواء اللہ کے مشاہدہ سے وہ استغفار کرتا ہے۔ صاحب مراقبہ محبت کو مجلس محمدی ﷺ نصیب ہوتی ہے مراقبہ سے مردہ، مردود اور مجرم دل بھی درست ہو جاتا ہے مومنوں کے لئے محمدی حضوری کا مراقبہ بمنزل معراج کے ہے۔

اَلصَّلٰوةُ مِعۡرَاجُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ.	نماز مومن کی معراج ہے
لَاصَلٰوةَ اِلَّا بِحُضُوۡرِ الۡقَلۡبِ ٥	حضور قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

مراقبہ معرفت عارف باللہ کے لئے بمنزل پروبال کے ہے۔ جس سے ہمیشہ اس کی نظر معرفت مولیٰ پر رہتی ہے۔

تصرف شیخ اور توجہ

مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابیؓ بن کعب کا واقعہ مذکور ہے!

ابی بن کعب فرماتے ہیں کہ اسلام کی تکذیب زمانہ جاہلیت سے بھی

زیادہ میرے دل میں واقع ہو گئی۔ جب رسول اکرم ﷺ نے مجھے دیکھا تو میرے سینے پر ہاتھ مارا تو میں پسینہ پسینہ ہو گیا۔ حالت یہ ہو گئی کہ گویا میں اپنے رب کو دیکھ رہا ہوں۔ صاحب مرقات فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے دست مبارک کی برکت سے غفلت زائل ہو گئی اور فوراً ہی مقام حضور و مشاہدہ حاصل ہو گیا۔

اس حدیث مبارک سے یہ ثابت ہوا کہ توجہ اور تصرف شیخ سے غفلت زائل ہو جاتی ہے اور نور ایمان تیز ہو جاتا ہے سالہا سال کی ریاضت اور مجاہدات سے اتنا فائدہ نہیں پہنچتا جتنا کہ شیخ کی تھوڑی سی توجہ سے حاصل ہو جاتا ہے شیخ کی توجہ کے بغیر محض مجاہدات سے منازل سلوک طے نہیں ہو سکتے۔

شیخ کامل کی توجّہ

عارف رومیؒ فرماتے ہیں کہ:۔

ہیچ مرد خود بخود شیخے نشد
ہیچ آہن خود بخود تیغے نشد

(نہ کوئی لوہا خود بخود تلوار بن سکتا ہے۔ نہ کوئی آدمی خود بخود درجہ کمال کو پہنچ سکتا ہے)

قال را بگزار مرد حال شو

پیش مرد کاملے پامال شو

(زبانی جمع خرچ ترک کرو اور حال کے حاصل کرنے کی کوشش کرو اور حال کیسے حاصل ہوتا ہے۔ مرد کامل کے پاؤں کی خاک بننے سے)

اسکی ایک وجہ تو یہ ہے کہ دنیا کا کوئی کام استاد اور رہبر کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ سب سے اہم اور سب سے اعلیٰ کام اس قاعدہ کلیہ سے کیوں مستثنیٰ ہو

جب کہ علوم و فنون اور پیشہ جات میں دیکھی دکھائی چیزوں سے تعلق ہوتا ہے لیکن اس کوچہ میں ہما نصب العین وہ ہوتا ہے جو نہ آنکھوں سے دیکھا جا سکے اور نہ کانوں سے سنا جا سکے نہ ہاتھوں سے پکڑا جا سکے۔

شیخ کامل کا دامن تھامنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ آپ کی (روحانی) بیماری تشخیص کر کے مناسب دوائی تجویز کرتے ہیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ شیخ کامل اپنی طرف سے بھی کچھ دیتے ہیں۔ علماء ظواہر کی ہدایت اور کاملین کے طریقہ ہدایت میں یہی فرق ہے کہ یہاں علماء ظواہر ہر بیمار کو ایک ہی دوائی پلا دیتے ہیں، شیخ کامل مرض کے مطابق دوائی دیتے ہیں۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ علماء ظواہر بھوکے اور پیاسے کے سامنے شربت اور پلاؤ کے محاسن پر سامعین کو صرف لیکچر دیتے ہیں جس سے شربت کی خوبیوں سے تو پیاسا بخوبی آگاہ ہو جاتا ہے لیکن اسکی پیاس نہیں بجھتی۔ انکی

خدمت میں پیاسا جاتا ہے اور پیاسا واپس آتا ہے لیکن شیخ کامل پیاسے کے حلق میں شربت ڈال کر اسے اچھی طرح سیراب کر دیتے ہیں۔

نماز کی حالت میں شیخ کو لبیک کہنا

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت شیخ الاسلامؒ نے مولانا بدرالدین اسحاق کو آواز دی۔ وہ نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے نماز ہی میں جواب دیا لبیک پھر آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کھانا تناول فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص کو آواز دی۔ اس نے آنے میں دیر کی جب وہ آیا تو آپؐ نے دریافت کیا۔ اس نے کہا میں نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ نے قرآن کی آیت کا حوالہ دے کر فرمایا! کہ دیکھو جب رسول خدا تم کو بلائیں تو فوراً چلے آیا کرو۔ پھر خواجہ نے فرمایا کہ شیخ کا فرمان رسول کا فرمان ہے۔

نمازیں گر قضا ہوں تو ادا ہوں
نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں

اپنے پیر کو حاظر و ناظر سمجھنا

دیوبند حضرات کے اکابر مولانا رشید احمد گنگوہی کتاب امداد السلوک کے صفحہ نمبر ۷ ۲ پر لکھتے ہیں۔ "مرید اس بات کا یقین رکھے کہ شیخ کی روح ایک جگہ مقید نہیں بلکہ جس جگہ مرید ہو گا قریب یا دور۔ اگر چہ شیخ کی ذات دور ہو لیکن اسکی روحانیت سے دور نہیں ہے۔ جب اس بات کو راسخ

(پختہ) کرے اور شیخ کو ہر وقت یاد رکھے تو روحانی تعلق پیدا ہو جائے گا اور ہر آن میں عجیب فائدہ حاصل کرے گا۔

پیر کا مرید کی عقدہ کشائی کرنا

مولانا رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں کہ!

تب مرید ہر وقت عقدہ کشائی میں شیخ کا محتاج ہو گا اور شیخ کو دل میں حاضر کر کے جب زبان حال سے پوچھے گا تو یقیناً شیخ کی روح اللہ کے حکم سے اسکو بتلائے گی لیکن اس میں ربط تام شرط ہے۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ فرماتے ہیں۔

ہمیشہ قلب کا تعلق اپنے شیخ سے جوڑنا کہ یہ مظہر حق تعالیٰ ہے جس نے اپنے فیض سے نوازنے کیلئے انہیں مجھ پر مقرر فرمایا ہے اور انہیں کے ذریعے سے بارگاہ خداوندی میں حضوری کی راہ ملتی ہے۔

ہمیشہ سراپا تسلیم و محبت بن کر اس کی طرف متوجہ ہو تا کہ فیض کا باب اس پر کھل جائے اور اپنے شیخ کے بارے میں کسی قسم کا اعتراض اور شک دل میں نہ لائے کہ یہ چیز راہ حق میں رکاوٹ کا سبب ہے۔

سیدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی "غنیۃ الطالبین کے باب "آداب المرید مع الشیخ" میں تحریر فرماتے ہیں۔

مرید کو اس بات کا یقین ہونا چاہیے کہ حضرت آدمؑ سے لے کر

قیامت تک اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ جاری ہے کہ زمین میں شیخ بھی ہو مرید بھی، صاحب اقتدار بھی اور ماتحت بھی، تابع اور متبوع بھی۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے یہ الفاظ ضرورت شیخ کے لیے حتمی حیثیت کے حامل ہیں۔

جس طرح جسمانی توالد و تناسل والدین کے بغیر ممکن نہیں اسی طرح باطنی تولد (ترقی) بھی بغیر شیخ کے مشکل ہے اسی لیے انھوں نے اپنے "رسالہ المکیہ" میں لکھا ہے کہ جس کا کوئی شیخ نہیں اسکا شیخ شیطان ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔

جان لیں کہ شیخ سے مدد مانگنا حضور ﷺ سے مدد مانگنا ہے کیونکہ یہ ان کے نائب اور جانشین ہیں اور اس عقیدے کو پورے یقین کے ساتھ اپنے پلے باندھ لیں۔ (مجموعات المکاتب والرسائل: ۳۵۰)

مولانا رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں۔

مرید کو یقین ہو کہ اس معین مرشد کے بغیر کوئی مجھے مطلب اور مقصود تک نہیں پہنچا سکتا اور شیطان اس کے شیخ کی صورت میں نہیں آسکتا۔

(امداد السلوک: ۲۲)

مرید کو چاہیے کہ بارگاہ رب العزت میں اپنے شیخ سے نسبت پختہ ہونے کی دعا کرے اور فنافی الشیخ ہونے کی تمنا کرے۔

صحبت

صحبت صالح ترا صالح کنند
صحبت طالع ترا طالع کنند

نیک کی صحبت تجھے نیک بنائے گی۔ بد بخت کی صحبت تجھے بد بخت بنائے گی۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ اطاعت بے ریاء

اولیاء اللہ کے پاس ایک گھڑی بیٹھ جانا، سو سالہ اطاعت جو کہ ریاء سے پاک ہو اس سے بھی بہتر ہے۔

گر تو سنگ خارۂ و مرمر شوی
چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

اگر تو سنگ خارہ اور سنگ مرمر ہو جب صاحب دل (مرشد) کے پاس پہنچے گا تو موتی بن جائے گا۔

اس طرح انسان حفاظت میں رہتا ہے جیسے بکریوں کے ریوڑ میں جو بکری ریوڑ کے ساتھ رہتی ہے وہ بھیڑیئے سے محفوظ رہتی ہے کیونکہ نگہبان ان کی حفاظت کر رہا ہوتا ہے اور جو بکری ریوڑ سے علیحدہ ہو جاتی ہے اسے بھیڑیا کھا جاتا ہے اس طرح جو پیر و مرشد کی نگہبانی میں یعنی صحبت میں

رہتے ہیں وہ نفس اور شیطان سے بچے رہتے ہیں۔

اسے ہو سکے گا حاصل نہ شعور راہ و منزل

وہ بھٹک رہا ہے راہی جو الگ ہے کارواں سے

جس نے صحبت ترک کی وہ شیطان کے چنگل میں پھنس جاتا ہے اور پھر شیطان اسے اس کے اعمال کو مزین کر کے اس کی نگاہ میں دکھاتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ میں صحیح کر رہا ہوں حالانکہ وہ شیطان کے دام فریب میں پھنسا ہوا ہوتا ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کے مریدوں میں سے ایک کو یہ خیال گزرا کہ میں درجہ کمال کو پہنچ گیا ہوں اب مجھے اکیلا رہنا صحبت سے بہتر ہے وہ گوشہ نشین ہو گیا اور جماعت مشائخ کی صحبت سے کنارہ کش ہو گیا جب رات آئی تو دیکھا کہ لوگ ایک اونٹ لے کر آئے ہیں انہوں نے کہا تمہیں جنت میں رہنا چاہیے وہ اسے اونٹ پر سوار کر کے لے گئے یہاں تک کہ ایسی جگہ ظاہر ہوئی جو بہت اچھی جگہ ہے وہاں خوبصورت لوگ نفیس کھانے اور پانی کے چشمے رواں ہیں اسے صبح تک وہاں رکھا حالانکہ وہ مرید سو رہا تھا جب مرید بیدار ہوا تو اپنے حجرے میں اپنے آپ کو پایا یہ سلسلہ اسی طرح روزانہ جاری رہا یہاں تک کہ بشری رعونت و غرور نے غلبہ اور اس کے دل میں جوانی کے گھمنڈ نے اپنا اثر دکھایا اور زبان اس کا دعویٰ کرنے لگی اور وہ کہنے لگی کہ میری یہ حالت ہے۔ لوگوں نے اس کی خبر حضرت جنیدؒ کو پہنچائی آپ اٹھے اور اس

کے حجرے میں تشریف لائے اسے اس حال میں پایا کہ اس کے سر میں خواہشیں بھری ہوئی ہیں اور تکبر سے اکڑا ہوا ہے آپ نے اس سے حال دریافت فرمایا اس نے سارا حال بیان کر دیا۔

حضرت جنیدؒ نے فرمایا یاد رکھ جب تو آج رات وہاں پہنچے تو تین مرتبہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کہنا چنانچہ جب رات آئی اور اسے حسب سابق لے جایا گیا چونکہ وہ اپنے دل میں حضرت جنیدؒ کا انکاری تھا کچھ عرصہ بعد محض تجربہ کے طور پر اس نے تین مرتبہ لاحول پڑھی تو اسے لے جانے والے تمام لوگ چیخ مار کر چھوڑ کر چلے گئے اس نے اپنے آپ کو نجاست خانہ میں پڑا پایا اور اس کے چاروں طرف مرداروں کی ہڈیاں پڑی ہوئی ہیں تب وہ اپنی غلطی پر واقف ہوا دل سے اس نے توبہ کی اور ہمیشہ صحبت میں رہنے لگا۔

اس لئے مرید کے لئے اکیلے رہنے سے بڑھ کر کوئی آفت نہیں ہے

بخاری اور مسلم شریف میں حدیث شریف ہے!

هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقَىٰ جَلِيسُهُمْ یعنی وہ ایسی جماعت ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے والا کبھی بدبخت نہیں رہ سکتا۔

اس حدیث سے اولیاء اللہ کی صحبت کا اثر واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے حتی کہ

ان کی صرف محبت سے ہی اتنا فائدہ ہوتا ہے کہ انسان بدبخت ہو کر نہیں مرتا۔

نیکی کرنے سے نیکوں کی صحبت میں رہنا اعلیٰ ترین نیکی ہے۔ برا عمل کرنے سے برے لوگوں کی صحبت میں رہنا بدترین برائی ہے۔ برے لوگوں سے نفرت نہ کرو بلکہ انکی برائی سے نفرت کرو اور انکے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ تاکہ انکی اصلاح کر سکو جیسا کہ اگر طبیب مریض سے نفرت شروع کر دے تو اسکے مرض کا علاج کون کرے گا۔

جب تک نہ تھی خبر اپنے اعمال کی رہا دیکھتا لوگوں کے عیب و ہنر
جب پڑی اپنے گناہوں پر اک نظر تو نظر میں کوئی برا نہ رہا۔

اطاعت

ارشاد خداوندی ہے!

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۝

(اے محمد ﷺ) فرمادیجئے اگر تم اللہ کی محبت چاہتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۝

"اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اور جو تم میں صاحب امر ہو۔"

اولی الامر پیرو مرشد ہوتا ہے کیونکہ اس کا تعلق عالم امر سے ہوتا ہے اور ولی بنتا ہی اس وقت ہے جب اس کا تعلق عالم امر سے ہو جائے بعض لوگ صرف حکمرانوں کو اولی الامر کہتے ہے مگر یہ بات درست نہیں کیونکہ اولی الامر وہ ہے جس کی اطاعت سے رسول کی اطاعت حاصل ہو رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اولی الامر نائب رسول ہوتا ہے اور اس کا امر یعنی حکم کائنات کی ہر چیز پر لاگو ہوتا ہے۔

جیسا کہ مشہور واقعہ ہے کہ دریائے نیل ہر سال خشک ہو جاتا تھا وہاں کے لوگ ہر سال ایک نوجوان خوبصورت لڑکی کو زیوارت پہنا کر دریا کی

نذر کرتے تو پھر دریا جاری ہوتا۔ حضرت سیدنا عمر بن الخطابؓ خلیفہ دوم کے عہد خلافت میں حسب سابق دریائے نیل خشک ہو گیا تو مصر کے گورنر نے تمام واقعہ لکھ کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے گورنر کو ایک کاغذ پر تحریر کر کے ارسال کر دیا کہ میرا یہ رقعہ تمام اہل مصر کی موجودگی میں دریا کے اندر رکھ دیا جائے۔ اس رقعہ پر آپ نے حکمنامہ تحریر فرمایا۔ کہ اے دریائے نیل اگر تو حکم خداوندی سے رکا ہے تو جاری نہ ہو اور اگر اپنی مرضی سے رکا ہے تو عمر کہتا ہے کہ جاری ہو جا جب یہ رقعہ دریا میں ڈالا گیا تو پانی جوش مارنے لگا اور آج تک خشک نہیں ہوا

یہ حضرات اولی الامر ہوتے ہیں جو کہ ہر لحاظ سے شریعت کی پاسداری رکھتے ہیں اور حق کو قائم و کھتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے پر حد جاری فرمائی اور حق کو قائم رکھا۔

اگر تمام حکمران اولی الامر ہوتے تو حضرت امام حسینؑ یزید کے ہاتھ پر بیعت ضرور کر لیتے اور کبھی بھی واقعہ کربلا جیسا عظیم سانحہ وقوع پذیر نہ ہوتا۔ اس واقعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی ہے۔ کہ تمام حکمران اولی الامر نہیں ہوتے حضرت امام حسینؑ نے جب دیکھا کہ یزید فاسق و فاجر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت نہیں کر رہا۔ تو آپ نے اپنے لخت جگر حضرت سیدنا امام زین العابدینؑ کو سینے سے لگایا اور خلافت ان کو عطا فرما دی اور اس دن سے یزید کی بیُعت ختم ہو گئی۔ اور امام عالی مقام امام حسینؑ

کی بیعت جاری ہوگئی۔ جو کہ تاقیامت جاری رہے گی اور بزرگان دین کے تمام سلاسل انہی کے فض لامتناہی سے جاری وساری ہیں اور یہ حضرات ہی اولی الامر ہیں۔

خدمت کرنے والا مخدوم بنے گا

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

اطاعت اور خدمت ایک ایسا عمل ہے جو کہ تمام عبادات سے بڑھ کر ہے۔

حدیث شریف

ایک دن آسمان پر بے شمار تارے دیکھ کر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ کیا آسمان کے تاروں کے برابر بھی کسی کی نیکیاں ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! ہاں! حضرت عمرؓ کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر ہیں۔ یہ سن کر حضرت صدیقہؓ خاموش ہوگئیں۔

سرکار کونین ﷺ نے ان کی قلبی حالت کو ملاحظہ فرمایا اور ارشاد فرمایا! اے عائشہ! تیرے باپ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی غار والی ایک نیکی آسمان کے تاروں سے بڑھ کر ہے۔ یہ سن کر آپ بہت خوش ہوئیں۔ جب حضرت عمرؓ کو پتہ چلا تو آپ سیدنا صدیق اکبرؓ سے کہا کرتے کہ آپ میری تمام عمر کی نیکیاں لے لیں اور غار والی ایک نیکی مجھے دے دیں۔

اس سے پتہ چلا کہ حضرت عمرؓ کی عمر بھر کی نیکیاں جس میں

نمازیں، روزے، زکوٰتیں، عمرے، حج، صدقات، نوافل غرضیکہ تمام عبادات ایک طرف اور عشق رسول ﷺ میں ایک رات کی خدمت و اطاعت کا اجر و ثواب اس سے بڑھ گیا۔ حالانکہ اس واقعہ میں نہ نمازیں، نہ روزے، نہ حج، نہ نوافل، نہ صدقات وغیرہ کوئی بھی عبادت نہ تھی۔ صرف اور صرف اطاعت و خدمت ہی تھی۔ جس کا اجر تمام عبادات سے بڑھ گیا۔

ایک دفعہ ایک مولوی صاحب ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے۔ کہ عبادت کرنے سے ولی بنتے ہیں۔ ہم نے کہا کہ عبادت کرنے سے شیطان بنتے ہیں۔ مولوی صاحب بہت تلملائے۔ ہم نے اسے سمجھایا کہ شیطان نے چالیس ہزار برس اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی تو کی تھی۔ کوئی چوری، ڈاکہ یا کوئی ایسا جرم تو نہ کیا تھا۔ صرف اطاعت ہی قبول نہ کی تھی۔ جس کے باعث مردود اور لعین ہوا۔ لہٰذا اطاعت کرنے سے ولی بنتے ہیں۔

اللہ اللہ کئے جانے سے اللہ نہ ملے

اللہ والے ہیں جو اللہ سے ملا دیتے ہیں

عبادت بھی وہ ہی قبول ہے جو کہ اطاعت سے کی جائے۔ ورنہ شیطانیت ہے اور ریاکاری ہے۔ جن لوگوں نے اطاعت کی وہ مردان خدا کے درجے کو پہنچے اور حزب اللہ میں داخل ہوئے اور جنہوں نے بغیر اطاعت کے عبادت کی وہ خدا سے دور اور حزب الشیطان میں شامل ہوئے۔

عشق و محبت

عشق و محبت کے بغیر تمام عبادات اور اعمال ضائع اور بے کار ہیں اور بغیر روح کے جسم کی مانند ہیں۔ عشق و محبت سے اخلاص پیدا ہوتا ہے جو کہ تمام عبادات کی روح اور اصل ہے۔ محبت کی تاثیر تمام عادتوں کو بدل دیتی ہے۔

محبت اور عشق کی پہچان

محبت کی پہچان یہ ہے کہ انسان کو جس سے محبت ہوتی ہے اس کی تعریف کرتا رہتا ہے اور اس کی یاد سے تسکین پاتا ہے اور جب محبت کی انتہا ہو جاتی ہے۔ تو انسان کو جنون طاری ہونا شروع ہو جاتا ہے اسے اپنے محبوب کے سوا کوئی چیز اچھی نہیں لگتی اور اس کے سوا کسی اور کی بات سننا بھی گوارا نہیں کرتا۔ جب اس کے سامنے اس کے محبوب کا ذکر آجائے تو اس سے برداشت نہیں ہوتا اور وہ تڑپنے لگ جاتا ہے اسے عشق کہتے ہیں اور عشق کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

عشق تین وجوہ کی بناء پر ہوتا ہے۔

(۱) کردار (۲) حسن (۳) ذات

محمود اور ایاز کا عشق کردار کی بناء پر تھا۔ شیریں اور فرہاد کا عشق

حسن کی بناء پر تھا اور لیلیٰ مجنوں کا عشق ذات کی بناء پر تھا۔

محمود اور ایاز

محمود ایاز کے قصے بہت مشہور ہیں۔ ایک دفعہ محمود بادشاہ شکار کے لئے جا رہا تھا اور ایاز گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے تھا۔ محمود نے اشرفیاں پھینکنا شروع کر دیں۔ تمام وزراء اور دوسرے خدام اشرفیاں لوٹ رہے تھے۔ مگر ایاز بے نیازی کے ساتھ لگام پکڑے کھڑا رہا۔ لوگوں نے کہا کہ ایاز! بادشاہ سلامت خیرات کر رہے ہیں اور تو بے نیازی ظاہر کر رہا ہے ایاز بولا! مجھے اشرفیوں کی ضرورت نہیں مجھے تو صرف اپنے آقا کی غلامی درکار ہے۔

اسی طرح ایک دفعہ بادشاہ نے ایاز کی فرمانبرداری کو ظاہر کرنے کے لئے ایک وزیر سے بہت قیمتی ہیرا توڑ دینے کو کہا۔ وزیر نے کہا۔ بادشاہ سلامت یہ تو بڑا قیمتی ہیرا ہے اسے توڑنا نہیں چاہیے۔ بعد میں دوسرا وزیر آیا۔ اس نے بھی جواب میں یہی کہا۔ حتیٰ کہ تمام وزراء کو حکم دیا گیا مگر ان سب نے یہی جواب دیا۔ آخر میں ایاز جو کہ غلام تھا اسے حکم دیا کہ اس ہیرے کو توڑ دو۔ ایاز نے فوراً اس ہیرے کو فرش پر دے مارا۔ تمام وزراء آگ بگولا ہو گئے اور کہنے لگے تم کتنے بے وقوف ہو کہ اتنا قیمتی ہیرا تو نے توڑ ڈالا۔ ایاز نے کہا۔ میرے آقا کے حکم سے قیمتی نہیں ہے اسی کردار کی بناء پر ایاز جو کہ غلام تھا۔ بادشاہ کی نظر میں وزراء سے بھی زیادہ قرب حاصل کر گیا تھا اور ان

کا یہ عشق کردار کی بناء پر تھا۔

عشق مجنوں

ایاز اور محمود، شیریں فرہاد اور لیلیٰ مجنوں یہ سب عشق کے باب میں مشہور و معروف اور ضرب المثل ہیں۔ اور ہر خاص و عام یہ بھی جانتے اور سمجھتے ہیں کہ ایاز اور محمود کے عشق سے بڑھ کر شیریں اور فرہاد کا عشق تھا اور شیریں، فرہاد کے عشق سے بڑھ کر لیلیٰ اور مجنوں کا عشق تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عشق یا معشوق کے وصف اور صفت سے تعلق رکھے گا۔ یا عشق، معشوق کے حسن و صورت سے متعلق ہوگا۔ یا عشق ان دونوں سے مبرا و منزہ ہوگا۔ نہ وصف کو دخل ہوگا نہ حسن کو۔ محمود اور ایاز کا عشق صفت سے تعلق رکھتا تھا اور شیریں فرہاد کا عشق حسن و صورت ظاہر پر تھا اور لیلیٰ مجنوں کا عش صفت اور صورت ان دونوں سے ماورئی اور بالاتر تھا۔ نہ وصف کو دخل تھا نہ صورت کو بلکہ نفس ذات سے تھا۔ پس یہ وجہ ہے کہ لیلیٰ اور مجنوں کے عشق کو سب لوگ کامل تر جانتے ہیں۔

قیس کا نام مجنوں کب ہوا

حضرت فخر العارفین شاہ عبدالحیٔ صاحب قدس سرہ، العزیز فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت امام زین العابدینؓ نے قیس سے پوچھا کہ خلافت امام حسینؓ کا حق تھا یا یزید پلید کا؟ تو قیس نے جواب میں کہا کون امام

حسینؓ اور کون یزید پلید۔ خلافت میری لیلیٰ کا حق تھا اس پر حضرت امام زین العابدینؓ نے فرمایا کہ تو مجنوں (پاگل) ہے۔ اس وقت سے قیس کا نام مجنوں مشہور ہوا۔

مجنوں نے اپنا نام لیلیٰ بتایا

مجنوں سے کسی نے پوچھا۔ تیرا نام کیا ہے؟ بولا لیلیٰ۔ ایک دن کسی نے کہا۔ کیا لیلیٰ مر گئی ہے؟ مجنوں بولا۔ لیلیٰ نہیں مری وہ تو میرے دل میں ہے اور میں ہی لیلیٰ ہوں۔

مولانا رومیؒ نے اس قصہ کو اپنے انداز سے بیان فرمایا ہے!

لیک از لیلیٰ وجود من پرست
ایں صدف پرُ از صفات آں درست

لیکن میرا وجود لیلیٰ سے بھرا پڑا ہے۔ یہ سیپ اس موتی کی صفات سے پرُ ہے۔

من کیم لیلیٰ و لیلیٰ کیست من
مادو روحیم آمدہ دریک بدن

میں کون ہوں؟ لیلیٰ اور لیلیٰ کون ہے؟ میں۔ ہم دو روحیں ہیں جو ایک جسم میں آگئی ہیں۔

امیر خسروؒ فرماتے ہیں!

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نے گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

ایک دن جب مجنوں کا گزر لیلیٰ کے گھر سے ہوا تو ستاروں کو دیکھتا ہوا گزرنے لگا کسی نے کہا نیچے دیکھو۔ شاید تمہیں لیلیٰ نظر آجائے۔

مجنوں بولا! میرے لئے لیلیٰ کے گھر کے اوپر چمکنے والے ستارے کی زیارت ہی کافی ہے۔

رندوں کی نظر میں مئے خانہ کعبے کے برابر ہوتا ہے
مرشد کی گلی کا اک پھیرا سو حج کے برابر ہوتا ہے

محبت کی ابتداء اور انتہا

جب منصور حلاجؒ کو قید میں اٹھارہ دن گزر گئے تو جناب شبلیؒ نے ان کے پاس جا کر دریافت کیا اے منصورؒ محبت کیا ہے؟ منصورؒ نے جواب دیا آج نہیں کل پوچھنا جب دوسرا دن ہوا اور ان کو قید سے نکال کر مقتل کی طرف لے گئے تو وہاں منصورؒ نے شبلیؒ کو دیکھ کر کہا۔ شبلیؒ! محبت کی ابتداء جلنا اور انتہا قتل ہو جانا ہے۔

اشارہ! جب حضرت منصورؒ کی نگاہ حق بین نے اس حقیقت کو پہچان لیا کہ!
اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهُ بَاطِلٌ — اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر شے باطل ہے۔

اور ذات الٰہی ہی حق ہے۔ تو وہ اپنے نام تک کو بھول گئے۔ لہذا جب آپ سے سوال کیا گیا کہ تمہارا نام کیا ہے۔ تو جواب دیا "انا الحق" میں حق ہوں۔

حضرت آسیہؓ

حضرت آسیہؓ نے اپنا ایمان اپنے شوہر فرعون سے چھپایا تھا۔ جب فرعون کو اس کا پتہ چلا تو اس نے حکم دیا۔ کہ اسے گوناگوں عذاب دیئے جائیں۔ تاکہ حضرت آسیہؓ ایمان کو چھوڑ دیں۔ لیکن حضرت آسیہؓ ثابت قدم رہیں۔ تب فرعون نے میخیں منگوائیں اور ان کے جسم پر میخیں گڑوائیں اور فرعون کہنے لگا۔ اب بھی وقت ہے ایمان کو چھوڑ دو۔ مگر حضرت آسیہؓ نے جواب دیا۔ تو میرے وجود پر قادر ہے لیکن میرا دل رب کی پناہ میں ہے۔ اگر تو میرا ہر عضو کاٹ دے تب بھی میرا عشق بڑھتا جائے گا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا۔ اے آسیہؓ آسمان کے فرشتے تیرے انتظار میں ہیں اور اللہ تعالیٰ تیرے کارناموں پر فخر فرماتا ہے۔ سوال کر تیری ہر حاجت پوری ہو گی۔ حضرت آسیہؓ نے دعا مانگی! اے میرے رب میرے لئے اپنے جوار رحمت میں جنت میں مکان بنا دے۔ مجھے فرعون، اس کے مظالم اور ان ظالم لوگوں سے نجات عطا فرما۔

حضرت سلیمانؑ فرماتے ہیں۔ حضرت آسیہؓ کو دھوپ میں عذاب دیا

جاتا تھا۔ جب لوگ گھروں کو لوٹ جاتے تو فرشتے اپنے پروں سے آپ پر سایہ کیا کرتے تھے اور وہ جنت میں اپنے مکان کو دیکھتی رہتی تھی۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب فرعون نے حضرت آسیہؓ کو دھوپ میں لٹا کر چار میخیں ان کے جسم پر گڑوائیں اور ان کے سینے پر چکی کے پاٹ رکھ دیئے گئے تو حضرت آسیہؓ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر عرض کی!

رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَکَ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ	اے میرے رب میرے لئے اپنے جوار رحمت میں جنت میں مکان بنا

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس دعا کے طفیل حضرت آسیہؓ کو فرعون سے باعزت رہائی عطا فرمائی اور ان کو جنت میں بلا لیا۔ جہاں وہ ذی حیات کی طرح کھاتی پیتی ہیں۔

عشق کے بارے میں میاں محمد بخشؒ فرماتے ہیں!

جنہاں عشق خرید نہ کیتا اینویں آن بجے
عشقے باجھ محمد بخشا کی آدم کی کتے

گویا میاں محمد بخشؒ بھی انسانی عظمت کا باعث محض عشق کو ہی گردانتے ہیں۔ اگر عشق نہیں تو پھر حیوانیت ہی رہ جاتی ہے۔ حیوانیت انسان کو پستی و ذلت کیطرف لے جاتی ہے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں!

اگر ہو عشق تو کفر بھی ہے مسلمانی
نہ ہو تو بندہ مسلماں بھی کافر و زندیق

حدیث قدسی

مَنْ طَلَبَنِیْ وَجَدَنِیْ وَمَنْ وَجَدَنِیْ عَرَفَنِیْ وَمَنْ عَرَفَنِیْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ عَشَقَنِیْ وَمَنْ عَشَقَنِیْ قَتَلْتُهٗ وَمَنْ قَتَلْتُهٗ فَھُوَ عَلَیَّ دِیَتُہٗ وَ اَنَا دِیَتُہٗ

(عین الفقر۔ سلطان باھوؒ)

جو شخص میری طلب کرتا ہے وہ مجھے پالیتا ہے اور جو شخص مجھے پالیتا ہے وہ مجھے پہچان لیتا ہے اور جو شخص مجھے پہچان لیتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میرا عاشق ہو جاتا ہے اور جو شخص میرا عاشق ہو جاتا ہے اسے میں قتل کر دیا ہوں پس اس کی دیّت (خون بہا) مجھ پر لازم ہو جاتی ہے اور میں اس کا خون بہا ہو جاتا ہوں۔

حدیث شریف

حضرت سعید بن جبیرؓ سے روایت ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بتوں کی محبت میں مبتلا لوگوں کو فرمائے گا (حکم دے گا) کہ تم اپنے

بتوں کے ساتھ جہنم میں داخل ہو جاؤ تو وہ داخل نہیں ہونگے (کیونکہ ان کو علم ہوگا کہ یہ عذاب ہمیشہ رہے گا) پھر اللہ پاک ان کافروں کے سامنے ہی مومنوں کو فرمائے گا اگر تم میرے محبوب ہو تو جہنم میں داخل ہو جاؤ وہ اس میں فوراً کود پڑیں گے۔ پھر عرش کے نیچے سے ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا۔ وہ لوگ اللہ پر ایمان لائے وہ اللہ سے شدید محبت رکھتے ہیں۔ (مضبوط ترین ہیں)

اس لئے کہ خود اللہ ان سے پہلے محبت کرتا ہے پھر وہ اس سے محبت کرنے والے بنے جس کی محبت کی معبود شہادت دے اس کی محبت زیادہ تام (پختہ) ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔ یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَه

اوہ جنّت میں کوڈی وِچّاں جتھے توں نظریں نہ آویں

اوہ دوزخ مینوں لکھ بہشتاں جتھے توں جلوہ فرماویں

اس حدیث شریف میں محبت کرنے والوں کو خطاب ہے نہ کہ عبادت کرنے والوں کو اور جو لوگ یہاں پر دن رات دوزخ سے ڈرتے اور اس سے بچنے کے لئے دعائیں مانگتے رہتے ہیں وہ کیسے سامنے آئیں گے اور دوزخ میں کودیں گے مگر یہ عشاق جو یہاں دنیا میں بے خوف ہو گئے اور اپنے مالک کا حکم بغیر جنّت کے لالچ اور دوزخ کے خوف سے بجا لاتے ہیں اور انہوں نے اپنے مالک کا حکم ماننا ہی سیکھا ہے وہ یہ نہیں سوچتے کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

مذہب عشق ازہمہ جداست
عاشقاں راملت و مذہب خدا است

عشق کا مذہب سب سے جدا ہے۔ عاشقوں کا دین و مذہب خدا ہے۔

عشق آمد عقل او بے چارہ شد
صبح آمد شمع او بے چارہ شد

جب عشق آجاتا ہے تو عقل ختم ہو جاتی ہے۔ صبح آنے پر شمع کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔

عشاق رسالتؐ

اولیاء اللہ کا دین تو محبت و عشق رسول مقبول ﷺ ہے جو در حقیقت عین عشق خدا ہے وہ اسی میں جیتے ہیں اور اسی میں مرتے ہیں اور جہان فانی کو محبت حق کی بھینٹ چڑھا کر مجسمہ تسلیم ورضا بن کر خوشنودئی خدا اور رضائے مصطفےٰ ﷺ حاصل کر کے حیات جاوداں پاتے ہیں۔

چنانچہ عاشق رسول اکرم ﷺ مولانا رومؒ اپنے خیالات کا اظہار یوں فرماتے ہیں۔

شادباش اے عشق خوش سودائے ما

اے طبیب جملہ علت ہائے ما

خوش رہ ہمارے اچھے جنون والے عشق۔ اے ہماری تمام بیماریوں والے طبیب۔

اے دوائے نخوت و ناموس ما

اے تو افلاطون و جالینوس ما

اے ہمارے تکبر اور عزت طلب کی دوا۔ اے کہ تو ہمارا افلاطون اور جالینوس ہے۔

عشق کا یہ کمال ہے کہ دل ونگاہ میں محض محبوب کو بسا کر جملہ اوہام میں نقوش ماسوائے حبیب کے حرف غلط کی طرح مٹا دے صحابہ کرامؓ کی زندگی کا راز اسی عشق مصطفےٰ ﷺ میں پنہاں ہے عمر بھر ان کے پیش نظر واحد مقصد رہا اور وہ تھا حضور اکرم ﷺ کی خوشنودی۔ خواہ کسی قیمت پر ہو۔ چنانچہ انہوں نے اپنی تمام زندگی حضور ﷺ کی دید اطاعت اور خدمت کے لئے وقف کردی تھی اور یہی چیز ان کے لئے اعلیٰ درجات علو مرتبت اور قرب ربانی کا باعث بنی۔

گویا وہ حدیث پاک اَلنَّظَرُ اِلٰی وَجْهِهِمْ عِبَادَةٌ کی جامع تفسیر اور عشق کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔

قال الرومیؒ

چوں مرادیدی خدارا دیدۂ
گرد کعبہ صدق برگردیدۂ

جب تو نے مجھے دیکھا تو گویا خدا کو دیکھا۔ سچائی کے کعبہ کے گرد تو نے طواف کیا۔

خدمت من طاعت و حمد خداست
تانہ پنداری کہ حق از من جداست

میری خدمت اللہ تعالیٰ کی عبادت اور حمد ہے۔ خبردار کبھی نہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے جدا ہے۔

چشم نیکو باز کن در من نگر
تابہ بینی ، نور حق اندر بشر

اچھی طرح آنکھ کھول مجھے دیکھ۔ تاکہ تو بشر میں اللہ تعالیٰ کا نور دیکھے۔

علامہ اقبالؒ

خدا کو ماننے والا مسلمان ہو نہیں سکتا
بجز عشق محمد ﷺ کامل ایماں ہو نہیں سکتا

محبت نے مستجاب الدعوات بنایا

حضرت اویس قرنیؓ کے متعلق حدیث شریف میں وارد ہے کہ

جنگ احد میں حضرت نبی کریم ﷺ کا ایک دانت مبارک شہید ہوا۔ حضرت اویس قرنیؓ نے جب اس خبر جانکاہ کو سنا تو جذبہ عشق اور اتباع حضرت رسول اللہ ﷺ میں اپنے دندان مبارک کو شہید کر دیا آپ ایسے جانثار عاشق شیدائی تھے حضرت نبی کریم ﷺ کے جمال باکمال کی زیارت حضرت اویسؓ کو ظاہر میں نہیں ہوئی تھی۔

دعاء امت

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر فاروق اعظمؓ اور حضرت مولا مشکل کشا علیؓ کو وصیت فرمائی تھی کہ اویسؓ سے ہماری امت مرحومہ کیلئے دعا بخشش کرانا۔ چنانچہ یہ حضرات صحابہؓ، حضرت اویس قرنیؓ کے پاس تشریف لے گئے اور دعاء شفاعت امت مرحومہ کیلئے کروائی حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اویس ایسے مقبول بارگاہ خدا ہیں کہ ان کی شفاعت سے قبیلہ ربیعہ اور مضر کی بکریوں کی کھال کے بال کے برابر یعنی بے شمار لوگ جنت میں داخل ہونگے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

جنگ خیبر سے واپسی پر راستے میں حضور نبی کریم رؤف الرحیم علیہ التحیۃ والتسلیم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی گود میں آرام فرماتے۔ نماز عصر کا

وقت تنگ ہو رہا تھا۔ مگر آپ نے محبوب پاک ﷺ کے آرام کا خیال کرتے ہوئے اس کو چھوڑ دیا۔ جس کے بارے میں قرآن حکیم میں فرمایا گیا ہے کہ درمیانی نماز کی بالخصوص حفاظت کرو۔

نمازیں گر قضا ہوں تو ادا ہوں
نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں

یہ عشق رسول ہی تھا کہ نماز جاتی ہے تو جائے مگر محبوب ﷺ کے آرام میں خلل نہ آنے پائے۔ جب مختار کل ختم رسل سرور کائنات فخر موجودات احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ بیدار ہوئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ رو رہے تھے۔ جناب رسالتماب ﷺ نے دریافت فرمایا اے علی! کیوں رو رہے ہو؟ عرض کی آقا میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ نماز عصر قضا ہو گئی ہے۔ ارشاد فرمایا! اے علی! نماز قضا پڑھو گے یا ادا؟ کیونکہ مولیٰ علی جانتے تھے کہ مولائے کائنات ادا پڑھوا سکتے ہیں۔ عرض کی آقا! ادا پڑھوں گا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اشارہ فرمایا۔ سورج واپس عصر کے وقت پر آ گیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہؓ نے نماز عصر ادا فرمائی۔

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی ماہ کا کلیجہ چر گیا

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا فنا فی الشیخ ہونا

تیسرا الوصول الی جامع الاصول میں حضرت عروہ ابن الزبیرؓ سے حدیث مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے حضرت رسول اللہ ﷺ کی جناب میں چند سوالات غزوہ حدیبیہ میں بوقت صلح قریش عرض کیے تھے آنحضرت ﷺ نے جوابات عطا فرمائے۔ اس سوال و جواب سے حضرت ابوبکرؓ آگاہ نہ تھے۔ حضرت عمرؓ نے وہی سوالات حضرت ابوبکرؓ سے کیے۔ حضرت ابوبکرؓ نے وہی جوابات دیئے جو کہ رسول اللہ ﷺ نے دیئے تھے۔ اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا قلب، قلب نبوی ﷺ کے ساتھ ایسا متحد تھا کہ ایسے علوم اور احوال بعینہٖ قلب نبوی ﷺ سے ان کے قلب میں فیضان ہوتے تھے اور ایسا اتصال عادتاً فنافی الشیخ کے خواص سے ہے۔ اس سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے کمال عشق و محبت اور کامل فنافی الشیخ ہونے کا ثبوت پایا جاتا ہے۔ جسکی حقیقت مرید اور شیخ کی انتہائی نسبت ہے۔ جو غایت محبت اور اتباع شیخ سے بیدار ہوتی ہے۔

عشق نے صدیق اکبرؓ بنادیا

شب ہجرت جبکہ کفار مکہ حضور نبی کریم ﷺ کو (معاذ اللہ) شہید کرنے کے درپے تھے حضرت ابوبکر عبداللہ بن قحافہؓ محبوب پاک ﷺ کو اپنے کندھے پر اٹھا کر تین میل کی بلندی پر پہاڑ کے اوپر لے گئے اور غار کو صاف کیا۔ اپنی دستار پھاڑ کر تمام سوراخ بند کئے ایک سوراخ جو کہ رہ گیا تھا

اس پر اپنی ایڑھی رکھ لی اور آقا کو غار کے اندر بلالیا۔ سرکار دو عالم ﷺ ان کی گود میں آرام فرما ہوئے ادھر سانپ جو کہ کافی عرصہ سے غار کے اندر اسی غرض سے رہ رہا تھا۔ کہ یہاں آخر الزماں پیغمبر تشریف فرما ہوں گے اور میں آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوں گا مگر اسے باہر آنے کے لئے رستہ نہ مل رہا تھا اس نے مجبوراً حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی ایڑھی پر ڈنگ مارا۔ تاکہ مجھے باہر نکلنے کا رستہ مل جائے اور زیارت کر سکوں مگر حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ نے ایڑھی نہ ہٹائی۔ شدت درد سے آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو کر والضحیٰ کے چہرہ انور پر گرے۔

سرکار بیدار ہوئے اور دریافت فرمایا!

"اے ابو بکر کیوں رو رہے ہو؟"

عرض کی۔ آقا کسی موذی جانور نے ایڑھی میں ڈنگ مارا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ایڑھی ہٹالو۔ آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن لگایا اور تکلیف رفع فرمادی۔

اسی طرح جب حضور سید عالم ﷺ معراج سے واپس تشریف لائے تو علی الصبح ابو جہل کو فرمایا۔ کہ چچا آج رات میں نے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور وہاں سے لامکاں کی سیر کی ہے۔

ابو جہل نے سوچا اب بات بنے گی یہ تو ممکن ہی نہیں ہے انہوں نے (معاذ اللہ) بہت بڑا جھوٹ بولا ہے۔ میں ابو بکرؓ کے پاس جاتا ہوں وہ بھی اس

بات کا انکار کر دے گا۔ ابو جہل فوراً حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے گھر پہنچا۔
اور کہا کہ تیرے یار نے یہ بات کہی ہے کیا یہ ممکن ہے۔؟

حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔ اے ابو جہل! واقعی محبوب پاک ﷺ نے یہ بات کہی ہے یا تو خود اپنے پاس سے کہہ رہا ہے۔

ابو جہل بولا۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے تو حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ اگر سرکار نے فرمایا ہے تو میں اس کی تصدیق کرتا ہوں کہ یہ واقعی سچ ہے اس وقت حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ نے آپ کو صدیق اکبر کے خطاب سے نوازا۔ یعنی سب سے بڑے تصدیق کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیہ مبارکہ نازل فرمادی۔

وَالَّذِیۡ جَآءَ بِالصِّدۡقِ وَصَدَّقَ بِہٖۤ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ ۝

ایک آیا سچائی (اور حق) کے ساتھ اور (دوسرے نے) تصدیق کی یہی متقی ہیں۔

حدیث شریف

حدیث شریف میں حضور نبی کریم ﷺ کی دعا منقول ہے!

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ حُبَّکَ وَ حُبَّ مَنۡ یُّحِبُّکَ ۝

اے اللہ میں تجھ سے محبت کا سوال کرتا ہوں اس کی محبت کا جو تیرے ساتھ محبت کرتا ہے۔

ثمن پیت اصیل کی بفت پڑے سکھ دے
رٹھڑا گاندھی جے ملے بود باشنا دے

ثمن ہندی زبان کا شاعر ہوا ہے وہ کہتا ہے! کسی کامل مرد خدا سے دوستی لگالو۔ وہ ہر مشکل کے وقت کام دیتی ہے۔ جیسے عطر فروش اگر ناراض بھی ہو جائے تو جب کبھی پاس سے گزر گیا تو خوشبو ضرور آجاتی ہے۔

حضرت فخر العارفین شاہ عبدالحیٔ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ محبت پیر اللہ کی محبت کی میزان ہے جو دیکھنا چاہے کہ اسے اللہ سے کتنی محبت ہے وہ یہ دیکھے کہ اسے اپنے پیر و مرشد سے کتنی محبت ہے۔

عشق و محبت کی تاثیر

محبت ایک فطری جذبہ ہے۔ایک کیفیت ہے۔ جسے محبّ محسوس کرتا ہے اور اسکی لذت سے وہی آشنا ہوتا ہے۔ کوئی دوسرا شخص اندازہ نہیں کرسکتا۔ ایک عجیب تڑپ ہے ایک پاکیزہ احساس ہے ایک ان مٹ نقش ہے ایک جلن ہے ایک درد ہے محبت ایک ایسا وجود ہے جسے محسوس کیا جاسکتا ہے چھوا نہیں جاسکتا اگر کسی کو درد ہو تو وہ تڑپنے پھڑکنے لگ جاتا ہے اگر کوئی اس سے پوچھے کہ آپ کو کیا ہورہا ہے تو الفاظ میں اس درد کو مقید نہیں کرسکے گا۔ کچھ ایسی ہی تاثیر محبت کی ہے۔ محبّ اپنے پورے وجود میں ایسی کیفیت پاتا ہے جسکی تعریف کیلئے الفاظ ساتھ نہیں دیتے۔ اسی بناء پر ایک بزرگ کا قول ہے۔ کہ "اللہ تعالیٰ کی ذرہ بھر معرفت سونے کے ہزار محلوں سے افضل ہے" محبت ایک ایسی کشش ہے جب دل میں اجاگر ہوتی ہے تو عرب کی گرم ریت پر گھسیٹا جاسکتا ہے۔ دہکتے ہوئے کوئلوں پر لٹایا جاسکتا ہے گھر بار چھوڑا جاسکتا ہے۔ رشتہ داروں سے ناطہ توڑا جاسکتا ہے۔ سرداران قریش کی دشمنی مول لی جاسکتی ہے مگر سردار دوعالم ﷺ کا دامن نہیں چھوڑا جاسکتا۔ ایسی محبت کو بقا ہے۔باقی ہر شے فنا ہے۔

محبت میں محبّ اپنے محبوب کی یاد میں گم رہتا ہے اور آہستہ آہستہ اس یاد کو تقویت ملتی رہتی ہے جلن بڑھتی ہے درد شدت اختیار کرجاتا ہے

اور پھر کچھ عرصے بعد یہ کیفیت عشق کی صورت اختیار کرلیتی ہے۔

کشتگان خنجر تسلیم را

ہر زماں از غیب جان دیگر است

"راہ رضا کے مقتولوں کو ہر دور میں نئی زندگی ملتی ہے۔"

جو لوگ عشق کی آگ میں جل جاتے ہیں انکے وجود کو بھی بقامل جاتی ہے اور انہیں فضیلت ملتی چلی جاتی ہے۔ جو وجود کشتہ محبت ہو جاتے ہیں وہ زندہ اور تابندہ ہو جاتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ جس کسی کو ان سے نسبت ہو جائے اسے بھی حیات جاودانی سے سرفراز فرمادیتے ہیں۔ اس کو ایک مثال سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ عام دوائی زیادہ دیر ہو جانے پر ایکسپائر Expire ہو جاتی ہے۔ لیکن ایک کشتہ بنایا جاتا ہے۔ سونے چاندی سنکھیا شنگرف اور بعض دھاتوں کے کشتے تیار کئے جاتے ہیں۔ کشتہ تیار کرنے کیلئے اسے بار بار آگ میں جلاتے ہیں یا اس دھات کو برادہ کر کے عرق گلاب میں ڈال کر رگڑ رگڑ کر آگ سے بھی زیادہ تپش دے دیتے ہیں۔ زہر جب کچا ہوتا تو ہلاکت کا سبب بنتا ہے اور جب جل گیا تو تریاق بن گیا ہے۔ یعنی جب کشتہ ہو گیا تو زندگی بخش ثابت ہوا۔ جب یہ دھاتیں کشتہ ہو جائیں تو زندگی بخش ہو جاتی ہیں اور زہر کشتہ ہو جائے تو تریاق ہو جاتا ہے تو اس سے اندازہ لگالینا چاہیے کہ جس کا دل اور پورا وجود عشق الٰہی اور عشق رسول میں کشتہ ہو گیا تو اس کے تریاق ہونے کا کیا عالم ہو گا۔ عام دوائی زیادہ مدت گزر جانے پر ڈیٹ

آف ایکسپائر ہو جاتی ہے۔ مگر کشتہ جتنا پرانا ہوتا چلا جائے اتنی ہی طاقت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ حکماء اور اطباء سے دریافت کیا جاسکتا ہے۔ کہ پرانے کشتے کی کیا قدر و قیمت ہوتی ہے۔ اگر وجود کشتہ ہو جائے تو موتو اقبل ان تموتوا (مرنے سے پہلے مر جاؤ) کا اطلاق پورا ہو گیا۔ پھر موت اسکا کیا بگاڑ سکتی ہے موت تو زندہ کو مارتی ہے اور جو خود ہی عشق میں مر چکا ہو تو دوبارہ موت اسکا کیا بگاڑے گی کیونکہ جب تک مرا نہ تھا تو ڈیٹ آف ایکسپائر تھی اور جب کشتہ ہو گیا تو ڈیٹ آف ایکسپائر ختم ہو گئی جو کشتہ عشق ہو جائے تو اسکی راکھ کا ایک ذرہ بھی ہزاروں مردہ دلوں کو روشن کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ایسے باکمال لوگ جس قوم میں پیدا فرمادے تو اس قوم کی حالت بدل جاتی ہے اور باکمال لوگوں کے سبب سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر ہر گھڑی رحمت کا نزول رہتا ہے اور مخلوق کا یہ عالم ہوتا ہے کہ انکے ہاتھ پاؤں چومتے رہتے ہیں اور بادشاہ بھی انہی باکمال حضرات کے آستانوں پر ہی جھکتے ہیں۔

عشق میں فنا ہونے والوں کا یہ عالم ہوتا ہے کہ کسی نے فرہاد سے پوچھا تیری شیریں کا کیا حال ہے۔ تو اس نے کہا کون شیریں کیسی شیریں؟

میرا آغاز شیریں ہے میرا انجام شیریں ہے
مجھے فرہاد کیوں کہتے ہو میرا نام شیریں ہے

ہیر نے کہا

رانجھا رانجھا کردی نی میں آپے رانجھا ہوئی
آکھونی مینوں دھیدو رانجھا ہیر نہ آکھے کوئی

اِسی طرح جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عشق میں کشتہ ہو جاتے ہیں انکی زبان سے بھی بے خودی کے عالم میں یہ الفاظ نکل سکتے ہیں کہ "میں اللہ ہوں" یہی لوگ ہیں جنکی شان میں خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں میں اپنے بندے کی آنکھ بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔ زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے گرفت کرتا ہے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے چلتا ہے اب مقام غور ہے یہ بندہ وجود اللہ نہیں تو اور کیا ہے۔ جیسے علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

نہ تخت و تاج نہ لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

بابا فریدُ الدّین شکر گنجؒ

حضرت خواجہ فرید الدین مسعود شکر گنجؒ اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ قطبُ الدین بختیار کاکیؒ کی بارگا میں بارہ برس تک وضو کرانے کی خدمت سر انجام دیتے رہے ایک رات جبکہ سردی کا موسم تھا شاہ قطب الدینؒ نے بابا صاحب کو فرمایا کہ گرم پانی رات کو موجود رکھنا۔ جب تہجد کا

وقت قریب ہوا تو باباصاحبؒ پانی گرم کرنے کی تیاری کیلئے اٹھے تو آگ کہیں سے دستیاب نہ ہوئی دہلی شہر میں آگ کی تلاش کرنے لگے ایک مکان کے اندر سے روشنی دکھائی دی آپ نے دروازہ پر دستک دی اندر سے کنیز باہر آئی اور اس نے پوچھا اسوقت کون آیا ہے اور کیا کام ہے آپ نے فرمایا میں خواجہ قطب الدینؒ صاحب کا درویش ہوں اور انکے وضو کا پانی گرم کرنے کیلئے آگ لینے آیا ہوں کنیز نے اندر جا کر بی بی کو بیان کیا بی بی نے کہا اسے اندر بلاؤ تب کنیز آکر باباصاحب کو اندر لے گئی چونکہ حسن ظاہری بھی کمال خدا تعالیٰ نے باباصاحب کو عطا کیا تھا وہ بی بی مفتون ہو گئی اور کہا آپ آؤ اور میرے پاس آرام کرو پھر آگ ملے گی حضرت بابا نے انکار کیا واپس چلے آئے ہر چند آگ تلاش کی قدرت الٰہی سے کسی جگہ دستیاب نہ ہوئی پھر لاچار ہو کر اسی جگہ منت وزاری سے آگ طلب کی جب اس خاتون خانہ نے جانا کہ اس فقیر کو خواہش آگ کی ازبس ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ تمہیں میری کونسی چیز پیاری لگتی ہے تو اس نے کہا کہ آنکھ آپؒ نے اس کنیز سے چھری اور پلیٹ منگوائی اور فوراً آنکھ نکال کر دے دی وہ عورت چلائی کہ آپ نے یہ کیا کیا میں نے تو ویسے ہی پیار سے کہا تھا۔ کنیز کو کہا کہ فوراً آگ دیکر بھیجو۔

واپس آکر جلانے کیلیے لکڑی تلاش کی تو وہ بھی نہ ملی آخر کو بنظرِ ضرورت اپنی چارپائی جلا کر وضو کے لئے پانی گرم کیا۔ صبح کے وقت جب خواجہ قطب الدینؒ کی نظر باباصاحب کے چہرہ پر پڑی تو دیکھا کہ آنکھ پر دستار

بندھی ہوئی ہے اس وقت خواجہ قطب الدینؒ نے فرمایا۔ اے فرید اس ا ھ پہ
دستار کا پیچ کیوں بندھا ہے تب بابا صاحب نے عرض کی حضور آنکھ آئی
ہے (جیساکہ رواج ہے جب آنکھ درد کرے تو کہتے ہیں آنکھ آئی ہے) حضرت
خواجہ قطب الدینؒ نے ارشاد فرمایا جب آنکھ آئی ہے تو کھول دو بابا صاحب نے
حسب الحکم اپنے پیر و مرشد کے آنکھ کھول دی وہ آنکھ صحیح و سالم ہو گئی بلکہ بہ
نسبت دوسری آنکھ کے قدرے بڑی معلوم ہوتی تھی۔ تب حضرت خواجہ
قطب الدینؒ نے بطور اس ادائے خدمت کے بہت نعمت عطا کی اور وہ عورت
بھی معہ اپنے اہل و عیال کے خدمت خواجہ صاحب میں تائب ہو کر مرید
ہوئی۔ (وقائع فرید الدین۔ گلزار فریدی)

حضرت بابا فرید الدینؒ کے مزار پر انوار پر ہر وقت میلہ کا سماں ہوتا ہے۔
زائرین دور دراز سے حاضری کیلئے آتے ہیں اور "حق فرید یا فرید" کی صدائیں
گونجتی سنائی دیتی ہیں اور یہ بمصداق آیت شریفہ ہے "فَاذْكُرُونِيٓ اَذْكُرْ
كُمْ" تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرونگا۔

اس سے واضح ہو رہا ہے کہ حضرت بابا صاحب نے خلوص دل سے
اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا ہے جو آج انکا ذکر ہو رہا ہے جیساکہ زبان خلق نقارہ خدا
ہوتا ہے اللہ تعالیٰ مخلوق کی زبان سے اپنے بندوں کا ذکر کروا دیتا ہے اور
فرشتوں میں بھی انکے تذکرے ہوتے ہیں۔

حضرت بلالؓ اور شب معراج

جناب رسالتماب سرکار مدینہ ﷺ شب معراج جب فرشتوں کے جھرمٹ میں عالم ملکوت کا معائنہ فرماتے ہوئے جنت الفردوس کی طرف تشریف لے گئے تو ایک جگہ آپ نے ایک حور کو رنج و غم میں مبتلا دیکھا اور حضرت جبرئیلؑ سے فرمایا کہ معلوم کرو کہ یہ حور کیوں روتی ہے آخر اسے کون سا دکھ ستا رہا ہے جب حضرت جبرئیلؑ نے دریافت فرمایا تو اس حور نے عرض کیا کہ میں نے اسی لئے اپنا ایسا حال بنا رکھا تھا کہ سرکار دو عالم نور مجسم ﷺ کی رحمت بھری نگاہیں مجھ پر پڑیں اور پھر میں اپنا حال عرض کرنے کی سعادت حاصل کر سکوں۔

حسب خواہش حور کو سرکار دو عالم ﷺ کے دربار پر انوار میں حاضر ہو کر عرض کرنے کی اجازت مل گئی تو اس نے جھک کر سلام عرض کرنے کے بعد اپنی سرگزشت سنائی کہ یا رسول اللہ ﷺ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے جنت کی حوروں میں حسن و جمال کی ملکہ بنایا تمام جنتوں میں حسن و جمال میں مجھ سے بڑھ کر کوئی حور نہیں ہر طرف میرے حسن و جمال کا چرچا ہے اگر میں بے نقاب ہو جاؤں تو دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں اور جنت میں دوپہر کا اجالا پھیل جائے۔ یا رسول اللہ ﷺ ایک دن کا واقعہ ہے اچانک میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ بروز قیامت ہر حور کسی نہ کسی جنتی شخص کے

حوالے کی جائے گی میرا بھی ضرور کوئی جوڑا ہوگا جسکی دائمی رفاقت مجھے نصیب ہوگی یہ خیال آہستہ آہستہ میری سوچوں پر مسلط ہوتا گیا اور بالاخر ایک روز میں نے خالق کائنات کی بارگاہ میں عرض کر دیا کہ۔ "اے رب العالمین! تیرا بے حد احسان کہ تو نے مجھے حسن و جمال کی وجہ سے حوروں کی ملکہ بنایا۔ اب میری یہ خواہش بھی پوری کر دے کہ جنت میں میرا جوڑا کون سی ہستی ہوگی۔ وہ کیسا حسین و جمیل ہوگا جسکے سپرد مجھے کیا جائیگا؟ رحمتوں کا دریا جوش میں آیا اور میری یہ التجا قبول ہو گئی۔ حکم ہوا سامنے جو آئینہ رکھا ہے اسے ایک نظر دیکھ لے۔ تیرے جوڑے کی جھلک نظر آجائے گی۔

یارسول اللہ ﷺ میں دیوانہ وار آئینے کی طرف بڑھی تاکہ اپنے محبوب و مقبول ترین ساتھی کی جھلک دیکھ لوں۔ جونہی نگاہ اٹھائی دل پر ایک بجلی گری اور آرزوں کا سارا خرمن جل گیا۔ اس وقت سے آج تک بے چین ہوں اور اس غم کی وجہ سے رو رہی ہوں کہ ایک بد شکل سیاہ فام کے ساتھ میرا کیوں جوڑا بنایا گیا؟ میں کس طرح دائمی زندگی اس کے ہمراہ بسر کر سکوں گی جبکہ صرف اس کا تصور ہی میرے لئے وحشت ناک ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ نے زیر لب مسکراتے ہوئے دریافت فرمایا! اپنے جوڑے کا جو سراپا تو نے آئینہ میں دیکھا تھا اس کے بارے میں کچھ بیان کر۔

اس نے عرض کیا سراپا مجسم سیاہی، موٹے موٹے ہونٹ، چوڑے دانت، بھدا چہرہ تنگ و تاریک پیشانی، بے ڈھنگا قد۔ جیسے ہی سرکار دو عالم

ﷺ نے حور کا اپنے جوڑے کے حلیے کے بارے میں بیان سماعت فرمایا۔ تو سرکار ﷺ نے سر مبارک اٹھایا اور جلال سے سرخ ہوتی ہوئی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے فرمایا۔ تو نے جو سراپا بیان کیا ہے وہ تو میرے پیارے بلال ؓ کا ہے۔ ایک عاشق سراپا، ایک مومن وفا کیش اور نگار خانہ ہستی کے ایک گوہر نایاب کو پاکر تو اپنی غم نصیبی کا شکوہ کر رہی ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ بلال ؓ میرا عاشق مجسم ہے میں نے اپنی پلکوں کے سائے میں اسے پناہ دی اور سن لے! میرا بلال ایسی شان والا ہے کہ بروز قیامت اسکے جسم کی سیاہی حور ان جنت کے رخساروں پر تل بنا کر تقسیم کر دی جائے گی۔ وہ ایسا عاشق ہے کہ اس نے عشق ہی کی وجہ سے ہر آسائش سے منہ پھیر لیا۔ وہ تو حسن مجرد کا تماشائی ہے۔ اپنے حسن و جمال پر غرور نہ کر ہو سکتا ہے کہ جس دن تو ستر ہزار نقاب الٹ کر بلال ؓ کے سامنے آئے تو میرا بلال تجھے ناپسند کر دے۔

سرکار دو عالم نور مجسم ﷺ کا فرمان عالی شان سن کر حور اضطراب شوق کی وجہ سے چیخ اٹھی۔ سرکار! سرکار! ﷺ میری معذرت قبول فرمائی جاوے۔ میرا غم والم شکوہ شکایت جاتے رہے۔ بس مجھے وہی سیاہ فام بلال ؓ پسند ہے۔ یہ تو میری خوش نصیبی کی معراج ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کا عاشق زار میرے حصے میں آیا۔ اسکی معذرت قبول فرماتے ہوئے اور دعائیں دیتے ہوئے سرکار ﷺ آگے تشریف لے گئے سرکار دو عالم نور مجسم ﷺ نے معراج سے واپسی پر فرمایا۔ بہشت تو بلال کی مشتاق ہے"۔ پھر حضرت بلال ؓ

سے دریافت فرمایا۔ لم سبقتنی الی الجنه یا بلال (تم کون سا عمل کرتے ہو جسکی وجہ سے میں نے تمہیں جنت میں اپنے آگے آگے دیکھا ہے اور تمہارے قدموں کی چاپ سنی ہے۔ (حضرت بلالؓ نے جواب میں عرض کیا کہ میں نے جب بھی وضو کیا ہے دو رکعت تحیۃ الوضو ضرور ادا کرتا ہوں۔)

سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا! "اے بلال یہ سعادت جو تو نے پائی ہے اس عمل کی بدولت ہے" ویسے بھی حضرت بلالؓ سرکار دوعالم ﷺ کے آگے آگے احتیاطاً چلا کرتے تھے اسی لئے بہشت میں بھی سرکار دوعالم ﷺ کے قدمین شریفین کے صدقے غلام کو رفاقت کا شرف حاصل ہو گیا۔

عاشق کا پہلا قدم ہی اپنے محبوب کے پاس ہوتا ہے اور حضرت بلالؓ کو یہ کمال عشق مصطفےٰ ﷺ سے حاصل ہوا تھا۔ کیونکہ نفل تو دوسرے اصحابؓ بھی پڑھتے تھے۔ مگر انہیں یہ مقام حاصل نہ ہو سکا۔ آپؓ نوافل میں اور بوقت اذان بھی بلکہ ہمہ وقت تصور شیخ میں مستغرق رہتے تھے۔ جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے فرمایا ہے!

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری
کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

عاشق

- عشق وہبی ہے جو کسب سے حاصل نہیں ہوتا۔

- محبت کرو کسب سے کچھ نہیں ہوتا۔ محبت ہے تو سب کچھ ہے۔ محبت نہیں تو ریاضت بے کار ہے۔
- محبت میں شاہ و گدا کا فرق نہیں جیسے محمود اور ایاز کا واقعہ ہے۔
- یار کا تصور عاشق کی زندگی ہے۔
- رضائے یار عاشق کا ایمان ہے۔
- جسکو اپنی خواہشات کی خبر ہے وہ عشق سے بے خبر ہے۔ ارسطو نے بھی کہا ہے عاشق یار سے خبر دار اور موجودات سے بے خبر رہتا ہے۔
- معشوق کی جفا کو عاشق عطا سمجھتا ہے۔
- محبت میں انسان اندھا ہو جاتا ہے اور ہر وقت محبوب کے تصور میں کھویا رہتا ہے۔
- ایمان محبت کامل کا نام ہے۔
- عشق میں اپنے محبوب پر سر دیدے تو یہ سر ہے۔
- عاشق وہ ہے جو معشوق پر جان قربان کر دے
- جبتک خودی میں ہے حقیقت سے حجاب رہیگا خود پرستی حجاب کو بڑھاتی ہے اور مقصود سے دور رکھتی ہے اور بیخودی حجاب کو اٹھاتی ہے۔
- مرید اس طرح اپنے پیر سے جسطرح قطرہ دریا سے مل جاتا۔ جبتک

قطرہ دریا سے نہیں ملتا قطرہ ہی رہتا ہے اور جب دریا سے مل جاتا ہے تو پھر اسے کوئی قطرہ نہیں کہتا۔

- پیر کی صورت میں خدا ملتا ہے۔ جو پیر کی شکل ہے بس یہی سب کچھ ہے۔ پیر کی ذات میں فنافی الرسول اور فنافی اللہ کا مرتبہ مل جاتا ہے۔
- جس دل میں محبت سے سروکار ہوتا ہے اس میں عداوت کی گنجائش نہیں ہوتی۔
- جسکی قسمت میں جو کچھ ہے وہ اسے ضرور ملے گا اگر زندگی میں نہیں تو مرتے وقت اور مرتے وقت نہ ملا تو اسکی قبر میں ضرور ٹھونس دیا جائیگا۔
- خدا محض آسمان پر نہیں ہم تم میں چھپ کر سب کو دھوکے میں ڈالدیا ہے۔ پس ایک صورت کو پکڑ لے خدا مل جائیگا۔
- عاشق وہ ہے جسکی ایک سانس بھی یاد محبوب سے خالی نہ ہو۔
- عاشق کی سانس بلا کسب ذکر و عبادت ہے۔
- عاشق غافل نہیں ہوتا اسکی یہی نماز اور یہی روزہ ہے۔
- عاشق کو خدا معشوق کی صورت میں ملتا ہے۔
- فقیر کم مشائخ زیادہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ منزل عشق سخت ہے اور طالب مشکل سے اسے پسند کرتے ہیں۔

- لا الٰہ زبانی کہنا اور ضرب لگانا اور بات ہے۔ دیکھ کے عاشق ہونا ممکن ہے بغیر دیکھے محال۔
- مذہب عشق میں کفر و اسلام سے غرض نہیں جو کچھ ہے معشوق ہے۔
- معشوق کا ترسانا اور حجاب و عنایات ہی تو رحم و فضل ہے۔
- حضرت امام حسینؓ نے ایک محبوب کیلئے پورے خاندان کو شہید کرادیا۔
- محبت ہی سب کچھ ہے۔ بے محبت نماز روزہ بھی بیکار ہے۔ دیکھو واقعہ کربلا کہ لوگ نماز پڑھتے تھے مگر محبت آل عبا کی نہ تھی۔
- علمائے ظاہر کی الٹی چال ہے۔ جو دیکھ کر سجدہ کرے وہ کافر اور جو بغیر دیکھے کرے وہ مومن۔
- منزل عشق میں ذات صفت ہو جاتی ہے اور صفت ذات۔
- علم اور چیز ہے۔ عشق اور چیز ہے۔ جہاں حضرت عشق آئے وہاں علم و عقل کا کام نہیں رہتا۔
- اپنے میں جو سانس چلتی ہے یہی ذات ہے۔ بس اسکی تصدیق مشکل ہے۔
- جسکو یہاں تصدیق نہیں وہ کعبہ جا کر کیا کریگا سوائے پتھر کے کیا دیکھے گا۔ خدا کا گھر تو ہر جگہ موجود ہے۔

- جو کل امراض کو دور کر سکتا ہے۔ وہ بھوک اور پیاس کی زحمت کو بھی مٹا سکتا ہے۔

- اہل و عیال والے کی نسبت فرمایا کہ خدا کی وجہ سے دنیا کو نہ چھوڑو تیری دنیاداری ہی عبادت ہے۔

ایوب محبت محبوب پر ہو جا
تب تو ہی آئینہ محبوب ہو گا

یہ گوہر کتابوں سے نہ مکتب سے ہوتا ہے پیدا
فقط یہ تو ہوتا ہے نگاہ شیخ کامل سے پیدا

رنج دنیا سے بہت مضطرب الحال تھا یہ
دل کو تسکین ہوتی ہے در محبوب سے پیدا

عجب عاشقوں کی نماز ہے نیا ہردم انکا نیاز ہے
نہ قیام ہے نہ قعود ہے نہ سجود ہے نہ سلام ہے

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت ازدر حق کہ استقبال می آید

مظلوم کی آہ سے ڈرو کہ بارگاہ حق انکی دعا کی قبولیت کیلئے تیار رہتی ہے۔

فقیروں کی زباں اللہ کی تقدیر سمجھو
پر کبھی یہ پھول سمجھو اور کبھی شمشیر سمجھو

ذکر الٰہی

قرآن حکیم میں ذکر الٰہی کے متعلق بہت سی آیتیں موجود ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا حکم ہے اور یہ حکم کثرت کی قید سے ثابت ہے ہمارے سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ میں ذکر کو خاص اہمیت حاصل ہے اور بیعت کے فوراً بعد ذکر خفی کا طریقہ سمجھا دیا جاتا ہے اور اس کی سخت تاکید فرمائی جاتی ہے ذکر کی تاکید قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ میں موجود ہے۔

قرآنی آیات

قرآن مجید میں جہاں ذکر الٰہی کا حکم دیا گیا ہے۔ اکثر مقامات پر اس کے ساتھ کثیر کی صفت موجود ہے۔ مثلاً

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰهَ ذِکْرًا کَثِیْرًا ۝	اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو
(الاحزاب)	
وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰهَ کَثِیْرًا	اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والے
(الاحزاب)	

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰه وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰه كَثِيْرًا	حضور علیہ ﷺ کا عمدہ نمونہ اس شخص کے لئے جو روز آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو۔

(الاحزاب)

ابن کثیر نے اُذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے اس مذکورہ آیت کی تفسیر بیان فرمائی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کوئی ایسی عبادت فرض نہیں فرمائی جس کی حد مقرر نہ ہو اور اس میں ایک معذور آدمی کا عذر قبول نہ فرمایا ہو۔

مگر ذکر الٰہی ایسی عبادت ہے جس کی کوئی حد مقرر نہیں فرمائی اور نہ کسی کو ترک ذکر پر معذور فرمایا۔ ہاں جو مغلوب الحال ہو اس کا معاملہ جدا ہے اور فرمایا اللہ کا ذکر کرو کھڑے ہو، بیٹھے ہو یا لیٹے ہو۔ رات ہو یا دن، پوشیدہ یا علانیہ، خشکی ہو یا سمندر میں، سفر میں ہو یا حضر میں، خوش الحال ہو یا عسیر الحال، تندرست ہو یا بیمار، ہر حال میں ذکر کرو۔

با آواز بلند ذکر کرنا

حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ روایت کرتے ہیں کہ جبرائیلؑ نے حضور علیہ ﷺ کو ذکر نفی اثبات کی تلقین کی آپؐ نے حضرت علیؓ کو اسکی

تربیت دی اور اس طرح تمام صحابہؓ کو اس کی تبلیغ کی گئی (سر الاسرار: ٦٨)

شیخ احمد رفاعیؒ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو ذکر نفی و اثبات کی تلقین اس طرح کی کہ آنکھیں بند کر کے بلند ذکر کیا جائے۔ (البرھان المؤید: ۵۳۔۵۴)

شاہ ولی اللہؒ بھی اسی روایت کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

فَقَالَ اغْمِضْ عَيْنَيْكَ وَاسْمَعْ مِنِّيْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ اَنْتَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَ اَنَا اَسْمَعُ فَقَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مُغْمِضًا عَيْنَيْهِ رَافِعًا صَوْتَهٗ

پس آپ ﷺ نے فرمایا اپنی آنکھیں بند کرو اور مجھ سے تین مرتبہ (کلمہ) سنو اور پھر تو اسی کو تین مرتبہ دہرا اور میں سنوں گا پس انہوں نے آنکھیں بند کرتے ہوئے اونچی آواز سے تین مرتبہ لا الہ الا اللہ کہا۔

عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے۔

قَالَ اِنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ حِيْنَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ كَانَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ
(صحیح بخاری ۱:۱۱۶)

فرماتے ہیں جب لوگ فرضی نماز سے فارغ ہوتے تو عہد رسالتمآبؐ میں بلند آواز سے ذکر کرنا رائج تھا۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

الظُّلْمَةِ فِیْ الْمَکَانِ اَجْلٰی الْقُلُوْبِ فِی الذِّکْرِ (مرقاۃ ۱:۲)

مکان میں تاریکی ذکر کے دوران دلوں کو بہت جلا بخشنے والی ہے۔

ذکر خفی

قال اللہ تعالیٰ

وَاذْکُرْ رَبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعاً وَّ خِیْفَةً (الخ)

اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو دل میں گڑگڑاتا اور ڈرتا رہ۔

اس آیت کی تفسیر میں امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تبلیغ وحی کا حکم دینے کے بعد متصل ہی اس آیت میں حکم دیا۔ کہ آپ ﷺ اپنے پروردگار کو دل میں یاد کریں اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ آدمی ذکر سے مکمل طور پر مستفید اس صورت میں ہو سکتا ہے جب ذکر میں یہ صفت پیدا ہو جائے کیونکہ اس شرط (یعنی ذکر قلبی) سے ذکر کرنا، اخلاص اور تضرع سے زیادہ قریب ہے۔

ذکر قلبی افضل ہے

امام ابو یعلی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس ذکر خفی کو ملائکہ کاتبین سن نہیں سکتے اسے غیر خفی پر ستر گنا زیادہ فضیلت ہے قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ مخلوق کو حساب کے لئے جمع فرمائے گا اور کاتبین اپنی تحریریں پیش کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ

دیکھو اس کی کوئی نیکی رہ تو نہیں گئی وہ عرض کریں گے ہمیں جو معلوم ہوا سب لکھ لیا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس کی ایک نیکی ایسی ہے جو تم نہیں جانتے وہ ذکر خفی ہے۔

حدیث

عن ابو سعید بن الخدری قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ خَیْرُ الذِّکْرِ الْخَفِیْ ٥

(الترغیب ۴:۱۶۰)

ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ بہترین ذکر، ذکر خفی ہے۔

و عن سعید ابن ابی وقاص قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ خَیْرُ الذِّکْرِ الْخَفِیْ ٥

(الترغیب ۲:۵۳۷)

حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ بہترین ذکر، ذکر خفی ہے۔

ان آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ سے ذکر کی تاکید واہمیت واضح ہو جاتی ہے اور خصوصاً ذکر خفی۔ کیونکہ ذکر خفی میں ریاء کاری نہیں ہے اور یہ ذکر بند نہ ہو گا کیونکہ اس کا تعلق روح سے ہوتا ہے اور روح کو نہ نیند ہے اور نہ موت۔ لسانی ذکر جتنا بھی کرلیا جائے کثرت پوری نہیں ہو سکتی اور اس

میں ریاء کاری بھی ہو سکتی ہے لسانی ذکر کے لئے پاک ہونا جسم کا اور جگہ کا ضروری ہے لیکن خفی ذکر میں کوئی قید نہیں یہ ہر وقت ہر جگہ ہر حالت میں ہو سکتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے!

حضور اکرم ﷺ ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔

حدیث شریف

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَذْكُرُ اللّٰهَ علٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔

(رواہ مسلم باب مخالطۃ الجنب)

اس حدیث شریف میں کل احیانہ بتا رہا ہے کہ تمام اوقات میں آپ ﷺ ذکر الٰہی کرتے تھے اور تمام اوقات میں بول و براز، جماع، اکل و شرب، نیند اور دوسرے تمام مشاغل بھی شامل ہیں کیونکہ قرینہ مخالطت الجنب موجود ہے اور ایسی حالت میں ذکر لسانی ناجائز ہے اس لئے لازماً ذکر قلبی مراد ہوگا۔

ذکر الٰہی تمام عبادات سے افضل ہے

عن ابی سعیدن اخدری اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ اَیُّ الْعِبَادَةِ اَفْضَلُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ الذّٰاكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمِنَ الْغَازِىْ فِىْ سَبِيْلِ

حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سی عبادت اللہ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے افضل ہوگی؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرنے والوں کا درجہ سب سے

اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ قَالَ لَوْ ضَرَبَ بِسَیْفِہٖ فِی الْکُفَّارِ وَالْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی یَنْکَسِرَ وَ یَخْتَضِبَ وَ مَاکَانَ الذّاکِرُوْنَ اللّٰہَ اَفْضَلُ مِنْہُ

(رواہ الترمذی)

بلند ہوگا میں نے عرض کیا کہ کیا مجاہد فی سبیل اللہ سے بھی؟ فرمایا اگر مجاہد فی سبیل اللہ کفار اور مشرکین پر تلوار چلائے، حتی کہ تلوار ٹوٹ جائے اور وہ خون سے لتھڑ جائے تب بھی اللہ کا ذکر کرنے والے افضل ہیں۔

دوسری حدیث

عن ابی الدر داء قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِکُمْ وَاَزْکٰھَا عِنْدَ مَلِیْکِکُمْ وَاَرْفَعُھَا فِیْ دَرَجَاتِکُمْ وَ خَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ اَنْفَاقِ الذَّھَبِ وَالْوَرْقِ وَ خَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ اَنْ تَلْقَوْا اعَدُوَّ کُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَھُمْ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ ذِکْرُ اللّٰہِ تَعَالٰی قَالَ الْحَاکِمُ فِیْ کِتَابِہٖ الْمُسْتَدْرَکِ عَلَی الصَّحِیْحِیْنَ ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحِ الْاَسْنَادِ ٥

ابی الدرداءؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جو سب سے افضل ہو جس کا ثواب اللہ کے ہاں سب سے زیادہ ہو جو تمہارا درجہ سب سے بلند کردے اور وہ عمل کرنا سونا چاندی خرچ کرنے سے بھی زیادہ پسندیدہ ہو اور جو دشمنوں کے خلاف جنگ کرنے اور انہیں قتل کرنے سے بھی افضل ہو صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ ضرور فرمایئے فرمایا اللہ کا ذکر سب سے افضل ہے۔

ذکر الٰہی مومن کیلئے ایک قلعہ ہے

قال النبی ﷺ اَمُرُکُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ کَثِیْرًا وَّ مَثَلُ ذٰلِكَ کَمَثَلِ رَجُلٍ طَلَبُهُ الْعَدُوُّ سِرَاعًا فِیْ اَثَرِهٖ حَتّٰی یَاْتِیَ حِصْنًا حَصِیْنًا فَاَحْرَزَ نَفْسَهٗ فِیْهِ وَ کَذَالِكَ لِلْعَبْدِ لَا یَنْجُوْا مِنَ الشَّیٰطِیْنِ اِلَّا بِذِکْرِ اللّٰہِ ٥

حضور ﷺ نے فرمایا میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ آدمی کے تعاقب میں دشمن تیزی سے آرہا ہے اور آدمی اس سے بچنے کے لئے قلعہ میں پناہ گزیں ہو جائے اسی طرح شیطان کے حملے سے بچنے کی صرف ایک صورت ہے اور وہ اللہ کا ذکر ہے۔

ذکر سے غفلت کرنیوالا شیطان کا ساتھی ہے

قال تعالٰی. وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطَانًا فَهُوَلَهٗ قَرِیْنٌ ٥

(الزخرف)

جو شخص ذکر الٰہی سے آنکھ چرالے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں سو وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔

وقوله تعالٰی. اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِکْرَ اللّٰہِ اُوْلٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ ٥ (المجادله)

ان پر شیطان نے پورا تسلط کر لیا ہے سو اس نے ان کو خدا کی یاد بھلا دی یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔

اجتماعی ذکر

قال تعالی. وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاوَةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۝

اور آپ ﷺ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کو اس کی رضا جوئی کے لئے پکارتے ہیں۔

حدیث شریف

عن ابی ھریرہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً يَطُوْفُوْنَ فِي الطَّرِيْقِ يَلْتَمِسُوْنَ اَهْلَ الذِّكْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ تَنَادَوْا هَلُمُّوْا اِلٰى حَاجَتِكُمْ فَيَحُفُّوْنَهُمْ بِاَجْنِحَتِهِمْ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا اِلٰى اَنْ قَالَ فَيَقُوْلُ تَعَالٰى اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ قَالَ فَيَقُوْلُ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فِيْهِمْ فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ اِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَتِهٖ قَالَ هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ ۝

(بخاری ۲:۹٤۸)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ ملائکہ اہل ذکر کو تلاش کرتے ہیں۔ جہاں کہیں انہیں ذاکرین کی کوئی جماعت مل جاتی ہے۔ اپنے ساتھیوں کو بلاتے ہیں۔ کہ یہ وہ چیز ہے جس کی تمہیں تلاش ہے۔ چنانچہ وہ ملائکہ ذاکرین کو آسمان دنیا تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ فرمایا! کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان لوگوں کو بخش دیا ہے پھر ان میں ایک فرشتہ کہتا ہے کہ فلاں آدمی تو اہل ذکر سے نہیں وہ تو اپنے کام کے لئے آیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ایسی مجلس ہے جس میں بیٹھنے والا بدبخت نہیں رہ سکتا۔

محفل ذکر کا حکم

عَنْ اَبِیْ رَزِیْنٍ اِنَّہٗ قَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی مِلَاکِ ھٰذَا الْاَمْرِ الَّذِیْ نَصِیْبُ فِیْہِ خَیْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ عَلَیْکَ بِمَجَالِسِ اَھْلِ الذِّکْرِ ؁

حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسے بہترین عمل کی خبر نہ دوں جس سے تم دنیا و آخرت کی بھلائی سمیٹ لو۔ سنو! مجالس ذکر کو لازم پکڑو۔

حدیث شریف

وَرَوٰی اَبُوْ نَعِیْم اَنَّہٗ ﷺ قَالَ مَجَالِسِ الذِّکْرِ تَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ السَّکِیْنَۃُ وَ تَحُفُّ بِھِمُ الْمَلَآئِکَۃُ وَ تَغْشَاھُمُ الرَّحْمَۃَ یَذْکُرُھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی ؁

اور ابو نعیم نے بیان کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجالس ذکر پر ملائکہ کا نزول ہوتا ہے وہ انہیں اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں اور ان پر نزول سکینہ ہوتا ہے اور ان پر اللہ کی رحمت سایہ کرلیتی ہے اور اللہ انہیں یاد کرتا ہے۔

حدیث شریف

وَرَوٰی اَحْمَدُ وَ مُسْلِمٌ اِنَّہٗ ﷺ قَالَ لَا یَقْعُدُ قَوْماً یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ تَعَالٰی اِلَّا حَفَّتْ بِہِمُ الْمَلآئِکَۃُ وَ غَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ وَتَنَزَّلَتْ عَلَیْہِمُ السَّکِیْنَۃُ وَ ذَکَرُھُمُ اللّٰہ تَعَالٰی فِیْمَنْ عِنْدَہٗ ○

اور امام احمد اور امام مسلم نے بیان کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب لوگ ذکر الٰہی کے لئے بیٹھتے ہیں فوراً ہی ملائکہ انہیں اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں اور ان پر نزول سکینہ ہوتا ہے اور اللہ کی رحمت برستی ہے اور اللہ تعالٰی ان لوگوں کا ذکر اپنے مقربین میں فرماتا ہے۔ ۱

فیض الباری ۲: ۳۶۲ پر ہے کہ نمازوں کے بعد سلف صالحین میں یہ دستور تھا کہ مجلس ذکر قائم کرتے تھے۔

وَ فِی الْمُدْخَلِ لِابْنِ الْحَاجِ الْمَالِکِیِّ اَنَّ السَّلَفَ الصَّالِحِیْنَ کَانُوْا یَحْسَبُوْنَ بَعْدَ الصُّبْحِ وَ الْعَصْرِ فِیْ

اور مدخل ابن حاج مالکی میں ہے کہ سلف صالحین (یعنی صحابہ تابعین و تبع تابعین) نماز فجر اور عصر کے بعد مسجد میں حلقہ ذکر

اَلْمَسْجِدِ لَهُمْ زَمْزَمَةٌ وَ دَوِیٌّ کَدَوِیِّ النَّحْلِ ۝

کرتے تھے ان کے ذکر کی آواز شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح ہوتی تھی۔

حدیث شریف

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَلَیْکَ بِتِلَاوَتِ الْقُرْاٰنِ وَ ذِکْرِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فَاِنَّہٗ ذِکْرٌ لَّکَ فِی السَّمَآءِ وَ نُوْرٌ لَّکَ فِی الْاَرْضِ ۝

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تلاوت قرآن کو لازم پکڑ، اور ذکر الٰہی کیا کر، کیونکہ اس سے آسمان میں تیرا ذکر ہوگا زمین میں تیرے لیے نور ہوگا۔

حضرت ابن عباسؓ ہر جمعرات کو خاص محفل ذکر منعقد فرماتے جو باطنی احوال کیلئے مفید ہوتی تھی۔ (مشکوۃ باب العلم: ۳۳)

محافل ذکر

ہم اپنے مریدین کو ہر وقت سانس سے ذکر کی تاکید کرتے ہیں اور بعد نماز مغرب چار ضربی ذکر اور مراقبہ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے ہر جمعرات اور اتوار کو آستانہ عالیہ پر محفل ذکر منعقد کی جاتی ہے

محفل ذکر میں نئے مریدین جن کا ذکر ابھی صحیح طور پر نہیں چلتا دوسروں کے ساتھ مل کر ان کا ذکر بھی جاری ہو جاتا ہے ایک انگیٹھی جو کہ ٹھنڈی ہوتی ہے اسے دوسری انگیٹھی سے حرارت پہنچ جاتی ہے اور وہ بھی

گرم ہو جاتی ہے۔

انگیٹھی سے ہمارا اشارہ قلب کی طرف ہوتا ہے۔

اگر کوئی مرید ہم سے کسی نقصان کے بارے میں عرض کرتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ تمہارا ذکر صحیح نہیں ہے جاؤ جا کر کثرت سے ذکر کیا کرو۔ ذاکر کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا کیونکہ ذاکر اللہ تعالیٰ کے قلعے میں ہوتا ہے (جیسا کہ حدیث شریف میں بیان کیا جا چکا ہے) اگر اس کے بعد بھی سالک کو کوئی نقصان ہوتا ہے تو پھر اسے اپنے مالک کی طرف سے جانے اور اس میں اس کے لئے فائدہ ہوتا ہے۔ جب انسان تکلیف پر صبر کرتا ہے تو اس کے عوض اس کے درجات بلند کر دیئے جاتے ہیں اور اس کے گناہوں کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

شیخ سعدیؒ نے حدیث شریف نقل کی ہے کہ!

"ہر نعمت کا شکر ادا کرنا واجب ہے فرماتے ہیں کہ سانس کا آنا بھی نعمت ہے اور جانا بھی نعمت ہے تو اس کا شکر کیسے ادا کیا جاوے سلسلہ عالیہ میں اسی لئے سانس سے ذِکر کرایا جاتا ہے اور حکم ہے کہ کوئی بھی سانس خالی نہ جائے تاکہ اس نعمت کا شکر ادا ہوتا رہے جیسا کہ سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں!

"جو دم غافل سو دم کافر سانوں مرشد ایہہ فرمایا ھو"

یعنی کوئی سانس ذکر سے خالی نہ جائے بزرگ سانس کو قید کر لیتے

ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایک گھنٹے میں ایک ہزار سانس آتا ہے اور چوبیس گھنٹے میں چوبیس ہزار بعض بزرگ چوبیس گھنٹے میں چھتیس ہزار مرتبہ ذکر کر لیتے ہیں سانس کو نہ نیند ہے اور نہ ہی موت اس لئے ذکر کا تعلق اس سے جوڑ دیا جاتا ہے اور یہ ذکر مرنے کے بعد بھی منقطع نہیں ہوتا کیونکہ ذاکر کو موت نہیں ہے ذاکر ہمیشہ زندہ ہوتا ہے روح کو موت نہیں ہے ذاکر کی نیند اور بیداری یکساں ہوتی ہے۔ جیسا کہ سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں!

ہک جاگن ہک جاگ نہ جانن ہک جاگدیاں ہی ستے ھو
ہک ستیاں جاواصل ہوئے ہک جاگدیاں ہی مٹھے ھو
کی ہویا جے گھگو جاگے جیہڑہ لیندا ساہ اپٹھے ھو
میں قربان تنہاں توں باھو جنہاں کھوہ پریم دے جتے ھو

حضرت سلطان العارفینؒ جامع الاسرار میں فرماتے ہیں کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے! کہ میرے بعض بندے ایسے ہیں کہ لوگ سمجھتے ہیں وہ سوئے ہوئے ہیں لیکن میرے نزدیک وہ بیدار ہوتے ہیں لوگوں کے خیال میں وہ بھوکے ہیں لیکن میرے نزدیک وہ سیر ہیں لوگوں کے نزدیک اہل شرب ہیں لیکن میرے نزدیک پیاسے ہیں ان کا پیٹ تنور ہے اور ان کا کھانا نور ہے ان کا سونا حضور ہے اور ان کا وجود مغفور ہے زاہد بہشت کا مزدور ہوتا ہے دنیا کا طالب رنجور ہوتا ہے اور مولا کا طالب مسرور ہوتا ہے نیز سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں اس فقر میں عارف کا کھانا پینا ایک ہے سونا جاگنا ایک

ہے مستی ہوشیاری ایک ہے چپ رہنا اور بات کرنا ایک ہے چنانچہ باطن ان کا بھرپور ہے اور ان کا کھانا نور ہے اور ان کا دل بیت المعمور ہے اور ان کا سونا حضور ﷺ کی ملاقات ہے سن لے اے زاہد بہشت کے مزدور، اپنے چلے اور محنت پر مغرور۔ (محک الفقر خورد)

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنَامُ عَيْنِيْ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ. رَاٰئِيْ قَلْبِيْ رَبِّيْ (عین الفقر)

آنحضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے دونوں آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل جاگتا ہے نیز میں نے اپنے رب کو قلبی آنکھ سے دیکھا ہے۔

ہر قسم کی ریاضت اور علوم و عبادات کی مثال دودھ کی سی ہے جس طرح دودھ میں کوئی خمیر نہ ڈالا جائے تو وہ جم کر روغن نکالنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا اسی طرح جب تک صاحب ریاضت پر مرشد کامل کی نظر التفات اور تلقین و ارشاد نہ ہوگا۔ راہ معرفت سے نا آشنا ہوگا۔ مرشد کی ہدایت و نظر کے بغیر شب بیداری محض اپنی نیند خراب کرنے کے مترادف ہوگی۔

کی ہویا جے راتیں جاگیں جاں مرشد جاگ نہ لائی ہو

میاں محمد بخشؒ فرماتے ہیں

دودھ وجود تیرے وچ شیریں روغن دار سمانی
مرشد لاوے جاگ پرم دی تاں جمیں دودھ پانی
گل وچ پھاہ غماں داپا کے ذکروں چھک مدھانی
ہمت نال محمد بخشا مکھن آیا جانی

"ذوق و شوق ذکر و فکر تصور شیخ یہی عاشقوں کی نماز ہے"

طور ادیاں طرز عجباں ایس طریقے ڈٹھی
اکھ نہ پھڑکے ہونٹ نہ ہلن اندر لذت مٹھی
جن کے عشق صادق ہوں وہ کب فریاد کرتے ہیں
لبوں پر مہر خاموشی دلوں میں یاد کرتے ہیں

آئمہ طریقت تابعین، رئیس العلماء فقیہہ الفقہا حضرت سیدنا سعید بن المسیبؒ ایک دفعہ مکہ مکرمہ میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے انؒ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ مجھے بتائیے کہ وہ کونسا حلال ہے۔ جس میں حرام نہ ہو اور وہ کونسا حرام ہے جس میں حلال نہ ہو؟ فرمایا

ذِکْرُ اللّٰہِ حَلَالٌ لَیْسَ فِیْہِ حَرَامٌ وَ ذِکْرُ غَیْرِہٖ حَرَامٌ لَیْسَ فِیْہِ حَلَالٌ

"اللہ کا ذکر ایسا حلال ہے جس میں حرام ہی نہیں ہے اور غیر اللہ کو یاد کرنا ایسا حرام ہے جس میں حلال ہی نہیں ہے" اسی لئے ذکر الٰہی میں نجات ہے اور ذکر غیر میں ہلاکت۔

محو ذکر

بجز مرشد کوئی اس علم کو سمجھا نہیں سکتا
سمجھ میں اس طرح علم طریقت آ نہیں سکتا

شریعت اور طریقت میں جو ہے اک فرق نازک سا
کوئی دکھلا نہیں سکتا کوئی سمجھا نہیں سکتا

ایوب بسی محبوب کی تصویر جس دل میں
وہ ذاکر چھوڑ کر ذکر خدا پھر جا نہیں سکتا

ایسا ذکر کر کہ تو نہ رہے باقی
محبوب ہی محبوب ہو اور رہے سرور ذکر باقی

یہ تصور یاد رکھیو یار وقت ذکر ہو
ذکر ہو جسکا وہی ذاکر وہی مذکور ہو

فنا ہو جا جھلک اٹھے گا سینہ شمع عرفاں سے
ابھی تو دل کے آئینے پہ غافل داغ ہستی ہے

مستجاب الدّعوات

شرائط و آداب دعا

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست کرنے کے لئے کچھ آداب ہیں اور دعا کی قبولیت کے لئے چند شرائط ہیں کتاب و سنت میں ان شرائط کو ملحوظ رکھنے کے لئے تاکید فرمائی گئی ہے۔

۱۔ غذا کا حلال اور پاکیزہ ہونا

قال الله تعالیٰ. يٰاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَ عْمَلُوْا صَالِحاً. و قال الله تعالیٰ. يٰاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلاً طَيِّباً ہ

اے گروہ انبیاء پاکیزہ رزق کھایئے اور نیک عمل کیجئے اور اے اہل ایمان، زمین کی حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔

حدیث شریف

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت حضور علیہ السلام کے سامنے پڑھی گئی تو سعد ابن ابی وقاصؓ کھڑے ہو گئے اور عرض کی کہ حضور علیہ السلام میرے حق میں دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعوات بنا دے حضور علیہ السلام نے فرمایا! اے سعد! رزق حلال کھاؤ مستجاب الدعوات بن جاؤ

گے قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے انسان جب لقمہ حرام پیٹ میں ڈالتا ہے تو چالیس دن تک اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا اور جس انسان کا گوشت حرام غذا سے بنا ہو اس کے لئے آگ ہی بہتر ہے۔

۲۔ لباس کا پاک ہونا اور حلال کی کمائی سے تیار ہونا

قال اللہ تعالیٰ. و لِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَيْرٌ وَقَال تعالی فَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ. وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَنْ اَصَابَ مَالاً مِنْ حَرَامٍ فَلَبِسَ مِنْهُ جِلْبَابًا يَعْنِیْ قَمِيْصاً لَمْ يُقْبَلْ صَلوٰتُهٗ حَتّٰی يَنْحِيَ ذٰلِكَ الْجِلْبَابَ عَنْهُ ۝ (الترغیب)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا لباس تقویٰ کا اچھا ہے اور فرمایا! اے نبیؐ اپنے لباس کو پاک صاف رکھیں اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے حرام مال پایا اور اس سے قمیض بنائی اور پہنی۔ اس کی نماز قبول نہ ہوگی جب تک اس لباس کو اپنے وجود سے جدا نہ کردے۔

۳۔ بدن کا پاک ہونا

قل اللہ تعالیٰ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝

اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اس مسجد میں ایسے مرد ہیں جو پاکیزگی کو دوست رکھتے اور اللہ تعالیٰ پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

۴۔ سحر کا وقت

قال تعالی. وَبِالْاَ سْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْن ٥	(اور اہل تقویٰ) سحر کے وقت اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔

۵۔ خلوص نیت

فَادْعُو اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْن وَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ٥	پس اللہ تعالیٰ کو خلوص دل سے پکارو اور حضور ﷺ نے فرمایا۔ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے

۶۔ ادب سے دوزانو بیٹھ کر دعا کرنا

ہاتھوں کو پھیلائے شانوں (کندھوں) تک اٹھائے اور کھول کر رکھے اور ادب خشوع و خضوع کا خیال رکھے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کے ساتھ دعا مانگے اور منقولہ دعائیں پڑھے اور انبیاء اور اولیاء اللہ کے وسیلہ سے اور بڑی دھیمی آواز سے دعا کرے اور دعا ختم کرکے ہاتھوں کو چہرے پر پھیرے۔ (تحفۃ الذاکرین)

۷۔ قبل از دعا کسی عمل صالح کا ہونا ضروری ہے۔

۸۔ دعا کسی قطع رحمی کے لئے نہ ہو۔

۹۔ دعا میں حرام اور گناہ کا مطالبہ نہ ہو۔

۱۰۔ مستجاب الدعوات ہونے کے لئے متقی ہونا شرط ہے اور متقی کی تعریف حضور اکرم ﷺ نے یوں فرمائی ہے!

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک اس چیز کو ترک نہ کر دے جس میں (بظاہر) حرام کا شبہ نہیں مگر اس اندیشے سے کہ وہ چیز کہیں حرام تک نہ لے جائے (الترغیب)

۱۱۔ مقبولیت دعا میں جلدی نہ کرنا۔ یعنی یہ خیال نہ کرنا کہ ابھی ابھی دعا قبول ہو جائے اور اگر ایسا نہ ہو تو دعا ہی ترک کر بیٹھے۔

عدم قبولیت دعا

بعض دعا کرنے والوں کی دعاء کے قبول نہ ہونے پر اعتراض نہ کیا جائے۔ کیونکہ دعا کا قبول نہ ہونا کسی شرط میں خلل واقع ہو جانے کے سبب سے ہوتا ہے جیسا کھانے پینے اور لباس کے معاملے میں احتیاط نہ کی جائے یا دعا کرنے والے نے جلدی کی۔ یا کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا کی یا دعا تو قبول ہو گئی مگر مطلوب کے حصول میں اس بندے کی مصلحت کی وجہ سے تاخیر کی گئی یا کسی ایسے امر کی وجہ سے تاخیر ہو گئی جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

(فتح الباری)

فائدہ

معلوم ہوا کہ بعض اوقات دعا تو قبول ہو جاتی ہے مگر قبولیت کا ظہور

مدت کے بعد ہوتا ہے مثلاً حضرت موسیٰ کی دعا تو قبول ہو گئی مگر اثر چالیس سال کے بعد ظاہر ہوا حضرت یعقوبؑ کی دعا کا اثر اٹھارہ سال بعد ظاہر ہوا اور حضرت زکریاؑ کی دعا تو قبول ہو گئی مگر تیرہ سال بعد بیٹا پیدا ہوا۔ (دلائل السلوک)

لوگوں نے ایک دفعہ حضرت ابراہیم ادھمؒ سے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں قبول نہیں فرماتا؟

آپ نے فرمایا! اس وجہ سے کہ تم خدا کو جانتے ہو مگر اس کی اطاعت نہیں کرتے رسول اللہ ﷺ کو پہچانتے ہو مگر ان کی پیروی نہیں کرتے تم قران کریم پڑھتے ہو مگر اس پر عمل نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کی نعمت کھاتے ہو مگر شکر نہیں کرتے جانتے ہوئے بھی کہ بہشت اطاعت کرنے والوں کے لئے ہے مگر اس کی طلب نہیں کرتے جانتے ہو کہ دوزخ گنہگاروں کے لئے ہے مگر اس سے نہیں ڈرتے شیطان کو دشمن سمجھتے ہو مگر اس سے نہیں بھاگتے بلکہ اس سے دوستی کرتے ہو۔ خویش واقارب کو اپنے ہاتھوں زمین میں دفن کرتے ہو مگر عبرت نہیں پکڑتے موت کو برحق جانتے ہو مگر عاقبت کا کوئی سامان نہیں پکڑتے بلکہ دنیا کا سامان جمع کرتے ہو اپنی برائیوں کو ترک نہیں کرتے لیکن دوسروں کی عیب جوئی کرتے ہو بھلا ایسے شخص کی دعا کیسے قبول ہو؟

دعا کی قبولیت کے متعلق علامہ ابن حجرؒ نے فرمایا!

اس شخص کی دعا کی قبولیت پر اتفاق ہے جو ذکر الٰہی کا عادی ہو اور ذکر

سے انس پیدا کر چکا ہو ذکر الٰہی کا اس پر ایسا غلبہ ہو کہ ہر سانس میں، نیند میں، بیداری میں غفلت نہ ہو ایسا شخص مستجاب الدعوات ہے اور قبولیت صلوٰۃ سے نوازا گیا ہے۔ (فتح الباری)

اور دوام ذکر الٰہی اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جس کا تعلق قلبی ماسوائے اللہ سے بالکل منقطع ہو چکا ہو۔ لیکن یہ ذکر مختص ہے ذکر قلبی سے (فتح الباری)

معلوم ہوا کہ مستجاب الدعوات وہ شخص ہوتا ہے جس کا تعلق قلبی اللہ تعالیٰ کے ساتھ پختہ ہو مخلوق سے قلبی انقطاع مکمل ہو۔ تزکیہ نفس مکمل ہو چکا ہو۔ دوام ذکر حاصل ہو۔ یہ اوصاف صرف اولیاء اللہ کاملین میں پائے جاتے ہیں اس لئے مستجاب الدعوات بھی وہی ہوتے ہیں۔

معرفت نفس

اصحاب طریقت اس بات پر متفق ہیں کہ نفس شر اور برائی کا منبع ہے جو برالامام و قائد ہے تمام کمینہ خصلتیں اسی سے ظاہر ہوتی ہے اور تمام برے افعال اسی کے سبب سے ہیں۔

آنحضرت ﷺ جنگ سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا جہاد اصغر سے آرہے ہیں اب جہاد اکبر کی تیاری کرو (صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کافروں سے جہاد تو جہاد اصغر قرار دیا گیا ہے) جہاد اکبر کیا ہے؟ فرمایا نفس سے جہاد، جہاد اکبر ہے۔ کیونکہ تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ — جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا

حصول معرفت الٰہی کیلئے معرفت نفس نہایت ضروری ہے۔ نفس کے سات درجات ہیں۔

(۱) نفس امارہ (۲) نفس لوامہ (۳) نفس ملھمہ (۴) نفس مطمنہ (۵) نفس راضیہ (۶) نفس مرضیہ (۷) نفس کاملہ (صافیہ) نفس کے یہ ساتوں درجات صفات کی بناء پر ہیں۔

نفس امّارہ

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوْٓءِ — بے شک نفس برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے!

اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ — کیا تم نے اسے دیکھا جس نے اپنے جی کی خواہش کو اپنا الٰہ (یعنی خدا) بنالیا ہے۔

نفس امارہ اپنی امارت یعنی حکومت چاہتا ہے اس کی خواہش ہوتی ہے کہ ہر کوئی میرے زیر حکم رہے اور کوئی بھی کام میری مرضی کے خلاف نہ ہونے پائے۔

خواہشات نفسانی کی پیروی کرنا اپنی الوہیت کا دعویٰ کرنا ہے کیونکہ مسلمان کے معنی مطیع اور فرمانبردار کے ہیں۔ یعنی اپنے حقیقی معبود اللہ تعالیٰ کے ہر حکم اور فرمان کے تحت عمل پیرا ہونا مگر اس کے برعکس جو لوگ خدا کے احکامات کی بجائے اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے نفس کو الٰہ بنا رکھا ہے اور یہ شرک خفی ہے۔

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں!

اے انسان اچھی طرح سوچ لے کہ تجھے برائی کی طرف لے جانے

والا تیرا نفس تیرے شیطان سے بھی بڑا دشمن ہے اور شیطان کو تجھ پر تیری خواہشات کی بدولت غلبہ حاصل ہوتا ہے لہذا تجھے تیرا نفس جھوٹی امیدوں اور دھوکے میں ڈالے ہے جو شخص بے خوف ہوا اور غفلت میں گرفتار ہوا وہ اپنے نفس کی پیروی کرتا ہے اور اس کا ہر دعویٰ جھوٹا ہے اگر تو نفس کی رضا میں اس کی خواہشات کی پروی کرے گا تو ہلاک ہو جائے گا اور اگر اس کے محاسبہ سے غافل ہو گا تو بحر عصیاں میں غرق ہو جائے گا۔

شیخ الاسلام حضرت شیخ شرف الدین ابو عبداللہ محمد بن سعید بن حماد البوصیریؒ قصیدہ بردہ شریف میں نفس کے بارے میں فرماتے ہیں۔

مَنْ لِّیْ بِرَدِّ جِمَاحٍ مِّنْ غَوَایَتِھَا

کَمَا یَرَدُّ جِمَاحُ الْخَیْلِ بِاللُّجُمِ

اب ایسا کون ہے جو میرے نفس سرکش کو سرکشی سے باز رکھے۔ جیسے گھوڑوں کو لگام سے روک لیتے ہیں

فَلَا تُرِیْدُ بِالْمَعَاصِیْ کَسْرَ شَھْوَتِھَا

اِنَّ الطَّعَامَ یُقَوِّیْ شَھْوَۃَ النَّھِمِ

تو گناہوں سے نفس کی آرزو نہیں توڑ سکتا۔ کیونکہ کھانا تو اور قوت دیتا ہے شہوات کو

وَالنَّفْسُ کَالطِّفْلِ اِنْ تُھْمِلْہُ شَبَّ عَلٰی

حُبِّ الرَّضَعِ وَ اِنْ تَفْطِمْہُ یَنْفَطِمِ

اور نفس تو مانند بچہ کے ہے جب تک اسے دودھ پلاتے جاؤ گے۔ پئے جائے گا اور جب چھڑا دو گے تو چھوڑ دے گا

بزرگ فرماتے ہیں کہ نفس سرکش گھوڑے کی مانند ہے اسے شریعت کی لگام دے کر چلاؤ اسے اطاعت میں لگا کر مطیع بناؤ اور اسے گناہوں سے روک رکھو کیونکہ گناہ نفس کا طعام ہے جب تک اسے یہ خوراک ملتی رہے گی اس کے اندر شہوات بڑھتی رہیں گی لہذا اسے گناہوں سے باز رکھو اور فرمایا کہ نفس شیر خوار بچے کی مانند ہے جب تک اسے دودھ پلاتے جاؤ پیتا رہے گا۔ جب چھڑاؤ گے تو چھوڑ بھی دیتا ہے نفس کو بھی جب تک اس کی خواہشات پر عمل پیرا ہو گے اس کی امارگی بڑھتی جائے گی جب اسے ملامت کرنا شروع کر دو گے یہ آہستہ آہستہ دوسرے درجے میں پہنچ جائے گا مگر یہ سب کچھ انسان کے اپنے بس کی بات نہیں ہے اس کے لئے کامل مرشد کی توجہ درکار ہے وہ سالک کو نفس کے عیوب سے مطلع فرماتا رہتا ہے اور اپنی توجہ اور تصرف باطنی سے سالک کا تزکیہ نفس کرتا رہتا ہے یعنی اس کے باطن کو پاک کرتا رہتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ کو مبعوث فرما کر ساتھ ہی ان کے مقصد بعثت کو واضح فرمایا۔ ارشاد ہوا!

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلاً	جیسا کہ ہم نے تم میں بھیجا ایک
مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا	رسول تم میں سے کہ تم پر
وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ	ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے
وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ	اور تمہیں پاک کرتا ہے اور
تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ○	کتاب اور اس کی حکمت سکھاتا
	ہے اور تمہیں وہ علم سکھاتا ہے
	جس کا تمہیں علم نہ تھا۔

اس آیہ مبارکہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انبیاء کے فرائض منصبی میں سے اہم کام انسانوں کا تزکیہ نفس کرنا ہے جو کہ یزکیکم (تمہیں پاک کرتا ہے) سے واضح ہے۔

اسی طرح اب چونکہ علمائے باطن اولیاء اللہ وارث انبیاء ان فرائض کو سر انجام دے رہے ہیں لہٰذا ضروری ٹھہرا کہ مرشد کامل کی صحبت میں رہ کر اس کی توجہات اور تصرفات سے اپنے نفس کی صفات رذیلہ کو مزکی کر کے اپنے اصلی مقام کو پہچانا جائے۔ سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں!

کن فیکون جدوں فرمایا اساں بھی کولوں ہاسے ھو
ہکے ذات ربے دی آہی ہکے جگ ڈھنڈیا سے ھو
ہکے لامکان مکان اساڈا ہکے آن بتاں وچ پھاسے ھو
نفس پلیت پلیتی کیتی باھوؒ کوئی اصل پلیت تاں ناسے ھو

حضرت سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں کہ!

جب کن فیکون کا حکم صادر فرمایا گیا تو ہم بھی اس وقت علم الٰہی میں پہلے سے موجود تھے گویا اسی کی ذات سے متصف تھے لیکن اب ہمیں اس ذات اعلیٰ صفات کو اس دنیائے دوں میں آکر عالم ہجر و فراق میں ڈھونڈنا پڑا پھر فرماتے ہیں ہم جب علم الٰہی میں تھے تو گویا اسی لامکاں کے مکان سے متعلق تھے مگر آج ہمیں زمان و مکان کے تبکدہ میں پھنس جانا پڑا ہم اگر آج ناپاک و آلودہ دامن ہیں تو یہ ہمارے نفس کی ناشائستگی کی وجہ سے ہے ورنہ ہم بذات خود ناپاک نہ تھے کیونکہ ہمارا تعلق اس ذات پاک سے تھا۔

نفس امارہ کی صفات

نفس امارہ کی صفات میں بخل، کنجوسی، حرص، طمع، لالچ، بدی، شہوات پرستی، بیوقوفی، بغض و کینہ، حسد و عناد، جہالت و غفلت، سستی و کاہلی، غصہ، غیض و غضب، غیبت و چغلی اور عیب جوئی وغیرہ شامل ہیں ان میں ایک صفت کا پایا جانا بھی نفس امارہ پر دلالت کرتا ہے۔

خواب میں نفس امارہ کی مثالی صورتیں

ہر نفس کی حالت سالک اور طالب راہ حق کو بڑی آسانی سے بذریعہ خواب معلوم ہو سکتی ہے ہر نفس اپنی اپنی حالت اور کیفیت کے غلبہ کے لحاظ

سے کسی خاص مثالی شکل میں خواب میں دکھائی دیتا ہے بہت سے لوگ اپنے نفس کو خواب میں متشکل دیکھتے ہیں مگر انہیں اس راز کا علم نہیں ہوتا کہ یہ دکھائی دینے والی شکل عالم مثال میں میرے ہی نفس کی حالت ہے اگر ان مثالی صورتوں کا علم ہو جائے تو انسان کو اپنے نفس کی پہچان آسان ہو جاتی ہے نفس امّارہ کی چند مثالی صورتوں سے خنزیر، کتا، ہاتھی، سانپ، گدھا، بچھو، چوہا، پسو، جوں اور چڑیا وغیرہ ہیں خواب میں یہ صورتیں نفس امّارہ پر دلالت کرتی ہیں اسی طرح اگر سالک خواب میں بیت الخلاء، اصطبل، شراب، بھنگ، افیون، یا اسکے مثل کوئی اور نشہ آور چیز، گندا پانی، کیچڑ، ٹھہرا ہوا پانی مثلاً تالاب اور جوہڑ یا سیاہ یا مٹیالے رنگ کا چلتا ہوا پانی وغیرہ دیکھے تو سمجھ لے کہ یہ اس کے نفس امّارہ کی خاصیتیں ہیں جو مذکورہ بالا صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں متشکل ہو کر نظر آرہی ہیں اور یہ میری روحانی حالت اور نفس کے مقام کی طرف اشارہ ہے۔

مذکورہ بالا مثالی صورتوں کی تعبیرات

خنزیر کا دیکھنا صفت حرام کی طرف اشارہ ہے جو دیکھنے والے کے نفس امّارہ میں خاص طور پر پائی جاتی ہو گی اسی طرح کتے کا دیکھنا غصہ اور غیض و غضب کی طرف اشارہ ہے سانپ منافقت کی علامت ہے بچھو عذاب کی علامت ہے چڑیا، جوں اور پسو وغیرہ مکروہات کے ارتکاب اور ناپسندیدہ عادات کی

علامت ہیں بیت الخلاء دنیا کی محبت میں غرق ہونیکی علامت ہے اگر خواب میں شراب پیئے یا چکھے تو یہ حرام کاری کی علامت ہے اگر محفل دیکھے تو خیالات کے حرام کی طرف مائل ہونے کا اشارہ ہے شراب خانہ خیالات فاسدہ کی علامت ہے الغرض سالک اگر اس طرح کی کسی چیز کو خواب میں دیکھے تو جان لے کہ اس کا نفس درجہ امارہ میں ہے اور اس میں فلاں صفت اور فلاں خاصیت کا غلبہ ہے تا کہ اس کے ازالہ کی فکر کرے اور مطلوبہ رہنمائی حاصل کرے

نفس امارہ رکھنے والے کا دل تصوف کی اصطلاح میں "قلب بہیمی" (حیوانی دل) کہلاتا ہے اس شخص کی طبیعت اور مزاج میں حیوانی قوتوں کا غلبہ ہوتا ہے ایسے دل کو شیطانی وسوسے اور منفی خیالات اپنی سواری بنا لیتے ہیں بعض اوقات اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ بیرونی اسباب اور اثرات کے بغیر ہی دل ودماغ میں شیطانی وسوسے پیدا ہونے لگتے ہیں کبھی ان وسوسوں کا زور اتنا بڑھ جاتا ہے کہ وہ شخص انہیں وسواس کی بجائے کھلے خیالات کے طور پر ذہن میں تسلیم کرنے لگتا ہے ان پر اس کی رائے قائم ہو جاتی ہے اور یہ وسوسے اعتقادات میں بھی شکوک پیدا کرنے لگتے ہیں اور وہ شخص اس راہ پر بڑھتا بڑھتا ذہنی اور طبعی طور پر ان میں اتنا منہمک ہو جاتا ہے کہ اس کی طبیعت ہی سراپا نفس امارہ بن جاتی ہے۔

نفس لوّامہ

یہ دوسرا نفس ہے۔ انسان جب نفس ,,امّارہ،، کے دائرہ سے نکل آتا ہے تو ,,لوامہ،، کے مقام پر فائز ہوتا ہے اس مقام پر دل میں نور پیدا ہو جاتا ہے جو باطنی طور پر ہدایت کا باعث بنتا ہے جب نفس لوامہ کا حامل انسان کسی گناہ یا زیادتی کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے اسے فوری طور پر سخت ملامت کرنے لگتا ہے اسی وجہ سے اسے لوامہ (سخت ملامت کرنے والا) کہتے ہیں۔ یہ اچھا نفس ہے یہ نہ صرف نیکی اور بدی میں تمیز کرتا ہے بلکہ اپنے داخلی نور کے باعث بدی سے نفرت بھی پیدا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس نفس کی قسم کھائی ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَه ٥ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ٥	میں قیامت کے دن کی قسم کھاتا ہوں اور میں نفس لوامہ کی قسم کھاتا ہوں۔

نفس لوّامہ کی صفات

نفس لوامہ میں خلال کی رغبت، لوگوں کے لیے نفع بخش، دوسروں کا بوجھ اٹھانا، لغوبات سے گریز اور پسندیدہ اخلاق شامل ہیں ان کے ساتھ یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اس درجہ میں بلند ہونے کے باوجود نفس لوامہ میں

بعض رذائل اور ناپسندیدہ صفات موجود رہتی ہیں اس لیے اس کا تزکیہ بھی نہایت ضروری ہے چنانچہ اسکی صفات میں مکرو فریب، ہوا وہوس، خودبینی و خود پسندی، تکبر، اعتراض، قہرو جبر اور خواہشات نفسانی بھی شامل ہیں۔

خواب میں نفس لوامہ کی مثالی صورتیں

خواب میں نفس لوامہ کی چند مثالی شکلوں میں بھیڑ، بکری، گائے، اونٹ، مچھلی، کبوتر، بطخ، مرغی، درخت، کھجور، پکا ہوا کھانا، پھل اور میوے، سلا ہوا کپڑا، بغیر زین کے گھوڑا، بجھا ہوا چراغ، لالٹین یا شمع، پکی ہوئی روٹی، دوکانیں، عمارتیں یا محلات، شہد، گنا یا شربت وغیرہ شامل ہیں ان میں سے کوئی چیز بطور خاص دکھائی دے تو اسکی دلالت نفس ,,لوامہ،، پر ہوگی

مذکورہ بالا مثالی صورتوں کی تعبیرات

بھیڑ بکری حلال جانور ہیں ان کا اشارہ حلال کی رغبت کی طرف ہے گائے کی صفت کام کرنا ہے جس سے لوگوں کو نفع پہنچتا ہے اونٹ کی صفت بوجھ اٹھانا اور تکلیف برداشت کرنا ہے دوسروں کیلئے یہ عمل حالت ایمان پر دلالت کرتا ہے مچھلی، بطخ، مرغی، کبوتر اور دیگر پاکیزہ جانور بھی حلال کی رغبت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کھجور اور شہد پسندیدہ اخلاق پر دلالت کرتے ہیں۔ پکے ہوئے کھانے خواہش نفس کا اشارہ کرتے ہیں پھل اور

میوے بے معنی اور لغو کلام سے نجات حاصل کرنے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ مکانات اور عمارات نفس کی عیش طلبی پر دلالت کرتے ہیں الغرض مختلف اشیاء جانوروں اور پرندوں کے اندر جو ذاتی خصوصیات پائی جاتی ہیں وہ نفس کی حالت اور خصوصیت کی طرف اشارہ کرتی ہین تاکہ ان کے ذریعہ نفس کے اچھے اور برے احوال کا علم ہو سکے اور وہ اس علم کے مطابق اپنی اصلاح اور ترقی کی طرف اگلا قدم اٹھا سکے۔

نفس لوامہ رکھنے والے شخص کا دل تصوف کی اصطلاح میں "قلب انسانی" کہلاتا ہے اس نفس کی مثال ایک سرکش گھوڑے کی سی ہے یہ بنیادی طور پر پلید تو نہیں مگر سرکش ہے اسے لگام کے ذریعے قابو میں رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے یعنی گھوڑے کو لگام دی ہو تو سوار کی مرضی جدھر لے جائے اگر لگام نہ ہو تو گھوڑے کی مرضی جدھر اٹھا کر پھینک دے۔

"قلب انسانی" کیسے وجود میں آتا ہے؟ اسے آسانی سے یوں سمجھ لینا چاہیے کہ جس شخص میں فرشتوں جیسی پاکیزہ اور نورانی خوبیاں اور صلاحتیں اور حیوانوں جیسی گھٹیا خوبیاں اور رغبتیں دونوں باہم مل جائیں اور ان میں ایسی ہم آہنگی پیدا ہو جائے کہ اس شخص کی طبیعت میں اعتدال آجائے اسکی کسی کیلئے محبت اور چاہت یا اسکی رضامندی اور ناراضگی یہ سب حالتیں حق اور صداقت پر مبنی ہو جاتی ہیں نہ تو اسکا باطن مکمل طور پر نور میں بدل جاتا ہے اور نہ خالص ظلمات اور تاریکیاں برقرار رہتی ہیں بلکہ وہ دونوں کی درمیانی منزل

پر قائم ہو جاتا ہے۔ وہ دوزخ سے ڈرتا ہے اور جنت کی تمنا کرتا ہے اور اپنے اعمال اسی خوف و طلب کے مطابق ڈھالتا ہے ایسے شخص کا دل قلب انسانی اور نفس، نفس لوّامہ کہلاتا ہے۔

نفس ملھمہ

یہ تیسرا نفس ہے جب انسان نفس لوّامہ کے دائرہ سے نکل آتا ہے تو "ملھمہ" کے مقام پر فائز ہوتا۔

وَ نَفْسٍ وَّ مَاسَوّٰهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝

اور جان کی (قسم) اور اسکی جس نے اسے ٹھیک بنایا۔ پھر اسکی بدکاری اور پرہیز گاری اسکے دل میں الہام کر دی بیشک وہ مراد کو پہنچا جس نے اسے ستھرا کیا۔

یہ دل میں نیکی اور اطاعت کے خیالات ڈالتا یعنی الہام کرتا ہے اسی نیک الہام کے عمل کے باعث اسے ملھمہ کہتے ہیں جس طرح نفس لوّامہ اپنے داخلی نور کے باعث بدی سے نفرت پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح نفس ملھمہ اپنے داخلی نور کے فیض سے دل اور طبیعت میں نیکی اور تقویٰ کی رغبت

پیدا کرتا ہے اور نیک خیالات کو اچھے خوابوں کی صورت میں ظاہر بھی کرتا ہے اس سے نیکی کی طرف طبیعت کے میلان اور شوق میں مزید اضافہ ہوتا ہے طبیعت نیکی سے اس طرح مانوس ہو جاتی ہے کہ نیکی کے ترک کرنے سے اس میں مایوسی اور غم کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جسکا ازالہ پھر اعمال صالحہ کے ذریعے ہوتا ہے۔

نفس ملہمہ کی صفات

نفس ملہمہ کی نمایاں صفات میں سے قناعت، سخاوت، علم، حلم، تواضع وانکساری، توبہ، صبر، تحمل وبرداشت اور خلوص ہیں گویا اس مقام پر نفس کی صفات میں فضائل اخلاق اور فضائل حسنہ نمایاں ہوتے ہیں۔

خواب میں نفس ملہمہ کی چند مثالی صورتیں

خواب میں کسی کافر، ملحد، بے دین، فاسق وفاجر، کسی بد عقیدہ شخص کو دیکھنا نفس ملہمہ پر دلالت کرتا ہے اسی طرح داڑھی منڈا، بے ریش، لنگڑا، بہرا، گونگا، مست و مدہوش، ہیجڑا، غلام یا آزاد شدہ غلام کو دیکھنا بھی نفس ملہمہ کی مثالی شکلوں میں سے ہے سپاہی، جاسوس، جوباز، پہلوان، مسخرہ، چوکیدار، یا عورتوں کا دیکھنا بھی اسی قبیل سے ہے قصہ گو، قصاب، دلال، چور، بہانہ ساز، بھینگا، اندھا، مریض دق یا بندر وغیرہ یہ سب شکلیں بھی نفس ملہمہ کے دائرہ پر دلالت کرتی ہیں۔

مذکورہ بالا مثالی صورتوں کی تعبیرات

خواب میں کافر، ملحد اور بے دین کو دیکھنا دین میں نقصان کی علامت ہے کسی بد عقیدہ کو دیکھنا عقیدہ و مذہب میں خرابی کی دلیل ہے داڑھی منڈا شخص دیکھنا شریعت پر عمل میں نقصان اور کمزوری کی علامت ہے لنگڑے کا دیکھنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دیکھنے والا لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہے مگر خود اللہ کی فرمانبرداری نہیں کرتا۔ بے ریش وغیرہ دیکھنا اللہ کے احکام کی تعمیل نہ کرنے کا اشارہ ہے اندھے کا دیکھنا حق اور سچ کو چھپانے اور برے کا دیکھنا حق اور شریعت کی بات نہ سننے اور اس پر کان نہ دھرنے کی طرف اشارہ ہے گونگے کا دیکھنا سچی بات نہ کہنے پر دلالت کرتا ہے غلام کا دیکھنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ جس کی بات بھی کرتا ہے عیب اور برائی کرتا ہے یعنی وہ لوگوں کی اچھائی کو بیان نہیں کرتا جاسوس کا دیکھنا تارک سنت ہونے کی علامت ہے مست و مدہوش کا دیکھنا عشق مجازی پر دلالت کرتا ہے جو لباز پہلوان مسخرہ اور قصہ گو کو دیکھنا ترک عبادت اور حرام کاری کی طرف اشارہ ہے چور کو دیکھنا عبادت میں ریاکاری کی علامت ہے دلال کا دیکھنا دروغ گوئی اور بری نظر کی علامت ہے قصاب کا دیکھنا دل کی سیاہی پر دلالت کرتا ہے اندھے اور بھینگے کا دیکھنا خود اس کی اپنی گمراہی کی طرف اشارہ ہے۔

ایک اہم وضاحت طلب نکتہ

یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ ہر نفس کے حامل کے گناہ اور خرابیاں اس کے مقام ومرتبہ کی مناسبت سے ہوتی ہیں بزرگان دین نے فرمایا ہے "حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّاٰتُ الْمُقَرَّبِیْن" (نیک لوگوں کی نیکیاں مقرب بندوں کے گناہ ہوتے ہیں) یعنی وہ لوگ جنہیں بارگاہ الٰہی میں درجہ مقربیت سے نوازا گیا ہو اگر وہ بھی ان ہی نیکیوں اور اعمال پر اکتفاء اور قناعت کر بیٹھیں جو عام نیک لوگوں کی نیکیاں ہوتی ہیں جنہیں ان سے نچلے درجے کے لوگ انجام دیا کرتے ہیں تو یہ نیکیاں بھی ان کے مقام ومرتبہ کے تقاضے کے لحاظ سے ان کے حق میں گناہ تصور ہوں گی۔

اسی طرح اگر ان کے نفس میں جو کہ "نفس لوّامہ" سے بھی ایک درجہ بلند ہے معمولی رذائل بھی رہ جائیں گے تو وہ عالم مثال میں بڑے گناہوں اور بڑی خرابیوں کی شکل میں ظاہر ہونگے جیسے چھوٹا ذرہ آتشی شیشہ میں بڑا ہو کر دکھائی دیتا ہے یا ایک معمولی سا سیاہ دھبہ سفید اور صاف چادر پر زیادہ نمایاں نظر آتا ہے جبکہ وہی دھبہ سیاہ چادر پر دکھائی ہی نہیں دیتا مذکورہ بالا بیان میں نفس ملہمہ کی صفات اور خواب میں اسکی مثالی صورتوں کے درمیان جو مناسبت ہے اس کو ان مثالوں کے ذریعہ آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے جوں جوں نفس اپنے تزکیہ کے ذریعہ پاک وصاف ہوتا جاتا ہے اس میں

رذائل کا معمولی سا ذرہ اور برائی کا خفیف سا نکتہ بھی زیادہ واضح ہو کر کھٹکتا ہے اس لیے اہل حق کا رتبہ جتنا بڑھتا چلا جاتا ہے وہ اسی قدر صفائے باطن پر مزید توجہ کرتے ہیں۔

نفس مطمئنہ

یہ چوتھا نفس ہے جو بری خصلتوں سے بالکل پاک اور صاف ہو جاتا ہے نیک اور پاکیزہ خصائل سے متصف ہو جاتا ہے اور بارگاہ الٰہی سے اپنا ربط و تعلق قائم کر کے حالت اطمینان پر فائز ہو جاتا ہے اسی وجہ سے اسے "نفس مُطمئنہ" کہا گیا ہے قرآن مجید میں باری تعالیٰ نے اس نفس سے یوں خطاب فرمایا ہے!

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ	اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی
ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ	طرف لوٹ آ۔

(الفجر)

نفس مطمئنہ اولیاء اللہ کا نفس ہے اسکی حقیقت اس طرح ہے کہ جب کسی شخص میں عطاء الٰہی سے خلقی و وھبی طور پر ریاضات و مجاہدات سے کسی طور پر ملکوتی قوت کا زور ہو جاتا ہے اور اس کے مقابلے میں حیوانی قوت بالکل زیر ہو جاتی ہے اس طرح کہ اس کا کہیں وجود بھی نہ تھا تب اس شخص کا قلب "روح" کے درجہ میں چلا جاتا ہے اور نفس "قلب" کے مقام پر

فائز ہو جاتا ہے اور قلب کی خاصیت یہ ہے کہ وہ ذکر الٰہی سے اطمینان پاجاتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب. نفس جب "قلب" کے مقام پر آتا ہے تو قلب پہلے ہی ذاکر یعنی یاد الٰہی میں شاغل ہوتا ہے کیونکہ وہ "امّارہ" کے دائرہ سے نکل کر "لوّامہ" اور "ملھمہ" کے مقامات سے بھی ترقی کر چکا ہے سو جوں جوں قلب یاد الٰہی سے سیراب ہوتا ہے اس کا تمام تر اطمینان "نفس" کی مستقل حالت بنتا چلا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ نفس بھی "قلب" میں بدل کر "نفس مطمئنہ" ہو جاتا ہے اور جہاں تک قلب کا تعلق ہے وہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ اسے "مقام روح" مل جاتا ہے۔

قلب کے روح بن جانے سے اسے تزکیہ نفس کیلئے غیر معمولی مجاہدات وریاضات کی حاجت نہیں رہتی وہ معمول کی طاعات وعبادات سے بھی اپنا تزکیہ ومقام بحال اور برقرار رکھ سکتا ہے البتہ وہ اگلے درجات کیلئے ریاضات جاری رکھتا ہے۔

جب اسکا نفس قلب بن جاتا ہے "قلب" روح بن جاتا ہے اور روح سر میں بدل جاتی ہے اس کے باعث اس پر عالم غیب کے علوم ومعارف اور اسرار کا دروازہ کھل جاتا ہے اسے مروج اور متداول طریقوں سے ہٹ کر علوم ومعارف اسرار ورموز اور حقائق ولطائف کا ادراک اور حصول ہونے لگتا ہے یہ کتابوں کی مدد سے نہ ظاہری فہم وفراست اور تعلق وتدبر کے طریقہ سے نہ کشف کے طور اور نہ ہاتف غیبی کی آواز سے بلکہ اس کی روح از خود مقام

سر سے اسرار و معارف کو اس کے دل میں (جو روح کے درجہ پر فائز ہو چکا ہے) منتقل کرتی رہتی ہے یہ انوار و اسرار کا ایک غیر مرئی اور غیر محسوس دروازہ ہے جسکے کھل جانے سے وہ شخص ,,علوم لدنّیہ،، کا حامل ہو جاتا ہے اسکے دل میں جو خیالات اٹھتے ہیں وہ بھی عین ,,صراط مستقیم،، کے مطابق ہوتے ہیں اعمال خود بخود صالح ہوتے ہیں کلمات مبارک ہوتے ہیں اور دعوات مستجاب ہوتی ہیں۔

نفسِ مُطمئنہ کی صفات

اسکی صفات میں عفوو در گزر، بخشش و عطا، توکل، حلم و بردباری، عبادت گزاری، شکر اور رضا خاص طور پر نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔

خواب کی چند مثالی صورتیں

نفس مطمئنہ کیلئے خواب میں درج ذیل مثالی صورتیں قابل ذکر ہیں قرآن مجید کی تلاوت نبی اللہ کی زیارت یا کعبتہ اللہ، مسجد نبوی، مدینہ طیبہ یا بیت المقدس کی زیارت یا کسی بادشاہ قاضی عالم، یا مشائخ اور بزرگوں کی زیارت کسی جامع مسجد، مدرسہ صالح لوگوں کے مکان یا قیام گاہ کی زیارت یا اسی طرح دیگر مبارک مقامات کی زیارت مزید برآں، تیر، کمان، تلوار، خنجر، بندوق وغیرہ یا کتابیں وغیرہ اگر اپنے نفس کی دریافت احوال کے ضمن میں مذکورہ بالا چیزوں میں سے کچھ دیکھتے ہیں تو یہ ,,نفس مطمئنہ،، پر دلالت کرتی ہیں

ایک اہم نکتہ کی وضاحت

یہ بات ذہن نشین رہے کہ بعض اوقات مذکورہ بالا اشیاء کے خواب کسی اور کو اتفاقیہ بھی آجاتے ہیں ان کی تعبیرات حسب حال الگ الگ ہونگی اسکا مقصد نفس مطمئنہ کا حامل ہونا نہیں ہوگا کیونکہ خواب کے ساتھ ساتھ صفات نفس کی طرف بھی توجہ رہنی چاہیے بنیادی چیز صفات نفس ہیں اگر متذکرہ صفات صاحب رویا کے نفس میں موجود ہیں تو ایسے خواب کی دلالت نفس مطمئنہ پر ہوگی ورنہ ہر خواب کی الگ الگ تعبیر کی طرف رجوع کیا جائے گا یہ بڑا باریک نکتہ ہے بعض اوقات عام گنہگار لوگوں کو بھی کسی خاص وقت حال عمل یا کیفیت کے باعث انبیاء و صلحاء میں سے کسی کی زیارت ہو جاتی ہے اور دیگر مقامات مقدسہ کی بھی اور بعض دیگر رویائے صالحہ بھی آجاتے ہیں اسکا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اسے ,, نفس مطمئنہ ،، حاصل ہو گیا ہے بلکہ اسکی حقیقت یہ ہوتی ہے کہ اس شخص پر کبھی کسی خاص وقت میں یا کسی خاص سبب سے یا کسی بزرگ کی نظر کرم سے ایسی تجلی وارد ہوتی ہے جو نفس مطمئنہ کی کیفیات کے ساتھ جزوی اور عارضی مماثلت پیدا کر دیتی ہے الغرض اس سے کوئی ایسا نیک کام شعوری یا لاشعوری طور پر صادر ہوتا ہے جسکا نور اسکے نفس اور قلب وباطن پر وارد ہوتا ہے اس سے عارضی طور پر اسکی ایمانی کیفیت میں اضافہ ہو جاتا ہے چنانچہ نفس مطمئنہ کی ملکوتی کیفیات

کیساتھ اسے عارضی طور پر ایک جزوی سی مناسبت نصیب ہو جاتی ہے اسکا مشاہدہ وہ نیک خواب کی صورت میں کرلیتا ہے بعد ازاں وہ حالت بر قرار نہیں رہتی سووہ کیفیت بھی زائل ہو جاتی ہے کیونکہ اسکا نفس مطمئمہ نہ تھا۔

امارہ یالوامہ یا مطمئمہ تھا یہ کیفیت جگنو کی دمک یا بادلوں سے پیدا ہونے والی بجلی کی چمک کی مانند ہوتی ہے جو کبھی نہ کبھی ہر مسلمان پر وارد ہوتی رہتی ہے اور اسکے حسب حال آتی جاتی رہتی ہے ہم نفس کی جن صفات کاذکر کر رہے ہیں وہ مستقل ہیں عارضی اور اتفاقی نہیں اس لیے نفس کی وہ خوابی صورتیں بھی مستقل ہوا کرتی ہیں یعنی جب بھی نفس کے بارے میں دریافت حال کیا جائے تو خواب میں اسی نفس کی صورتوں کی نشاندہی ہو دوسرے کی نہیں۔

مذکورہ بالا مثالی صورتوں کی تعبیرات

قرآن مجید کا خواب میں دیکھنا صفائے قلب پر دلالت کرتا ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ قرآن کی وہی سورت یا آیات دیکھتا ہے یا اسکی تلاوت کرتا ہے جو اسکے حال کے مطابق ہوتی ہے۔ تاہم یہ علم تعبیر کے ذریعہ جانا جاسکتا ہے یہ آئندہ کی خوشخبری کا اشارہ بھی ہوتا ہے انبیاء کرام کی زیارت سے ایمان اور اعمال کی حالت پر دلالت ہوتی ہے کبھی ان کے ذریعے ہدایات آتی ہیں کبھی یہ دلالت خود خواب دیکھنے والے کے حال پر ہوتی ہے

کبھی قوم اور معاشرے کے حالات پر اور کبھی دین وشریعت اور سنت کے حالات کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے اولیاء اللہ میں سے عشاق الٰہی کی زیارت عبادت میں استقامت اور باطنی توجہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے مشائخ کرام کی زیارت نفس کی رہنمائی ہوتی ہے قاضیوں اور ججوں کا دیکھنا احکام الٰہی کی پیروی پر دلالت کرتا ہے

خانہ کعبہ اور مدینہ منورہ کی زیارت دل کا اوہام اور وسواس وخطرات سے پاک ہونا ظاہر کرتا ہے اسکی کیفیت کا اندازہ بھی زیارت کی کیفیت سے ہوتا ہے جامع مسجد، مدرسہ، جھنڈا، تیر کمان، بندوق اور دیگر اسلحہ وغیرہ حسب حال وسوسوں کی موجودگی پر دلالت کرتے ہیں یہ رہنمائی ہوتی ہے کہ ان کا مزید ازالہ کیا جائے۔

نفس راضیہ

یہ پانچواں نفس ہے بعض مشائخ وصوفیاء نے نفس مطمئنہ کے بعد بقیہ نفوس کا الگ ذکر نہیں کیا ان کے نزدیک راضیہ، اور صافیہ وکاملہ سب نفس مطمئنہ کی ہی اعلیٰ حالتیں اور صفتیں ہیں

نفس راضیہ وہ ہے جسمیں اللہ تعالیٰ کے جملہ فیصلوں اور اسکی مشیت کے تمام احکام پر راضی اور خوش ہونے کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ معاملات ظاہراً موافق ہوں یا مخالف خواہ نقصان اور تکلیف کا پہلو بھی واضح اور نمایاں ہو

مگر یہ نفس اسے امر الٰہی سمجھ کر نہ صرف قبول کرلیتا ہے بلکہ اپنے اندر خوشگواری اور مسرت و فرحت کی کیفیت کو بدستور برقرار رکھتا ہے سو اسکے ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے راضی رہنے کے باعث اسے نفس مرضیہ کا نام دیا گیا ہے اسی کا ذکر نفس مطمنہ کے ساتھ ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

ارْجِعِىْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً (الفجر)

اپنے رب کی طرف آ۔ اس حال میں کہ تو اس سے راضی ہو۔

حضرت زکریا نے جب بارگاہ الٰہی میں بیٹے کے لیے دعا کی تو ساتھ ہی عرض کیا:

وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا (مریم)

اور میرے رب نے اسے اپنی رضا کا حامل بنایا۔ (یعنی وہ ہر حال میں تجھ سے راضی ہے)۔

نفس راضیہ کی صفات اور مثالی صورتیں

اسکی صفات میں سے نمایاں صفتیں ذکر و فکر، زہد وورع، ریاضت و مجاہدہ، تقویٰ و پرہیز گاری، عشق الٰہی، ترک ماسوا اللہ، وفا اور کرامات ہیں۔

بصورت خواب ان کی مثالی صورتوں میں فرشتوں، حوروں، جنت، براق، غلمان جنت، زیورات اور جنتی پوشاکیں وغیرہ دیکھنا شامل ہیں اسی

طرح چاند اور سورج کا دیکھنا بھی نفس مرضیہ پر دلالت کرتا ہے۔

اور انکی تعبیرات میں یہ ہے کہ ملائکہ ، جنت یا حور و غلمان کا دیکھنا عقل کامل اور قرب الٰہی پر دلالت کرتا ہے اور سورج اور چاند کا دیکھنا معرفت الٰہی کے ملنے کی خوشخبری ہے کہ انشاء اللہ یہ نعمت عطا کی جائے گی۔

نفس مرضیہ

یہ چھٹا نفس ہے اور یہی نفس کا سب سے کامل درجہ ہے جب نفس انسانی ہر حال میں اللہ سے راضی رہنے لگتا ہے اور اسکی رضا میں لغزش یا تزلزل نہیں آتا تو مقام کی یہی استقامت اسے "مرضیہ" کے درجے پر فائز کر دیتی ہے جسکا مطلب یہ ہے اب اللہ اس سے اسقدر راضی ہے کہ وہ جو کہے گا وہی کر دیا جائیگا حقیقت یہ ہے کہ بندہ کے نفس کو اللہ سے راضی ہونا "مقام راضیہ" ہے اور اللہ کا اس نفس انسانی سے راضی ہونا "مقام مرضیہ" ہے اور یہ دونوں باہم لازم و ملزوم ہیں۔

مرضیہ کا بیان بیعت رضوان میں شامل صحابہ کرامؓ کی شان میں آیا ہے قرآن مجید میں ہے۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ (الفتح)	بے شک اللہ ان مومنوں سے راضی ہو گیا جب انھوں نے (اے نبی کریم ﷺ) آپ کے دست مبارک پر درخت کے نیچے بیعت کی۔

اسی طرح رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ میں مقام مرضیہ اور مقام راضیہ دونوں کا ذکر اکٹھا ہے۔

نفسِ مرضیہ کی صفات اور مثالی صورتیں

اسکی صفات میں سے نرمی، لطف و کرم، جملہ اخلاق حسنہ، قرب الٰہی اور متابعت محمدی ﷺ خاص طور پر قابل ذکر ہیں یہ بات ذہن نشین رہے کہ پچھلے پاکیزہ خواص و صفات جو پہلے مبارک نفوس کے ذریعہ حاصل ہوئے تھے اگلے مقام میں بر قرار رہیں بلکہ ان میں دوام اور ترقی پیدا ہو جائے اس مقام کی مثالی صورتوں میں ساتوں آسمان، سورج، چاند، ستارے، آسمانی بجلی، کڑک، آگ، جلتی ہوئی شمع اور روشن قندیل (چراغ) وغیرہ شامل ہیں۔ ان کی تعبیرات یہ ہیں کہ آسمانوں کا خواب میں دیکھنا اسکی نگاہ کا دائرہ اللہ تعالیٰ سے متعلق ہو جانے کا اشارہ ہے کسی ستارے کا دیکھنا اسکے اپنے نفس کا نور ہے آگ کا دیکھنا اس کے نفس کے فنا ہو جانے کی طرف اشارہ ہے چاند

دیکھنانور قلب پر اور سورج کا دیکھنا انوار روح پر دلالت کرتا ہے رعد (بجلی کی چمک) کا دیکھنا یا سننا اسکی غفلت پر تنبیہ کی صورت میں راہ حق سے آگاہ ہو جانے کی طرف اشارہ ہے شمع اور چراغ کی روشنی بھی دل کے نور کی علامت ہے۔

نفس کاملہ (صافیہ)

یہ ساتواں نفس ہے اور یہی آخری کاملیت کا آخری مقام ہے درج ذیل آیت کریمہ میں اسی مقام نفس کی طرف اشارہ ہے۔

اے نفس مطمئنہ! اپنے رب کی طرف راضیہ و مرضیہ کی حالتوں میں لوٹ آ۔ پھر تو میرے (کامل) بندوں میں داخل ہو جا اور میری (اعلیٰ) جنت میں بسیرا کر لے۔ (الفجر)

"عبادی" (میرے بندوں) میں داخل ہونے کا حکم نفس کو شان کاملیت سے سرفراز کر رہا ہے اور "جنتی" (میری جنت) میں بسیرا کرنے کا حکم اسے اعلیٰ مقام سے بہرہ یاب کر رہا ہے

نفس کاملہ صافیہ کی صفات اور مثالی صورتیں

اس نفس کی صفات میں سے گوشہ نشینی، عبادت، مفارقت عن الغیر، خاموشی، سچائی، مددگاری، ایفائے عہد، طاعت و فرمانبرداری حق اور نسبت عبدیت اور نسبت محمدیت دونوں میں کمال درجہ کا پایا جاتا ہے۔

اس نفس کی مثالی صورتوں میں سے بارش، برف، اولے، ندی نہر، دریا، چشمہ اور کنویں وغیرہ کا خواب میں دیکھنا ہے انکی تعبیرات میں سے یہ ہے کہ یہ سب راہ حق کھل جانے کی علامات ہیں جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا۔

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا

جو لوگ ہماری خاطر ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم ضرور ان پر اپنی سب راہیں کھول دیتے ہیں۔

بارش، رحمت پر دلالت کرتی ہے برف باری اور اولے رحمت میں کثرت کی علامت ہیں ندی، نہر، دریا، چشمہ اور کنواں معرفت الٰہی اور حصول اخلاص پر دلالت کرتے ہیں۔

نفس کاملہ، مقام محمدیّت اور حضرت الوہیت

جب نفسِ مرضیہ وارد حقیقت کا سفر مکمل کرتا ہے تو وہ عالم جبروت کے درجات کی تکمیل کرلیتا ہے جب وہ اس کنارے پر پہنچتا ہے تو اسے "فادخلی فی عبادی" کی ندا سے "عالم لاہوت" میں داخل کرلیا جاتا ہے جہاں اسے قربت خاصہ کے حریم میں بٹھایا جاتا ہے یہی مقام کاملہ ہے یہاں اس سے جملہ حجابات اُٹھا دیئے جاتے ہیں ان تمام حجابات کے اٹھتے ہی اسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ "محمدیت" کے سمندر میں آ گیا ہے

"ورود محمدیت" کا مقام جو منازل شریعت، مقامات طریقت، مراتب معرفت اور درجات "حقیقت" سب سے بلند ہے اسی سے آگے "حقیقت محمدیت" ہے یہ مقام ایک ہزار نور کے پردوں میں مخفی ہے جن کے بارے میں حضرت سلطان العارفین شیخ بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے "حقیقت محمدیت" کے مقام کو جاننے کیلئے ان ایک ہزار حجابات نور میں سے پہلے پردے کی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا تو مجھے بتایا گیا کہ اگر تم پہلے پردے کے بھی قریب جاؤ گے تو جل کر راکھ ہو جاؤ گے۔ (جواہر البحار، امام یوسف بن اسماعیل نبھانی)

یہاں انسان کی روحانی پرواز ختم ہو جاتی ہے بس یہ بارگاہ "محمدیت" کی دہلیز ہے یہی ولایت کی معراج ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود ہر طبقہ اولیاء کے لیے انکے حسب حال نزول فرماتے ہیں اور ہر ہر مقام و مرتبہ پر ان کی استعداد کے مطابق جلوہ افروز ہوتے ہیں یہی ان کی کچہریاں ہیں اور انہی میں حضوری والوں کی حضوریاں ہوتی ہیں ورنہ "حقیقت محمدیت" تک کسی کی رسائی نہیں ہوتی وہاں جبرئیل امین کے پر بھی جلتے ہیں پھر اس "حقیقت محمدیت" کے اوپر "حضرت الوہیت" ہے یہ حقیقت امکان ہے اور وہ حقیقت وجوب۔ یہ حقیقت عبدیت ہے اور وہ حقیقت معبودیت۔ یہ دونوں حقیقتیں آپس میں کس طرح ملاقات اور وصال کرتی ہیں کسی کو خبر نہیں کیونکہ سب سے زیادہ باخبر ملائکہ بھی سِدْرَۃُ الْمُنْتَهٰی پر روک دیئے جاتے ہیں۔

روح

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہود نے رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ ﷺ ہمیں روح کی حقیقت بتایئے! اور وہ روح جو جسم میں ہوتی ہے اس پر کس طرح عذاب ہوتا ہے جب کہ وہ خدا کے حکم سے پیدا ہوئی ہے چونکہ اس وقت تک روح کی حقیقت پر مشتمل کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی اس لئے سرور کونین ﷺ نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا پس جبرئیلؑ اس آیت کیساتھ نازل ہوئے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

وہ آپ ﷺ سے روح کے بارے میں دریافت کرتے ہیں آپ ﷺ فرما دیجئے کہ روح تو میرے رب کے حکم کا اثر (نتیجہ) ہے اور تمکو اسکا بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

پس اس بات کو مد نظر رکھنا چاہیے کہ جب رسول اکرم ﷺ نے روح اور اس کی حقیقت کے بارے میں بحکم الٰہی خاموشی اختیار فرمائی جبکہ آپ ﷺ کی ذات گرامی صدف علم اور منبع حکمت تھی تو پھر دوسروں کے لیے اس معاملے میں غور و خوض کرنا یا اس کی حقیقت کے بارے میں اشارہ

کرنا کس طرح ممکن ہے لیکن چونکہ نفوس بشری ان امور سے آگاہ ہونے کے مشتاق رہتے ہیں جو معقول باتیں اور چیزیں ہیں اور نفس کا یہ طبعی تقاضا ہے کہ جہاں اس کو سکون اور ٹھہرنے کا حکم دیا جاتا ہے وہاں بھی وہ اس طبعی تقاضے کی بدولت حرکت سے باز نہیں آتا۔ (عوارف المعارف)

روح کی تعریف

علامہ ابن قیم کتاب الروح میں بیان کرتے ہیں۔

کتاب و سنت اجماع صحابہ اور عقلی دلائل دال ہیں کہ روح ایک جسم ہے جو اپنی ماہیت کے لحاظ سے اس محسوس جسم عنصری کے مخالف ہے وہ جسم نورانی علوی ہلکا زندہ اور متحرک ہے۔ جو تمام اعضاء بدن میں نفوذ کر جاتا ہے بدن میں اس کا سریان ایسا ہے جیسے گلاب کے پھول میں پانی زیتون میں روغن اور کوئلہ میں آگ کا سریان ہوتا ہے۔

روح جسم لطیف ہے

روح کا جسم لطیف ہونا اور اس جسم عنصری کا مخالف ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے۔

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (الحجر)

پس جب میں بدن آدم کو پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح پھو نکوں۔

شیخ ابو عبد اللہ النباجیؒ فرماتے ہیں

کہ روح ایک ایسا لطیف جسم ہے جو حس اور لمس سے بالاتر۔ (جس کو نہ چھوا جا سکتا ہے اور نہ حواس خمسہ ظاہری

سے محسوس کیا جا سکتا ہے۔) اور اس کے بارے میں صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ وہ موجود ہے۔ شیخ ابن عطاءؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اجساد و اجسام سے پہلے ارواح کو پیدا فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے۔ ولقد خلقنا کم پہلے ہم نے ارواح کو پیدا کیا۔ ثم صورنکم ہ اس کے بعد ہم نے تم کو صورتیں عطا کیں۔

انور شاہ صاحب نے ترمذی کی شرح عرف شذی میں فرمایا ہے!

اور جہاں تک روح کا تعلق ہے اہل اسلام کے نزدیک وہ ایک لطیف جسم ہے اور اس بدن کی شکل میں ہوتا ہے جس میں وہ ہو روح کی اس جسمیت پر احادیث سے استدلال کیا گیا ہے جیسا کہ مراء بن عاذب میں وارد ہے۔
"فرشتہ روح کو بدن سے یوں کھینچ لیتا ہے جیسا کہ سیخ گیلی اون سے

کھینچی جاتی ہے۔ "امام مالکؒ جو آئمہ مجتہدین میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ روح نورانی جسم ہے جو مکمل طور پر اس بدن کی شکل پر ہوتا ہے جس میں وہ ہے۔

عالم خلق اور عالم امر

صاحب تفسیر مظہری نے اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ کی تفسیر میں اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے!

"صوفیہ کرام نے کہا کہ مراد عالم خلق اور عالم امر سے یہ ہے کہ عالم خلق میں عرش اور ماتحت عرش (عرش کے نیچے) ہے اور جو چیز آسمان اور زمین اور ان کے مابین ہے شامل ہے اور اس کے اصولی عناصر اربعہ آگ، پانی، ہوا اور مٹی اور جو چیزیں اس سے پیدا ہوتی ہیں یعنی نفوس حیوانی، نباتاتی اور معدنی ہیں اور یہ اجسام لطیفہ ان اجسام کثیفہ میں ساری ہیں سب عالم خلق سے ہیں اور عالم امر سے مراد مجردات ہیں یعنی (لطائف خمسہ) قلب، روح، سری، خفی، اور اخفاء یہ فوق العرش (عرش سے اوپر) ہیں اور یہ نفوس انسانیہ، ملکیہ اور شیطانیہ میں یوں ساری ہیں جیسے سورج کی شعاعیں آئینہ میں ساری ہوتی ہیں اطائف کو عالم امر اس لئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اس کو کسی مادہ سے نہیں بلکہ اپنے امر کن سے پیدا کیا۔

معلوم ہوا کہ روح اور دیگر لطائف عالم امر کی مخلوق ہیں۔ جو بغیر مادہ

کے پیدا کیئے گئے عالم امر کو عالم حیرت اور لامکاں بھی کہتے ہیں۔

روح کی شکل و صورت

(تحفۃ القاری شرح صحیح بخاری ۲: ۴۴) میں ہے۔

جسم کی شکل کے مطابق روح کی بھی دو آنکھیں ہیں۔ کان ہیں۔ ہاتھ اور پاؤں ہیں۔ بلکہ روح کے ہر عضو کی نظیر بدن انسانی میں موجود ہے اور روح کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے مبہم رکھا اور اس کی تفصیل چھوڑ دی۔

بدن روح کے تابع ہے

بدن روح کے تابع ہوتا ہے اور اس بدن خاکی کو روح ہی حیات بخشتی ہے۔ جیسا کہ شاہ عبدالعزیزؒ نے فرمایا ہے!

"بدن کو حرکت دینے والا روح ہے اور روح کو حرکت اور زندگی نور سے ملتی ہے اور نور کو حیات اور حرکت دینے والا ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ میرے عزیز اس مقام کو کماحقہ، سمجھنا محال ہے۔ رات دن ذکر و فکر، سیر ملکوتی اور عالم بالا میں پرواز سوائے طالب صادق اور بغیر مرشدِ کامل کی توجہ کے ممکن نہیں۔"

حدیث شریف

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیر اور جمعرات کو انسانی اعمال پیش ہوتے ہیں اور پیغمبروں اور (موتیٰ) کے والدین کے سامنے ان مرنے والوں کے اعمال جمعہ کے دن پیش ہوتے ہیں پس وہ ان کی نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے پاکیزہ چہروں کی سفیدی (نور) اور بڑھ جاتی ہے اور چمک دمک میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ پس تم اللہ سے ڈرو۔ اور اپنے مُردوں کو ایذا نہ دو۔ (یعنی برے اعمال سے ان کو دکھ ہوتا ہے اور اچھے اعمال سے وہ خوش ہوتے ہیں)۔ (عوارف المعارف)

حدیث شریف

ایک دوسری حدیث شریف میں اس طرح آیا ہے "بے شک تمہارے اعمال تمہارے کنبے کے اور رشتے کے مرنے والوں پر پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر وہ اعمال اچھے ہوتے ہیں تو وہ خوش ہو جاتے ہیں اور اگر ایسا نہیں ہوتا (اعمال برے ہوتے ہیں) تو وہ کہتے ہیں کہ بارِ الٰہا! تو اس وقت تک ان کو موت نہ بھیجنا جب تک ان کو اس طرح ہدایت نہ پہنچ جائے۔ جس طرح ہم ہدایت یافتہ ہوئے تھے۔ (عوارف المعارف)

رسولِ اکرم ﷺ کی روح مُطہّر

شیخ واسطیؒ سے کسی نے سوال کیا کہ رسول اکرم ﷺ کس وجہ سے خلق میں سب سے زیادہ حلیم تھے۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ اس کی وجہ یہ

تھی کہ آپ ﷺ کی روحِ مطہر سب سے پہلے پیدا کی گئی تھی۔ اسی لئے اس روحِ مطہر کو تمکین و استقرار کا موقع سب سے زیادہ حاصل ہوا۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے!

كُنْتُ نَبِيًّا وَّادَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ

یعنی میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ حضرت آدمؑ روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (حضرت آدمؑ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔

کسی بزرگ نے کہا ہے کہ روح نورِ عزت سے پیدا ہوئی ہے اور ابلیس آتشِ عزت سے پیدا کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس نے جواباً کہا تھا!

خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝

الٰہی تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس کو (یعنی آدمؑ کو) مٹی سے پیدا کیا۔ وہ یہ نہیں سمجھ سکا کہ نور، نار سے بہتر ہے۔

حضرت ابنِ عباسؓ کا قول

حضرت ابنِ عباسؓ سے کسی شخص نے سوال کیا۔ کہ مرنے کے بعد

جسم سے جدا ہو کر روح کہاں چلی جاتی ہے۔ آپ نے جواب میں کہا کہ بتاؤ تیل ختم ہونے کے بعد چراغ کی روشنی کہا چلی جاتی ہے۔ پھر ان سے کہا گیا کہ بتایئے جسم بوسیدہ ہو کر کہاں چلا جاتا ہے؟ انہوں نے کہا۔ بتاؤ۔ مرض میں مبتلا ہو کر جسم کا گوشت کہاں چلا جاتا ہے؟

بعد موت روح کا علم اور حافظہ موجود رہتا ہے

قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَلِيْ رَبِّيْ وَ جَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ٥ (یسین)	ارشاد ہوا کہ جا جنت میں داخل ہو۔ کہنے لگا! کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میرے پروردگار نے مجھے بخش دیا اور مجھے عزت داروں میں شامل کر دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ قوم نے جو سلوک اس مرد مومن کے ساتھ کیا تھا اسے بعد وفات یاد تھا۔ کیونکہ یہ بات اس نے بعد وفات کہی۔ جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے اس نے یہ بات اظہار افسوس کے طور پر کی۔

بعد وفات رُوح سنتی پہچانتی اور جواب بھی دیتی ہے

حضورؐ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب کسی قوم پر فتح پاتے تو تین دن رات وہاں قیام فرماتے جب بدر میں تیسرا دن آیا۔ تو سواری کا حکم دیا اس

پر پالان رکھا گیا پھر آپ بدر کے گڑھے کی طرف چلے گئے اور اس کنوئیں کے کنارے کھڑے ہوئے جس میں صنادید قریش کی لاشیں پڑی تھیں پھر ان کا نام لے لے کر پکارنے لگے پس حضرت عمرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ ان اجساد سے کلام فرمارہے ہیں جن میں ارواح نہیں تو حضور ﷺ نے جواب دیا قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے تم ان سے زیادہ نہیں سن سکتے۔ (مشکوٰۃ باب حکم الاسراء)

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں!

آپؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرے اور قبر کے پاس بیٹھے تو وہ میت اس سے مانوس ہوتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ۳: ۳۴۷)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے

کہ ایک سیاہ رنگ کی عورت مسجد میں جھاڑو دیتی تھی حضور ﷺ نے ایک روز اسے نہ پایا چند روز کے بعد اس کے متعلق پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ مرچکی ہے۔ (الترغیب)

ابن مرزوق کی روایت ہے کہ

حضور ﷺ اس کی قبر کے پاس سے گذرے پوچھا یہ کس کی قبر ہے عرض کیا۔ ام محجن کی فرمایا جو مسجد میں جھاڑو دیتی تھی عرض کیا جی ہاں پھر

صف باندھی گئی نماز جنازہ پڑھی پھر ام محجن سے سوال کیا۔ تم نے کونسا عمل افضل پایا صحابہؓ نے عرض کی یارسول اللہ کیا یہ آپ ﷺ کی آواز سن رہی ہے ؟ فرمایا تم اس سے زیادہ نہیں سن سکتے پھر عورت نے جواب دیا۔ مسجد میں جھاڑو دینے کے عمل کو افضل پایا۔ (الترغیب)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی کسی ایسے آدمی کی قبر سے گزرے جسے وہ پہچانتا ہو اور وہ سلام کرے تو میت اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

ایصال ثواب

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَات (نوح:۲۸)

اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے اور سب مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو۔

اس آیت مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام کے والدین کریمین کا بھی ذکر ہے جو کہ مومن، موحد تھے۔ آپ اپنے والدین اور تمام مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کیلئے دعائے بخشش فرمارہے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا

رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَاب (ابراہیم:۴۱)

اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے والدین کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔

قرآن حکیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا نقل کی گئی ہے جو انہوں نے اپنے لیے اور اپنے والد حضرت تارخؒ اور والدہ حضرت متلی بنت نمرؒ جو کہ دونوں مومن موحد تھے کیلئے بڑھاپے میں فرمائی۔ یہ دعا حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ کی ولادت کے بعد فرمائی۔

فرشتوں کی دعاء

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِى الْاَرْضِ ط

(الشوریٰ: ۵)

اور فرشتے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے ہیں اور زمین والوں کیلئے معافی مانگتے ہیں۔

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَىْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ٥

(المؤمن: ۷)

وہ (فرشتے) جو عرش اٹھاتے ہیں اور جو اس کے اردگرد ہیں اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اسکی پاکی بولتے اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور مسلمانوں کی مغفرت مانگتے ہیں۔ اے ہمارے رب تیری رحمت و علم میں ہر چیز سمائی ہوئی ہے تو

انھیں بخش دے جنہوں نے
توبہ کی اور تیری راہ پر چلے اور
انہیں دوزخ کے عذاب سے
بچالے۔

مومنین کی دعاء

وَالَّذِیْنَ جَآءَ وَ مِنْۢ بَعْدِھِمْ
یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا
وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِ
یْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا
غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّکَ
رَءُوْفٌ الرَّحِیْمٌ ہ
(الحشر:۱۰)

اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض
کرتے ہیں اے ہمارے رب
ہمیں بخش دے اور ہمارے
بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے
پہلے ایمان لائے اور ہمارے
دل میں ایمان والوں کی طرف
سے کینہ نہ رکھ۔ اے ہمارے
پروردگار بے شک تو نہایت
مہربان رحم والا ہے۔

مذکورہ آیت کے حوالے سے مولانا اشرف علی تھانوی نے لکھا
ہے۔

"اس میں سابقین کیلئے دعا کرنے کی ترغیب ہے اور صوفیاء کی تو یہ

عادت لازمہ ہے اپنے سلف کیلئے دعا اور ایصال ثواب کرنے کی"

(مسائل السلوک تفسیر بیان القرآن ص ۱۰۵۲)

عبدالماجد دریابادی نے اپنی تفسیر ماجدی میں اسی آیت کی شرح میں لکھا ہے۔

"اپنے سے پہلے کے ایمان والوں کے حق میں دعائے مغفرت فرمانا علامات ایمان سے ہے۔"

مذکورہ بالا آیات قرآنیہ سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اپنے لیے اور اپنے مومن والدین کیلئے دعائے مغفرت فرماتے تھے۔ نیز ملائکہ کرام اور مومن حضرات بھی ایمان والوں کیلئے دعا بخشش یعنی ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔

احادیث مبارکہ سے ایصال ثواب کا ثبوت

حدیث شریف

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَهؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَامَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اِلَّامِنْ ثَلٰثَةٍ اِلَّامِنْ صَدَقَةٍ جَارِیَةٍ اَوْ عِلْمٍ یَنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ یَدْعُوْلَهٗ ٥

(رواہ مسلمہ کذافی المشکوٰہ قلت وابوداوٗد ولنسائی وغیرھا)

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو اس

کے اعمال کا ثواب ختم ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں ایسی ہیں جن کا ثواب مر جانے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے ایک صدقہ جاریہ دوسرے وہ علم جس سے لوگوں کو نفع پہنچتا رہے۔ تیسرے صالح اولاد جو اس کے لئے مرنے کے بعد دعا کرتی ہے۔ حضرت سعدؓ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میری والدہ فوت ہو چکی ہے کیا اس کے لئے ایصال ثواب کی کوئی صورت ہے آپ ﷺ نے فرمایا اس کے نام کا کنواں لگا دو جب تک لوگ پانی پیتے رہیں گے اسے ثواب ملتا رہے گا حضرت سعدؓ نے کنواں کھدوا دیا اس کا نام بیر۔ ام سعد رکھا یعنی سعد کی ماں کا کنواں۔

حدیث شریف

امام ابو حفص کبیر حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم میت کی طرف سے صدقہ دیتے ہیں حج کرتے ہیں دعا کرتے ہیں تو کیا یہ سب چیزیں انہیں پہنچتی ہیں۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا ہاں ان کو پہنچتی ہیں اور وہ اس شخص سے خوش ہوتے ہیں جس طرح تم میں سے ایک شخص خوش ہوتا ہے جب اس کے پاس طباق بطور ہدیہ دیا جاتا ہے۔ (عینی شرح ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۱۲)

حدیث شریف

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضور نبی کریم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ مردہ اپنی قبر میں ڈوبنے والے شخص کی مانند ہوتا ہے (طالب

فریادرس ہوتا ہے)وہ انتظار کرتا ہے کہ اسکے باپ یاماں بھائی یا پکے دوست کی طرف سے اس کو دعا پہنچے اور جب اس کو دعا پہنچتی ہے تو وہ دعا کا پہنچنا اس کو دنیاومافیہا سے محبوب ہوتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اہل زمین کی دعا سے اہل قبور کو پہاڑوں کی مثل اجرورحمت عطا کرتا ہے اور بے شک زندوں کا تحفہ مُردوں کی طرف یہی ہے کہ اُن کے لئے بخشش کی دعا مانگی جائے۔(مسند الفردوس، شعب الایمان للامام البیہقی، شرح احیاء العلوم جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۷ از علامہ سید مرتضٰی زبیدی)

حدیث شریف

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں اپنے ایک نیک بندے کا درجہ بلند فرمایا تو وہ عرض کرتا ہے اے رب میرا درجہ کیونکر بلند ہوا؟ارشاد ہوا کہ تیرا بیٹا جو تیرے لیے دعائے بخشش مانگتا ہے اسکے سبب ہے (مشکوٰۃ شریف)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر کسی گنہگار کیلئے دعائے بخشش کی جائے تو اس سے سختی اور عذاب دور ہو جاتا ہے اور اگر کسی نیک بندے یا کسی بزرگ کیلئے کی جائے تو اسکے درجے بلند ہو جاتے ہیں۔

حدیث شریف

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میری

امت، امت مرحومہ ہے وہ قبروں میں گناہوں کے ساتھ داخل ہوگی اور جب قبروں سے نکلے گی اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ مومنوں کے استغفار کی وجہ سے اس کو گناہوں سے پاک وصاف کردے گا۔

(شرح الصدور ۱۲۸)

حدیث شریف

حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص قبروں پر گذرا اور اس نے سورہ اخلاص کو گیارہ مرتبہ پڑھا پھر اس کا ثواب مردوں کو بخشا تو اس کو مردوں کی تعداد کے برابر اجرو ثواب ملے گا۔

(دار قطنی در مختار۔ شرح الصدور ۱۳۰)

حدیث شریف

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص قبرستان جائے پھر ایک مرتبہ سورہ فاتحہ اور قل ھواللہ احد اور الھکم التکاثر پڑھ کر کہے کہ اے اللہ! جو کچھ میں نے تیرے کلام سے پڑھا ہے اس کا ثواب میں نے ان قبروں والے مومنین اور مومنات کو بخشا تو وہ تمام مردے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے لیے سفارش کرتے ہیں۔

(شرح الصدور ۱۳۰)

امام نوویؒ فرماتے ہیں۔

زائر قبور کے لیے مستحب یہ ہے کہ جتنا اس سے ہو سکے قرآن پڑھے اور اہل قبور کیلیے دعا کرے امام شافعیؒ نے اس پر نص پیش کی ہے اور تمام شافعی حضرات اس پر متفق ہیں اور اگر قبر پر قرآن شریف ختم کیا جائے تو اور بھی افضل ہے۔

حضرت مالک بنؒ دینار کا واقعہ

آپ فرماتے ہیں کہ میں جمعہ کی رات کو قبرستان میں گیا میں نے دیکھا کہ وہاں نور چمک رہا ہے میں نے خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قبرستان والوں کو بخش دیا ہے غیب سے آواز آئی اے مالک بن دینار! یہ مسلمانوں کا تحفہ ہے جو انہوں نے قبروں والوں کو بھیجا ہے میں نے کہا تمہیں خدا کی قسم ہے مجھے بتاؤ مسلمانوں نے کیا تحفہ بھیجا ہے؟ اس نے کہا کہ ایک مومن مرد نے اس رات اس قبرستان میں قیام کیا تو اس نے وضو کر کے دو رکعتیں پڑھیں اور ان دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں قل یا یھاا لکافرون اور دوسری رکعت میں قل ھواللہ احد پڑھا اور کہا اے اللہ! ان دو رکعتوں کا ثواب میں نے ان تمام قبروں والے مومنین کو بخشا پس اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ روشنی اور نور بھیجا ہے اور ہماری قبروں میں کشادگی اور فرحت پیدا فرمادی ہے۔

حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں اس کے بعد میں ہمیشہ دو رکعتیں پڑھ کر ہر جمعرات میں مومنین کو بخشتا۔ ایک رات میں نے نبی کریم ﷺ کو

خواب میں دیکھا۔ فرمایا! اے مالک بن دینار! بے شک اللہ نے تجھ کو بخش دیا۔ جتنی مرتبہ تو نے میری امت کو نور کا ہدیہ بھیجا ہے اتنا ہی اللہ نے تیرے لئے ثواب کیا ہے۔ اور نیز اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے جنت میں ایک مکان بنایا ہے جس کا نام منیف ہے میں نے عرض کیا منیف کیا ہے؟ فرمایا! جس پر اہل جنت بھی جھانکیں گے (شرح الصدور)

میت کے لیے تسبیح و کلمہ پڑھنا

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سعد ابن معاذؓ کی وفات ہوئی تو ہم نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ان پر نماز جنازہ پڑھی۔ پھر ان کو قبر میں اتار کر ان پر مٹی ڈال دی گئی۔ بعد ازاں حضور اکرم ﷺ نے تکبیر و تسبیح پڑھنا شروع کردی۔ ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ پڑھنا شروع دیا۔ دیر تک پڑھتے رہے۔ تو کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے تسبیح و تکبیر کیوں پڑھی؟ فرمایا اس نیک بندہ پر اس کی قبر تنگ ہو گئی تھی۔ ہماری تسبیح و تکبیر کے سبب سے اللہ نے اس کو فراخ کر دیا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف)

حضرت صالحؒ کا واقعہ

آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جمعہ کی شب میں آخیر رات میں جامع مسجد جا رہا تھا تاکہ صبح کی نماز وہاں پڑھوں صبح میں دیر تھی راستے میں

ایک قبرستان تھا وہاں ایک قبر کے قریب بیٹھ گیا۔ بیٹھتے ہی میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ سب قبریں شق ہو گئیں اور ان میں سے مردے نکل کر آپس میں ہنسی خوشی باتیں کر رہے ہیں ان میں ایک نوجوان بھی قبر سے نکلا جس کے کپڑے میلے تھے اور وہ مغموم سا ایک طرف بیٹھ گیا تھوڑی دیر میں آسمان سے فرشتے اترے جن کے ہاتھوں میں خوان تھے جن پر نور کے رومال ڈھکے ہوئے تھے وہ ہر شخص کو ایک خوان دیتے تھے اور جو خوان لے لیتا تھا وہ قبر میں چلا جاتا تھا جب سب لے چکے تو یہ جوان بھی خالی ہاتھ اپنی قبر میں جانے لگا میں نے اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے تم اس قدر غمگین کیوں ہو؟ اس نے کہا کہ یہ خوان ان ہدایا کے تھے جو زندہ لوگ اپنے اپنے مردوں کو بھیجتے ہیں میرے اور تو کوئی ہے نہیں جو بھیجے ایک والدہ ہے مگر وہ دنیا میں پھنس رہی ہے اس نے دوسری شادی کر لی ہے وہ اپنے خاوند میں مشغول رہتی ہے مجھے کبھی بھی یاد نہیں کرتی میں نے اس سے اس کی والدہ کا پتہ پوچھا اور صبح کو اس پتہ پر جا کر اس کی والدہ کو پردے کے پیچھے بلایا اور اس سے اس کے لڑکے کا پوچھا اور یہ خواب اسے سنایا اس عورت نے کہا بیشک وہ میرا لڑکا تھا میرے جگر کا ٹکڑا تھا میری گود اس کا بستر تھا۔ اس کے بعد اس عورت نے مجھے ایک ہزار درہم دیئے کہ میرے لڑکے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے انہیں صدقہ کر دینا اور میں آئندہ ہمیشہ اس کو دعا اور صدقے سے یاد رکھوں گی کبھی نہ بھولوں گی۔

حضرت صالحؒ فرماتے ہیں کہ میں نے پھر خواب میں اس مجمع کو اسی طرح دیکھا اور اس نوجوان کو بڑی اچھی پوشاک میں بہت خوش دیکھا وہ میری طرف دوڑا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ صالح! حق تعالیٰ شانہٗ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے تمہارا ہدیہ میرے پاس پہنچ گیا۔

ایصالِ ثواب اور التحیات

ایک دفعہ ایک شخص نے ہم سے کہا کہ بزرگانِ دین جو کہ پہلے ہی بخشے ہوئے ہیں اور صالحین میں سے ہیں آپ انہیں ایصال ثواب کیوں کرتے ہیں ہم نے کہا کہ التحیات اس کلام کا مجموعہ ہے جو معراج کی رات قرب حضوری میں رب و محبوب کے درمیان ہوا۔ اولاً حضور نبی پاک ﷺ نے عرض کیا اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَ الصَّلٰوۃُ وَالطَّیِّبَاتُ (تمام زبانی، بدنی اور مالی عبادتیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ	سلام ہو تم پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اسکی برکتیں

محبوب ﷺ نے جواباً عرض کیا۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ۔	سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر

التحیات میں ہم نبی پاک ﷺ پر سلام اور رحمتوں اور برکتوں کے

نزول کیلئے اور اللہ تعالیٰ کے نیک صالحین بندوں پر سلامتی کیلئے دعا کرتے ہیں۔ یہ تو ہے ہی صالحین بندوں کیلئے جیسا کہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ واقعی اللہ کے صالحین بندوں پر سلامتی اور رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہو رہا ہے۔ آپ داتا صاحبؒ کے دربار پر انوار پر جاکر دیکھ لیں۔

ہر وقت قرآن خوانی ہو رہی ہے اور لوگ وہاں پر نذر و نیاز اور کھانے لاکر تقسیم کر رہے ہوتے ہیں اور بہت سے لوگ وہاں سے صبح اور شام سیر ہو کر کھانا کھاتے ہیں۔ یہی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہے اور یہ صالحین کیلئے ہے نہ کہ فرعون، نمرود، ہامان اور شداد جیسے نافرمان اور سرکش لوگوں کیلئے۔

مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند لکھتے ہیں۔

حضرت جنید بغدادیؒ کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہو گیا۔ آپ نے سبب پوچھا تو بروئے مکاشفہ اس نے کہا کہ اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں۔ حضرت جنیدؒ نے ایک لاکھ پانچ ہزار بار کبھی کلمہ پڑھا تھا یوں سمجھ کر کہ بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے اپنے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخش دیا اور اس کو اطلاع نہ دی۔ مگر بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ نوجوان ہشاش بشاش ہے۔ آپ نے پھر سبب پوچھا۔ اس نے عرض کیا کہ اب اپنی والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں۔ سو آپ نے اس پر فرمایا کہ اس جوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس مکاشفہ سے ہو گئی۔ (تحذیر الناس)

کھانا سامنے رکھ کر قرآن شریف پڑھ کر دعا مانگنا اور میت کو بخشنے کا ثبوت

نبی پاک ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کے وصال کو تیسرا دن تھا کہ حضرت ابوذر غفاریؓ خشک کھجوریں، دودھ جس میں جو کی روٹی تھی لیکر آئے پس انہوں نے اسے نبی پاک ﷺ کے پاس رکھ دیا۔ نبی پاک ﷺ نے تین مرتبہ سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص پڑھی۔ یہاں تک کہ آپ نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور اپنے چہرے پر دعا کرنے کے بعد مل لئے۔ پس نبی پاک ﷺ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو حکم دیا کہ صحابہ میں اس کھانا کو تقسیم کر دیں (دعائیں) سرکار نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے اس کا ثواب اپنے بیٹے حضرت ابراہیم کو بخشا۔ (ھدیۃ الحرمین ص ۶۸ سطر نمبر ۲۱)

قل، ساتواں، دسواں، چہلم، ششماہی اور برسی کا ثبوت

نبی کریم ﷺ نے فاتحہ اور کھانا بروح حضرت حمزہؓ کے تیسرے، ساتویں، دسویں، چالیسویں، چھ ماہ اور سال ہونے پر بخشا اور کھلایا اور صحابہ بھی اس طرح کرتے تھے۔ (ھدیۃ الحرمین ص ۶۸۔ مجموع الروایات)

سات یا چالیس دن تک میت کی طرف سے مسلسل صدقہ کرنے کا ثبوت

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ

میت پر پہلی رات سخت ہے پس اسکی طرف سے صدقہ کرو اور لائق ہے کہ سات دن تک میت کیلئے صدقہ کریں۔(ھدیۃ الحرمین ص ۶۹)

بعض روایات میں ہے

بعض راویوں نے کہا کہ چالیس دن تک میت کیلئے صدقہ و خیرات کیا جائے کیونکہ میت اپنے گھر کی شائق ہوتی ہے۔(ھدیۃ الحرمین ص ۶۹)

حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مردوں کو قبروں میں سات روز تک سوال کیا جاتا ہے پس صحابہ پسند کرتے تھے کہ ان سات دنوں میں ان میتوں کی طرف سے کھانا کھلایا جائے۔

انبیاء و اولیاء کی قبروں کو چومنا اور ان پر سر رکھ دینے کا ثبوت۔

حدیث شریف

حضرت داؤد بن ابی صالح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن مروان حاکم مدینہ نے دیکھا کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر اپنا چہرہ رکھے ہوئے ہے تو مروان نے اسے ڈانٹا کہ تو یہ کیا کر رہا ہے؟

جب مروان نے اس کے سامنے آکر دیکھا تو وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے فرمایا مجھے علم ہے کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ میں رسول

اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں نہ کسی پتھر کے پاس۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس وقت تک دین پر آنسو نہ بہانا جب تک اہل لوگ دین کے والی رہیں اور جب نااہل لوگ والی بن جائیں پھر دین اس قابل ہوگا کہ اس پر آنسو بہائے جائیں۔ (مسند احمد جلد ۵ ص ۴۲۲)

اس حدیث کے بارے میں محدثین کی رائے

امام علامہ ہیثمی فرماتے ہیں

اس حدیث کو کسی بھی محدث نے ضعیف نہیں فرمایا یعنی صحیح ہی کہا ہے۔

(مجمع الزوائد جلد ۴ ص ۲)

حدیث شریف

حضرت عمر فاروقؓ جب بیت المقدس فتح کر کے واپس ہوئے تو جابیہ پہنچے تو حضرت بلالؓ نے انہیں کہا کہ ان کو شام میں مقرر کر دیں تو حضرت امیر المومنینؓ نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد راوی نے ان کے وہاں پہنچنے اور داریا میں اترنے کا واقعہ بیان کیا اور کہا پھر حضرت بلالؓ نے نبی پاک ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ سرکار فرماتے ہیں اے بلال! یہ کیا ظلم ہے؟ کیا تیرے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ تو میری زیارت کو آئے؟

اس خواب کو دیکھ کر حضرت بلالؓ بہت پریشان خوفزدہ بیدار ہوئے اور اپنی سواری پر سوار ہوئے اور مدینے کا قصد کیا اور نبی پاک ﷺ کے روضہ

اطہر پر حاضر ہوئے۔ قبر انور کے پاس پہنچ کر رونے لگے اور اپنا چہرہ قبر پر ملنے لگے۔ اتنے میں حضرت امام حسن امام حسینؓ تشریف لائے پس حضرت بلالؓ ان دونوں کو لپٹانے لگے اور چومنے لگے۔ (وفا الوفاء باخبار دار المصطفٰی جلد ۲ ص ۴۰۸)

اس حدیث میں سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ سرکار نے خود حضرت بلالؓ کو فرمایا کہ میری زیارت کیلئے آ۔ معلوم ہوا کہ قبر کی زیارت صاحب قبر کی ہی زیارت ہے۔

۲۔ حضرت بلالؓ نے شام کے علاقے سے سرکار علیہ السلام کے روضہ اطہر کی زیارت کا ارادہ فرمایا اور مدینہ میں روضہ رسول علیہ السلام پر حاضری دی۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کی قبور کی زیارت کی نیت کر کے جانا عین ثواب اور سنت صحابہ ہے اور سنت سرکار بھی ہے۔ کہ سرکار شہداء احد کی زیارت کیلئے ہر سال تشریف لے جاتے تھے۔

۳۔ سرکار کی قبر انور پر حضرت بلال نے چہرہ نہ صرف رکھا بلکہ ملنے بھی لگے۔

حدیث شریف

خطیب بن حملہؓ نے ذکر کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنا دایاں ہاتھ قبر شریف پر رکھتے تھے اور حضرت بلالؓ نے اپنے دونوں رخساروں کو بھی قبر اطہر رسول خدا علیہ السلام پر رکھا۔ (وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۴۴۴)

حدیث شریف

حضرت امیر المومنین علیؓ سے روایت ہے۔

جب نبی پاک ﷺ کا وصال ہوا۔تو حضرت فاطمۃ الزہراؓ حاضر ہوئیں اور سرکار کی قبر اقدس کے پاس کھڑی ہو گئیں اور تھوڑی سی خاک پاک سرکار دو عالم کی قبر اطہر کی لیکر اپنی آنکھوں سے لگائی اور روئیں اور یہ دو شعر پڑھے

ترجمہ۔ جس شخص نے روضہ اقدس کی خاک پاک سونگھنے کا شرف حاصل کیا اگر زمانہ تک کوئی خوشبو نہ سونگھے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

مجھ پر ایسی مصیبتیں گریں کہ اگر دنوں پر وہ مصیبتیں گر پڑتیں تو دن مارے غم کے رات ہو جاتے۔

زیارت قبور پر اعتراض

بعض لوگ مزار پر جانے سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شرک ہے حالانکہ حدیث کی کتابوں میں کثرت سے ایسی احادیث موجود ہیں۔ جن میں حضور رسول خدا ﷺ نے مسلمانوں کو قبروں کی زیارت کی تاکید فرمائی ہے۔ نیز اہل قبور کو سلام کرنے ان کے لئے دعا خیر مانگنے اور ان سے مدد مانگنے کے متعلق بھی احادیث میں تاکید کی گئی ہے۔ حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ مشکوٰۃ شریف کی شرح میں زیارت قبور کے باب

میں فرماتے ہیں کہ

حضرت شیخ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں کہ زیات قبور یعنی قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے اور اس پر تمام محدثین، فقہا، علما، صلحاء کا اتفاق ہے۔ کیونکہ اس سے رقت قلب ہوتی ہے۔ موت یاد آتی ہے اور ہڈیوں کا بوسیدہ ہو جانا اور دنیا کا فنا ہو جانا ثابت ہوتا ہے علاوہ ازیں زیارت قبور کے اور بھی فوائد ہیں۔ نیز ان کے لئے دعا بھی مانگی جاتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کا دستور تھا کہ مدینہ کے قبرستان جنۃ البقیع میں تشریف لے جاتے تھے اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے تھے لیکن آنحضرت ﷺ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کے سوا کسی دوسری قبر سے بعض مدد مانگنا جائز نہیں سمجھتے۔ فقہا کا قول ہے کہ مردوں کی قبروں پر دعا اور استغفار کرنا اور ان کو نفع پہنچانا دعا سے اور استغفار سے اور تلاوت قرآن سے مشائخ صوفیہ اسرار ہم اور بعض فقہا رحمتہ اللہ علیہم کے نزدیک محقق و مقرر است یعنی ثابت ہو چکا ہے اور اہل کشف و مشائخ کبار فرماتے ہیں کہ اہل قبور کی ارواح سے بہت فیض اور فتوح حاصل ہوتے ہیں اہل تصوف کی اصطلاح میں ایسے لوگوں کو یعنی جو مزارات سے فیوض حاصل کرتے ہیں۔ اویسی کہتے ہیں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ کاظمؒ کا مزار قبول دعا کے لئے تریاق مجرب یعنی آزمایا ہوا نسخہ ہے اور حجتہ الاسلام امام محمد غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جن بزرگوں سے زندگی میں مدد مانگی جاسکتی ہے ان سے موت کے بعد بھی مدد مانگی جاسکتی ہے۔

مشائخ عظام میں ایک فرماتے ہیں کہ میں نے چار بزرگوں کو دیکھا ہے۔ جو اپنی قبروں میں بیٹھے تصرف کر رہے ہیں۔ یعنی لوگوں کے کام کر رہے ہیں۔ جیسا کہ وہ اپنی زندگی میں تصرّف کرتے تھے۔ یعنی کرامات دکھاتے تھے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ ان میں سے ایک حضرت شیخ معروف کرخیؒ ہیں دوسرے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ہیں اور دو بزرگ ہیں لیکن اسکا مطلب یہ نہیں کہ ان کے علاوہ کوئی بزرگ اپنی قبروں میں بیٹھے فیض نہیں دیتا۔ یہ تو فقط وہی کچھ ہے جو دیار مغرب کے اکابر مشائخ میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن شیخ ابو العباس نے مجمع سے دریافت کیا کہ زندہ بزرگوں کی امداد زیادہ قوی ہے؟ میں نے جواب دیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ زندہ بزرگوں کی امداد زیادہ قوی ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ جو اس جہان سے جا چکے ہیں ان کے امداد قوی تر ہے۔ یہ سن کر شیخ ابو العباسؒ نے کہا بیشک آپ درست فرماتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی دستگاہ میں ہیں اور اسکے حضور میں ہیں۔

اس قسم کے اقوال بے شمار ہیں۔ جن کا احاطہ اس کتاب میں نہیں ہو سکتا۔ نیز قرآن مجید اور حدیث میں اور بزرگان دین کے اقوال میں کسی جگہ پر اس کی تردید نہیں آئی نہ اس کی مخالفت کی گئی ہے اور آیات قرآنی اور احادیث نبویؐ سے ثابت ہو چکا ہے کہ مُردوں کی روح فنا نہیں ہوتی بلکہ زندہ رہتی ہے اور اسکو زیارت کرنے والوں کا علم اور شعور ہوتا ہے اور اس کے حالات کو بھی جانتے ہیں۔

(یہ تو عام مُردوں کا حال ہے) اور کاملین کی ارواح کو حق تعالیٰ کے ساتھ ایسا قرب اور رتبہ حاصل ہوتا ہے جیسا کہ زندگی میں تھا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اولیاء کرام کی ارواح کو کون و مکان میں تصرف اور کرامات میسر ہیں۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ متصرف حقیقی حق تعالیٰ ہیں۔ اور جو کچھ ہوتا ہے اس کی قدرت سے ہوتا ہے اور اولیاء کرام جلال حق میں فانی ہوتے ہیں اپنی زندگی میں بھی بعد از مرگ بھی۔ اس لیے اگر کسی شخص کو کسی بزرگ کی وساطت سے جو ولی اللہ ہے کوئی چیز ملتی ہے تو یہ بعید نہیں ہے جیسا کہ وہ زندگی میں تصرف (کرامات) کرتے تھے اور حیات و ممات میں جو تصرفات اولیاء کرام سے صادر ہوتے ہیں وہ حق تعالیٰ کی قدرت سے ہوتے ہیں اور دونوں حالتوں میں یعنی زندگی اور موت میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا اور اس کے خلاف کوئی دلیل نہیں ملی۔

عورتوں کا مزارات پر جانا

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن میں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ زیارت قبور کے وقت کیا کروں اور کیا پڑھوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کہو۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الدِّیَارِ	رحمت کرے اللہ تعالیٰ آگے
مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُسْلِمِیْنَ	جانے والوں پر یعنی جو مر گئے

وَ یَرْحَمَ اللّٰہُ الْمُتَقَدِّمِیْنَ وَ مُنَادِ الْمُتَاَخِّرِیْنَ وَ اِنْشَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ مُلَاحِقُوْنَ

ہیں اور پیچھے رہنے والوں پر یعنی جو زندہ ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم بھی آکر تم سے ملیں گے۔

اس حدیث کو صحیح مسلم نے بھی روایت کیا ہے اور یہ حدیث اس وقت کی ہے جب آنحضرت ﷺ نے دوبارہ مردوں اور عورتوں کو قبروں پر جانے کی اجازت دے دی تھی۔

حضرت صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جس مکان میں آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ دفن تھے میں وہاں آیا جایا کرتی تھی بغیر چادر اوڑھے اس وجہ سے کہ میرا شوہر آنحضرت ﷺ اور میرے والد حضرت ابوبکرؓ وہاں دفن تھے۔ لیکن جب حضرت عمرؓ وہاں دفن ہوئے تو خدا کی قسم میں وہاں چادر اوڑھے بغیر داخل نہیں ہوتی تھی۔ اس وجہ سے کہ مجھے حضرت عمرؓ سے شرم آتی تھی۔ (رواہ احمدؒ)

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ!

اس حدیث میں واضح دلیل ہے اس بات کی کہ اہل قبور زندہ ہوتے ہیں اور ان کو آنے والوں کا علم ہوتا ہے۔ اور وہ ادب واحترام زیارت کو بھی دیکھتے ہیں۔ خصوصاً بزرگ اور اہل اللہ جن کا رحلت کے بعد بھی اسی قدر احترام واجب ہے۔ جیسا کہ زندگی کی حالت میں تھا۔ اس وجہ سے اہل اللہ

اپنے زیارت کرنے والوں کی مدد کرتے ہیں۔ ان کے ادب و احترام کے مطابق جیسا کہ اس حدیث میں پایا جاتا ہے۔

بعض علماء نے زیارت قبور کو کیوں حرام کہا ہے۔

بعض علماء کا یہ فتویٰ کہ زیارت قبور حرام ہے دراصل ان کے امام ابن تیمیہ کا فتویٰ ہے امام موصوف کا انداز سخن اور استدلال کچھ عجیب سا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مزارات کی زیارت کیلئے اگر آدمی پیدل جائے تو جائز ہے لیکن اونٹ پر سوار ہو کر جائے تو حرام ہے۔ معلوم نہیں اونٹ پر سوار ہونے میں کیا خرابی ہے انھوں نے یہ فتویٰ اس حدیث کی بنا پر دیا لا تشبد الرجال الا لثلا ثه المسا جد (تم سوائے تین مساجد کے سفر کے اونٹوں پر کجاوے نہ لگاؤ) ظاہر ہے کہ اس حدیث پاک میں آنحضرت ﷺ نے تین مساجد یعنی حرم مکہ، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ کسی اور مسجد کے سفر کو منع فرمایا کیونکہ حرم مکہ میں اگر ایک رکعت نماز پڑھی جائے تو ایک لاکھ رکعت کا ثواب ملتا ہے۔ مسجد نبوی میں پچاس ہزار کا اور مسجد اقصیٰ میں پچیس ہزار رکعت کا ثواب ملتا ہے لیکن دنیا کی باقی کسی مسجد میں فضیلت نہیں۔ اس لیے ان کا سفر غیر ضروی ہے لیکن پھر بھی حرام نہیں ہے۔ کیونکہ کسی عالیشان مسجد کو جا کر دیکھنے میں کیا مضائقہ ہے لیکن امام موصوف نے تو کمال ہی کر دیا ہے کہ ایک تو حدیث کے غلط معنی لیے ہیں کیونکہ مطلق سفر مراد لیا جائے تو پھر نہ آدمی کسی تجارت کیلئے اونٹوں پر سوار ہو کر جا سکتا ہے نہ والدین یا

اسا تذہ کو ملنے کیلئے جاسکتا ہے نہ تحصیل علم کیلئے سفر کر سکتا ہے۔ جب امام صاحب سے کہا گیا کہ اس حدیث میں تو اونٹ کا سفر کر کے مزارات پر جانا حرام ہے اگر کوئی پیدل جائے تو کیا فتویٰ ہے آپ نے فرمایا اگر کوئی پیدل جا ئے تو پھر جائز ہے اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بچارے اونٹوں پر سفر کرنا حرام ہے۔ نہ کہ مزارات پر جانا۔ جب ایک آدمی نے امام موصوف سے کہا کہ آنحضرت ﷺ ان تین مساجد کے علاوہ مسجد قبا کیلئے اونٹ پر سوار ہو کر جایا کرتے تھے۔ تو امام صاحب نے فرمایا کہ یہ بھی کوئی سفر ہے جس میں نہ پانی ساتھ لیا جائے نہ زادراہ۔ یک نشد دو شد۔ پہلے تو اونٹ کا سفر حرام تھا پانی اور زادراہ بھی ساتھ لینا حرام ہو گیا۔ کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ امام وقت اور یہ استدلال چھوٹا منہ بڑی بات سچ ہے کہ ہم چھوٹے لوگ تو امام صاحب کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے۔ لیکن ابن بطوطہ اور حضرت مولانا انور علی شاہ کا شمیری نے جب امام ابن تیمیہ کا استدلال دیکھا تو فوراً بول اٹھے کہ کان علمہ اکبر من العقل (یعنی ان کا علم ان کی عقل سے زیادہ تھا) دانشمندوں کا قول ہے کہ یک من علم رادہ من عقل باید (یعنی ایک من علم کیلیے دس من عقل درکار ہے) لیکن جب یہاں معاملہ برعکس ہے دس من علم کیلئے ایک من عقل ہے تو نتیجہ وہی نکلنا تھا جو نکلا۔ یعنی امام موصوف پر ہمیشہ کفر کے فتوے لگتے رہے اور مسلمانوں کے درمیان خواہ مخواہ اختراق وانتشار پیدا کرنے کے جرم میں حکومت وقت نے ان کو ہمیشہ قید وبند میں رکھا۔ لیکن جو ہونا تھا وہ ہو گیا

اور امام موصوف کے اس مضحکہ خیز استدلال سے امت میں ایسی کشمکش اور انتشار پیدا ہوا جس میں ہم آجکل گرفتار ہیں اور نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ نے یہ خیال بھی نہ فرمایا کہ جب حضور سرور کائنات علیہ السلام نے بے شمار احادیث میں قبروں پر جانے، سلام کرنے، مردوں کیلئے دعائیں مانگنے کی تاکید فرمائی تو صرف ایک لاتشدالر جال والی حدیث سے باقی احادیث پر کیسے پانی پھیرا جاسکتا ہے اور پھر لاتشدالر جال والی حدیث میں نہ مزارات پر جانے کی ممانعت ہے نہ قبروں پر جانے کی ۔بلکہ صرف تین مساجد کا ذکر ہے۔ کہ سوائے ان تین مساجد کے باقی کسی مسجد میں فضیلت نہیں سب برابر ہیں۔ اسی لیے انکی زیارت کیلئے وقت صرف کرنا بے کار ہے۔ لیکن پھر بھی یہ امتناعی حکم نہیں ہے بلکہ عام بات ہے کیونکہ تاریخی اہمیت کی مساجد کو دیکھنے کیلئے ہر شخص کا جی چاہتا ہے اور اگر کوئی شخص جاکر دیکھ لے تو یہ کام ناجائز اور حرام نہ ہوگا۔ لیکن کمال ہے امام موصوف کی فراست کا کہ انھوں نے اس حدیث کو زیارت قبور کا امتناع سمجھا۔ حالانکہ قبور کا اس میں کوئی ذکر نہیں۔ اگر اس سے عام سفر کی ممانعت سمجھی جائے تو پھر دنیا کے تمام سفر حرام اور ناجائز ہو جاتے ہیں۔

نذر، نیاز، فاتحہ پر اعتراض

باقی اختلافی مسائل تو در کنار بعض ظاہر بین حضرات نذر، اور فاتحہ کو

بھی حرام سمجھتے ہیں اگر کسی بزرگ یا رشتہ دار کو ثواب پہنچانے کی خاطر کھانا تیار کیا جائے اور اس پر فاتحہ پڑھی جائے تو وہ کھانا حرام ہو جاتا ہے اور اٹھا کر پھینک دیتے ہیں حالانکہ نہ کھانا جو پکایا گیا تھا حرام تھا اور نہ قرآن کا پڑھنا حرام ہے۔ معلوم نہیں جب کھانا اور قرآن دونوں کو جمع کیا جائے تو کس منطق سے یہ حرام ہو جاتا ہے۔ کہ دور پھینک دیا جاتا ہے۔ حالانکہ احادیث میں کثرت سے شواہد ملتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ مُردوں کو ایصال ثواب کیلئے طعام تقسیم کرتے تھے اور قبروں پر جا کر ان کیلئے تلاوت قرآن بھی کرتے تھے آئمہ مجتہدین میں سے بھی کسی نے اس چیز کو حرام قرار نہیں دیا۔ نیز قرآن حکیم میں آنحضرت ﷺ کو حق تعالیٰ کی طرف سے اس بات کا حکم آیا ہے کہ مسلمانوں سے نذر قبول کر لیا کریں کیونکہ اس سے مسلمانوں کا تزکیہ نفس ہوتا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک فاتحہ و نذر و نیاز جائز ہے۔

امام موصوف کا مشرب تصوف تھا اور آپ بغداد کے بہت بڑے صوفی اور ولی اللہ حضرت بشر حافیؒ کے معتقد اور گرویدہ تھے۔ امام احمد کے ایک شاگرد نے اعتراض کیا کہ حضور ساری دنیا آپ کے سامنے جھکتی اور آپ ایک مست قلندر صوفی کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ مجھے احکام خدا کا علم ہے اور ان کو مجھ سے زیادہ خدا کا علم ہے

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ شمائم امدادیہ میں فرماتے ہیں۔

"حنبلیوں کے ہاں یعنی امام احمد بن حنبل کے فرقہ کے لوگوں کے ہاں جمعرات کے دن کتاب احیاء العلوم کا تبرکاً درس ہوتا ہے اور جب درس ختم ہوتا ہے تو تبرکاً دودھ تقسیم کیا جاتا ہے غرضیکہ طریق نذو نیاز قدیم زمانے سے جاری ہے اس زمانہ میں لوگ انکار کرتے ہیں۔"

پختہ مزارات اور مقبرہ پر اعراض

بعض حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حدیث میں پختہ قبر اور مقبرہ بنانا جائز نہیں۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ جہاں حدیث میں پختہ قبر بنانے کی ممانعت آئی ہے وہاں پختہ مکان بنانے کی بھی ممانعت آئی ہے اب جو حضرات پختہ مزارات پر اعتراض کرتے ہیں۔ پہلے ان کو اپنے عالیشان مکانات کی طرف دیکھنا چاہیے۔ جس مصلحت سے پختہ مکانات بنائے جاتے ہیں۔ اسی مصلحت سے پختہ قبور اور مقبرے بنائے جاتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ پختہ مزارات یا مقبرہ جات اصحاب قبور کیلئے نہیں بلکہ زائرین کی سہولت اور آرام کیلئے تعمیر کیے جاتے ہیں۔ تاکہ سردی گرمی، آندھی بارش وغیرہ سے محفوظ رہیں۔

مزارات پر پھول اور چادر چڑھانے پر اعتراض

بعض حضرات مزارات پر پھول اور چادر چڑھانے پر اعتراض کرتے ہیں حالانکہ احادیث میں اسکی ممانعت نہیں ہے اگر کوئی امتناعی حدیث ہو توان حضرات سے درخواست ہے کہ مطلع فرمادیں۔ دراصل پھول اور چادر محبت کی علامت ہیں ہمیں اولیاء کرام سے محبت اس لیے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔ ولی کے معنی دوست کے ہیں۔ اولیاء اسکی جمع ہے اور قرآن عظیم ہی میں ان حضرات کو اولیاء اللہ کا خطاب ملا ہے۔ ہمارے گھر کی بات نہیں ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں الآان اولیا ء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (اللہ کے دوستوں کیلئے نہ خوف ہے نہ غم) بعض لوگ کہتے ہیں کہ مزارات پر پھول اور غلاف چڑھانا فضول خرچی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جہاں حضرت عشق خیمہ زن ہوتا ہے۔ وہاں انسان سب کچھ قربان کردیتا ہے۔ معترض حضرات پہلے اپنے گھروں کی طرف نظر کیا کریں بیوی بچوں کیلئے کس قدر لباس تیار کراتے ہیں۔ مزار کا غلاف ان زیورات اور ریشمی ملبوسات کا عشر عشیر بھی نہیں ہوتا ہے۔

مزارات پر بوسہ دینے پر اعتراض

بعض حضرات مزارات پر بوسہ دینے کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ حالانکہ سجدہ کرنا منع ہے بوسہ دینے کی کہیں بھی ممانعت نہیں آئی۔ اگر غیر اللہ کو بوسہ دینا منع ہوتا تو حجر اسود، کعبہ اور غلاف کعبہ اور بیوی بچوں کو بوسہ دینا منع ہوتا کیونکہ یہ بھی غیر اللہ ہیں

قلب

قال رسول اللہ ﷺ اِنَّ فِی الْجَسَدِ لَمُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَالْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ ہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جسم انسانی میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ ٹھیک ہو گیا۔ تو سارا جسم ٹھیک ہو گیا۔ اور اگر وہ بگڑا تو سارا جسم بگڑا۔ سنو! وہ قلب ہے۔

اس حدیث شریف میں بیان تو مضغہ صنوبری کا ہوا مگر حکم اس لطیفہ کا ہے جس کو اس مضغہ سے گہرا تعلق اور اتصال ہے۔ اسی وجہ سے بیان مضغہ ہوا۔ حدیث شریف میں درستی قلب کو درستی بدن کا سبب بتایا گیا ہے۔ اور وہ درستی قلب بغیر فناو بقا محال ہے۔ اس درجہ میں سالک فنائیت قلبی کے بعد واصل باللہ ہوتا ہے اس سے پہلے ایمان کے متزلزل ہونے کا خطرہ ہوتا ہے ۔صوفیائے کرام میں مشہور مقولہ ہے

"اَلْفَانِیْ لَایُرَدُّ وَالْوَاصِلُ لَایَرْجِعُ"

فانی رد نہیں کیا جاتا اور واصل واپس نہیں کیا جاتا۔

اس کی تصدیق بخاری کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں ابو سفیان اور ہرقل روم کا مکالمہ درج ہے۔

وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَرْتَدُّ	میں نے تجھ سے سوال کیا تھا کہ
أَحَدٌ مِّنْهُمْ عَنْ دِيْنِهٖ	کیا لوگ اس کا دین قبول کر
بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيْهِ	لینے کے بعد اسے برا سمجھ کر
سُخْطَةً فَزَعَمْتَ لَا وَ	ترک بھی کر دیتے ہیں تو تم نے
كَذَالِكَ الْإِيْمَانُ إِذَا	جواب دیا کہ "نہیں"اور ایمان
خَالَطَهٗ بَشَاشَةُ	کی بھی یہی حالت ہے۔ جب
الْقَلْبِ	اس کی تازگی قلب میں جم جاتی
	ہے۔(تو پھر دور نہیں ہوتی)

فنافی اللہ وبقااللہ کے مقامات پر فائز ہونے کے بعد ایمان دل میں جم جاتا ہے۔اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور سورت میں بیان فرمایا ہے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ	لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان کی
الْإِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ	محبت دی اور اس کو تمہارے
فِيْ قُلُوْبِكُمْ (الحجرات)	دلوں میں مرغوب کر دیا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اصل مکلّف قلب ہے۔ مخاطب قلب ہے۔عالم متکلم، فاہم قلب ہے سمع وبصر رکھنے والا قلب ہے۔ماخوذ قلب ہے۔باقی بدن سے اس کا تعلق صرف تدبر و تصرف کا ہے۔ آنکھیں اور کان قلب کے جاسوس ہیں۔زبان قلب کی ترجمان ہے۔ اصل انسان اور بدن کا بادشاہ قلب ہے۔

اصل مکلّف قلب ہے

تکلیف مشروط ہے عقل اور فہم سے اور ان دونوں کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔

كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ حَاكِياً عَنْ أَهْلِ النَّارِ۔ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيْرِ۔	اللہ تعالیٰ نے دوزخیوں کا قول نقل فرمایا۔ کہ کہیں گے کہ اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو دوزخ میں نہ ہوتے۔

معلوم ہوا کہ عقل قلب میں اور مدار تکلیف کا عقل اور فہم پر ہے اور فرمایا کان، آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی پوچھ ہوگی اور سمع وبصر کو قلب سے جوڑ دیا ہے کہ یہ دونوں دیکھی اور سنی ہوئی چیزوں کو پہچاننے کے لئے آلہ کا حکم رکھتے ہیں۔

عقل کا مقام قلب ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَا (الحج)	اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ "ان کے دل ہوتے کہ ان سے سمجھنے لگتے۔

جزا اور سزا کا تعلق اعمال قلب سے ہے۔

وَلٰكِنۡ يُّؤَاخِذُكُمۡ بِمَا كَسَبَتۡ قُلُوۡبُكُمۡ (البقرہ)	لیکن مواخذہ فرمائیں گے اس چیز پر "جو تمہارے دلوں نے کمائی ہے۔

علم و فہم کی ضد کی نسبت قلب کی طرف ہے

(i) خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ (البقرہ)	اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے۔
(ii) وَقَالُوۡا قُلُوۡبُنَا غُلۡفٌ (البقرہ)	اور انہوں نے کہا کہ ہمارے قلوب محفوظ ہیں۔
(iii) بَلۡ رَانَ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ (التطفیف)	بلکہ ان کی دلوں پر زنگ بیٹھ گیا ہے۔
(iv) لَهُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا يَفۡقَهُوۡنَ بِهَا (الاعراف)	اور ان کے دل ایسے ہیں جن سے سمجھتے نہیں۔
(v) وَثَبَتَ اَنَّ مَوۡضِعَ الۡجَهۡلِ وَالۡغَفۡلَةِ هُوَ الۡقَلۡبُ ۔	اور ثابت ہو گیا کہ جہالت اور غفلت کا محل قلب ہے۔

فائدہ

ان آیات قرآنی سے ثابت ہوا۔ کہ امین وحی و نبوت، امین اسرار الٰہی اور شریعت اور خزانہ اسرار غیبیہ قلب ہے۔ یہ وہ خزانہ ہے۔ جس پر عقل کا، راہزن ڈاکہ نہیں ڈال سکتا۔ قلب ہی تجلیات باری ولایت اولیاء اللہ اور کشف الہام کا خزانہ ہے۔

ہر انسان کے سینے میں ایک ہی دل ہے اور وہی محل تجلیات باری کے لئے مخصوص ہے اس لئے باری تعالیٰ اس میں غیر کا قبضہ پسند نہیں فرماتا۔ دل میں دو خانے ہیں ایک شیطان کا اور ایک رحمٰن کا۔ اور دل کے اوپر خناس بیٹھا ہوا ہے۔ جو دل میں وسوسے ڈالتا رہتا ہے۔

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝

(یعنی میں پناہ مانگتا ہوں) اس کے شر سے جو دل میں برے خطرے ڈالے اور دبک رہے۔ وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔

جب آدمی جماہی (باسی) لیتا ہے تو شیطان سانپ کی صورت میں منہ کے راستے داخل ہوتا ہے اور قلب کے اندر اپنا خار دار پھن پھیرتا ہے جس سے قلب میں طرح طرح کے خیالات آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب جمائی لو اپنے بائیں ہاتھ کی پشت سے منہ کو ڈھانپ لو۔

جب تک انسان کے دل پر شیطان کا قبضہ رہتا ہے اس وقت تک وہاں رحمٰن کا آنا مشکل ہوتا ہے۔ لہذا شیطان سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے۔ تاکہ وہاں اللہ کی تجلیات کا نزول ہو اور دل خدا کا عرش بن جائے۔

عَرْشِ اللّٰہُ تَعَالٰی قُلُوْبُ الْمُؤْمِنِیْن   مومن کا دل خدا تعالیٰ کا عرش ہوتا ہے۔

مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ اللہ کا نور مومن کے دل میں آجاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

"نہ میں زمینوں میں سما سکتا ہوں نہ آسمانوں میں مگر مومن کے دل میں سما سکتا ہوں"

مومن کا دل کعبے سے افضل ہے

حضرت داتا گنج بخشؒ کشف المحجوب میں لکھتے ہیں کہ حضرت محمد بن الفضلؒ فرماتے ہیں کہ میں اس شخص پر تعجب کرتا ہوں۔ جو دنیا میں اس کے گھر کو تلاش کرتا ہے وہ اپنے دل کے اندر اس کے مشاہدے کی خواہش کیوں نہیں کرتا اور گھر کی طلب میں ممکن ہے کہ وہ گھر کو پالے اور ممکن ہے کہ وہ گھر کو نہ پاسکے حالانکہ مشاہدہ ہر حال میں چاہیے۔ اگر اس پتھر کی عمارت کی

زیارت جس پر سال میں ایک مرتبہ نظر پڑتی ہے فرض کردی گئی ہے تو وہ دل جس پر شبانہ روز تین سو ساٹھ مرتبہ نظر پڑتی ہے اس کی زیارت تو بدرجہ اولیٰ کرنی چاہیے۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است

از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

دل کو حاصل کر یہ مقام حج اکبر ہے۔ اور ایسا دل ہزار کعبہ سے بھی افضل ہے۔

کعبہ بنگاہ خلیل آذر است

دل گزرگاہ جلیل اکبر است

کعبہ حضرت خلیل علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے۔ دل اللہ تعالیٰ کی گذرگاہ ہے۔

دل کعبہ اعظم است مکن خالی از بتاں

بیت المقدس مکن جائے بتگراں

دل سب سے بڑا کعبہ ہے اس کو خواہشات سے خالی کر بیت المقدس بتوں کے لئے مت بنا

حضرت محمد بن فضل بلخیؒ فرماتے ہیں میں اس شخص پر تعجب کرتا ہوں۔ جو جنگل صحرا اور بیابانوں کو عبور کر کے اس کے گھر حرم یعنی کعبۃ اللہ تک تو پہنچے۔ کیونکہ اس میں نبیوں کے آثار ہیں اور وہ کیوں اپنے

نفس کے جنگل اور اس کی خواہشات کی وادیوں کو عبور نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے دل تک پہنچے۔ اس لئے کہ اس میں مولا کے آثار ہیں۔

مطلب یہ کہ دل حق تعالیٰ کی معرفت کی جگہ ہے وہ اس کعبہ سے برتر ہے جو خدمت کا قبلہ ہے۔ کعبہ وہ ہے جس کی طرف بندہ کی نظر ہو اور دل وہ ہے جس پر حق تعالیٰ کی نظر ہو۔

اقسام قلب

(۱) قلب عالم یا منوری

(۲) زرد رنگ

(۳) قلب سلیم

(۴) قلب خواص یا قلب منیب یہ قلب خاص الخاص یا قلب شہید ہے۔

حدیث شریف

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قلب چار طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ دل ہے جو ایک لق دق میدان کی طرح صاف و ستھرا ہے اور اس میں ایک چراغ روشن اور تاباں ہے۔ یہ مومن کا قلب ہے۔ ایک قلب جو تاریک ہے اور ذلت سے سر جھکائے ہوئے ہے۔ یہ کافر کا دل ہے تیسرا دل وہ ہے جو غلاف سے لپٹا ہوا ہے۔ یہ

منافق کا دل ہے۔ چوتھا دل وہ ہے جو پہلو دار ہے۔ اس میں نفاق اور ایمان دونوں ملے ہوئے ہیں اور اس دل میں ایمان کی مثال ایسے زخم کی ہے جو پیپ اور زرد پانی سے مملو ہے۔ ان دونوں میں سے جو مادہ بھی اس پر غالب آجاتا ہے۔ اس کو اسی کے مطابق سمجھا جاتا ہے۔

گناہوں کی وجہ سے قلب اندھا اور بہرہ ہو جاتا ہے۔ مگر معالج روحانی کے علاج سے یہ امراض دور ہو جاتے ہیں۔ وہ قلب سقیم، قلب سلیم بن جاتا ہے۔

قلب سلیم

سلیم کے معنی ہیں سانپ کا ڈسا ہوا۔ طریقت میں قلب سلیم اسے کہتے ہیں۔ جسے عشق کے سانپ نے ڈس لیا ہو۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝	اس روز مال کام آئے گا نہ اولاد ہاں مگر اللہ کے پاس جو شخص پاک دل لے کر آئے گا (اس کے لئے مفید ہو گا)۔

قلب سلیم ہونے کے لئے دو شرائط ہیں۔

اول = صحت از امراض

قرآن مجید نے قلب کے امراض، کفر، شرک، شک اور خواہشات

نفسانی کے اتباع کو قرار دیا ہے ان امراض سے صحت حاصل کرنے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ کسی معالج روحانی (کامل مرشد) سے علاج کروایا جائے۔

دوسری شرط

یہ ہے کہ قلب کو غذائے صالح بہم پہنچائی جائے جس طرح غذائے صالح سے جسم انسانی صحت مند اور قوی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح قلب کی صحت اور قوت کیلئے غذائے صالح کی نشاندہی یوں کی گئی ہے۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ — سنو! ذکر الٰہی سے قلوب مطمئن ہوتے ہیں۔

علاجِ قلب اور غذائے قلب عارفین کاملین کے بغیر کہیں سے نہیں ملتی۔

قلب منیب

مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبٍ ۝ — جو کوئی ڈرتا ہے اللہ سے بن دیکھے اور آتا ہے ساتھ دل رجوع کرنے والے کے

قلب منیب سے توبہ پیدا ہوتی ہے خطرات نیک ظاہر ہوتے ہیں تقویٰ ریاضت اور عبادت اس کی صفت ہوتی ہے۔

انسان کے وجود کے اندر قلب مجسمہ نور ہے جب اس میں

دنیا آباد ہو جاتی ہے تو اس کا نور سلب کر لیا جاتا ہے۔

نسخہ کیمیا برائے روحانی امراض

حضرت شبلیؒ نے ایک حکیم سے کہا۔

مجھے گناہوں کا مرض ہے اگر اس کی دوا بھی آپ کے پاس ہو تو عنائیت کیجئے یہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں اور سامنے میدان میں ایک شخص تنکے چننے میں مصروف تھا اس نے سر اٹھا کر کہا۔

جو تجھ سے لو لگاتے ہیں وہ تنکے چنتے ہیں

"شبلی ! یہاں آؤ۔ میں اس کی دوا بتاتا ہوں۔ حیا کے پھول۔ صبر و شکر کے پھل۔ عجز و نیاز کی جڑ۔ غم کی کونپل۔ سچائی کے درخت کے پتے۔ ادب کی چھال۔ حسن اخلاق کے بیج۔ یہ سب لے کر ریاضت کے هاون دستہ میں کوٹنا شروع کر دو اور اشک پشیمانی کا عرق ان میں روز ملاتے رہو۔ ان سب اشیاء کو دل کی دیگچی میں بھر کر شوق کے چولہے پر پکاؤ جب پک کر تیار ہو جائے تو صفائے قلب کی صافی میں چھان لینا اور شیریں زبان کی ہوا سے ٹھنڈا کر کے استعمال کرنا۔"

حضرت شبلیؒ نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہ دیوانہ غائب ہو چکا تھا۔

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل   وہ دوکان اپنی بڑھا گئے

کیمیا پیدا کن از مشتِ گلے   بوسہ زن بر آستانے کاملے

انسان

انسان کے اندر چھ لطائف یعنی پوشیدہ نور

(۱) نفس (۲) قلب (۳) روح (۴) سر (۵) خفی

(۶) اخفا

نفس مطیع ہو کر قلب اور قلب صاف ہو کر روح اور روح صاف ہو کر سرّ اور سرّ پاکیزہ ہو کر خفی اور خفی بدل کر اخفا ہو جاتا ہے اور حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اخفا میں ہوں۔ اخفا کی تکمیل سے واصل باللہ ہو جاتا ہے۔

انسان میں پیدائش نفس

روح جسم میں جب داخل ہوتی ہے تو روح اور جسم کے وصال (یعنی ملاپ) سے نفس پیدا ہوتا ہے۔ پیدائش نفس کی نیکی و بدی مقدر پر ہے۔ اگر نیک پیدا ہوا تو نیک کام کرے گا اگر بد پیدا ہوا تو برے اوصاف ظاہر ہوں گے۔

روح اور نفس کے وصال سے قلب ظاہر پیدا ہوتا ہے۔

حواس ظاہری وباطنی

حواس ظاہری

دیکھنا، سننا، سونگھنا، مس کرنا (چھونا) یہ تمام جسم میں پھیلا ہوا ہوتا ہے۔

حواس باطنی

حس مشترک، خیال، وہم، حافظہ، عقل

حس مشترک

اس لئے کہتے ہیں کہ دو آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ تصور کرتا ہے۔ سونگھتا ہے۔ ناک سے تصور کرتا ہے۔ ایک کانؑ سے سنتا ہے۔ دو کانوں سے تصور کرتا ہے۔ ایک آنکھ کسی کی ترچھی ہوتی ہے تو اسے چیزیں جدا جدا نظر آتی ہیں۔

خیال

اسے کہتے ہیں کہ جب آنکھ سے دیکھتے ہیں، کانوں سے سنتے ہیں۔ یا ناک سے سونگھتے ہیں یا زبان سے چکھتے ہیں۔ جب تصور کرتے ہیں تو اسی چیز تک پہنچ جاتے ہیں۔

وہم

اسے کہتے ہیں کہ اندھیری رات میں رسی کو دیکھ کر سانپ تصور

کرے یا شراب کو دیکھ کر پانی کا خیال و تصور جمادے۔ یا یوں کہ غلط تصور کو وہم کہتے ہیں۔

حافظہ

کسی چیز کا ادراک یا یاد خیال میں قائم رہے۔

عقل

جس سے نیک وبد کھرے کھوٹے کی شناخت اور تمیز ہو۔

عالم خمسہ

۱۔ جب انسان دنیوی نقاہت یا جسم کے متعلق کاروبار میں مشغول ہوتا ہے اسے عالم ناسوت کہتے ہیں۔ یعنی ظاہر جسم و صورت یا صفات ظاہری کو عالم ناسوت کہتے ہیں۔

۲۔ جب انسان نیک کاموں یعنی عبادت الٰہی میں مشغول ہوتا ہے تو اس حالت کو عالم ملکوت کہتے ہیں۔

۳۔ جب انسان نیک کاموں مثلاً عبادت الٰہی میں سے الگ ہٹ کر اور دنیا کے کاروبار سے بھی جدا ہو کر خود شناسی میں مشغول ہوتا ہے اور محویت مدہوش رہتی ہے اسے عالم جبروت کہتے ہیں۔

۴۔ جب انسان اپنے آپ کو پہچان کر دعویٰ الوہیت کرتا ہے مگر بے خبر نہیں ہوتا۔ اسے عالم لاہوت کہتے ہیں

۵۔ جب انسان خدائے عزّوجل کو پہچان لیتا ہے اور ایسا بے خود بے ہوش ہو جاتا ہے۔ کہ نہ خود کی نہ خدا کی خبر رہتی ہے۔ بس ایسے عالم کو عالم ہاھوت کہتے ہیں۔

صفت ذات یا انسان کا جسم چار عناصر کا مرکب ہے۔ آگ، ہوا، پانی، مٹی اور پھر ان کے اوصاف۔

ا۔ آگ

روح کی حرکت سے شہوت و غضب، پیاس، بھوک، طمع، محبت، عشق، غرور وغیرہ۔

۲۔ ہوا

سانس، ہچکی، ڈکار، باد مخالف، انگڑائی، حرکت، اچھلنا، کودنا، بدن کا سوجنا وغیرہ کا موجب بنی۔

۳۔ پانی

تھوک، پیشاب، پسینہ، رینٹھ، آنسو وغیرہ۔

۴۔ مٹی

ناخن، میل، پاخانہ کی صورت اختیار کی۔

سوائے اس کے انسان میں اور قوتیں بھی جیسے قوت مولودہ، معودہ، ہاضمہ، جاذبہ، مالکہ، دافعہ، عملیہ، نظریہ، شہویہ، غضبیہ، بہیمہ، رحمانیہ

موجود ہیں۔

انسان میں سات اوصاف ہیں

(۱)ذات حیات (۲) علم (۳) ارادہ (۴) قدرت (۵) کلام (۶) سمع (۷) بصر۔

ذات حق۔ ذات انسان۔ علم انسان، روح قلم، قطب عرش، جسم کرسی، نفس، قلب، روح، سر، خفی، اخفا۔

قلب صاف ہو کر روح اور روح صاف ہو کر سر اور سر پاکیزگی اختیار کر کے خفی کا درجہ اختیار کرتا ہے۔ اسی طرح خفی صاف ہو کر اخفا اور اخفا سے پاکیزگی حاصل کر کے واصل باخدا ذات مطلق جاتا ہے۔ انسان کا معدہ اصل الاصول ذات خدائے تعالیٰ ہے۔ وطن اس کا عالم قدس ہے۔ نیز دل اس کا درجہ اسفل عالم ناسوت ہے۔ روح یہاں خاکی کمالات حاصل کرنے کے لئے آئی ہے۔

اور یہ اغراض و مقاصد آفرینش کی تکمیل ہے۔ اگر اس عالم ناسوت سے واپس عروج کی طرف رجوع ہو گی اور توجہ اس کی الی الباطن کر دی گئی تو یہ روح کا قطرہ اصل دریائے وحدت سے جا ملے گا۔ اور حقیقی دائمی زندگی اور سرور اور آزاد و خود مختاری کی نعمت سے بفضل خدائے عزوجل مشرف ہو جائے گا۔ برعکس اگر توجہ اس کی الی الظاہر ہوئی۔ تو درجہ اسفل سے نزول کر کے اسفل السافلین کو پہنچے گا۔ جو نزول کا آخری و انتہائی درجہ ہے۔ جسے مقام

حاویہ بھی کہا گیا ہے۔ یعنی ساتویں دوزخ۔

انسان اور چودہ طبق

جو کچھ چودہ طبق میں موجود ہے۔ وہ سب کچھ بنی آدم میں موجود ثابت ہے۔ اسی لئے اس کو انسان یا عالم صغیر کہتے ہیں اور چودہ طبق کو انسان اور عالم کبیر کہتے ہیں۔ اس عالم ناسوت یعنی عالم خلق میں جو بھی پیدا ہوتا ہے اس کو خود فراموشی کا مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ اس مرض کی اگر دوڑ یا موجب عروج ہے تو وہ صرف یادِ اللہ یعنی ذکر ہے۔ معرفتِ الٰہی و خود شناسی کے حصول کے لئے ممکن نہیں کہ ہو سکے اور اس کی دوڑ اور عروج کے دو اسباب ہیں۔ یا تو کسی رہبر سے باقاعدہ سلوک کی تعلیم حاصل ہو یا بے قاعدہ یعنی بجز تعلیم سلوک کسی مردِ مجذوب کے جذب و اثر سے منزلِ مقصود تک پہنچ سکے۔ مگر یہ شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ اکثر بے خبر ہی رہتے ہیں۔ کمالیت یہ ہے کہ دودھ سے بالترتیب گھی بنا چھوڑے نہ برعکس اس کے دودھ خراب ہو جائے نہ بالائی نہ دہی نہ مکھن کی صورت نہ گھی تک نوبت پہنچ سکے۔

نفس

اسے کہتے ہیں کہ جب روح سفر ظاہری یعنی توجہ الی الظاہری میں یعنی دنیا کے کاروبار نفع نقصان میں مشغول ہو جاتی ہے تب نفس کے درجہ آخری (یعنی امارہ) میں رہتی ہے۔ یہاں اس کا نام نفس ہو جاتا ہے۔ اگر اس کی

توجہ سفر باطنی کی طرف یعنی الی الباطن ہوتی ہے۔ تو اس کا عروج قلب سے روح۔ روح سے سر۔ سر سے خفی۔ خفی سے اخفا۔ اخفا سے باخدا ہو جاتا ہے۔ یعنی قطرہِ جان، دریائے جان سے مل کر خود خدا سے مل جاتا ہے۔ تو تمام طاقتیں خدائے عزوجل کی اس میں سما جاتی ہیں۔ جس طرح دریا کی بوند دریا سے مل کر دریا ہو جاتی ہے۔

موت اور زندگی کا فاصلہ صرف سانس ہے۔ اسی طرح کفر اور اسلام یعنی شک اور یقین کا فاصلہ صرف سانس ہے اور جسے زندگی کہتے ہیں وہ بھی سانس ہے۔ انسان کا وجود مثل لفظ کے ہے اور اس میں روح مثل معنی کے ہے۔ وہ بھی سانس ہے۔ تمام موجودات کا جو متحرک ہے وہ بھی سانس ہے۔ گویا تمام موجودات کا مرکب سانس ہے۔

پس جب انسان اپنی زندگی یا سانس سے غافل ہے تو وہ خود بے جان کی طرح ہے۔

دانا انسان وہی ہے کہ ایسے مبارک و مقدس سانس کو غفلت میں نہ گزارے بلکہ خیال کو سانس کے ساتھ ہی رکھے۔ تاکہ جب وہ وجود میں آئے اور جائے تو بے فائدہ اس کی بازگشت نہ ہووے۔ ذکرِ الٰہی سے داخل اور ذکرِ الٰہی سے خارج جو سانس میں کلماتِ طیبات ہوتے ہیں وہ خدا تک پہنچ جاتے ہیں۔ پس وجود کو تو اس سر کی آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے اور یہ وجود مثل لفظ کے ہے اور لفظ کے معنی کو علم کی آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے اور وہ روح یا دم

ہے اور لفظ سے پہلے معنی ہے کیونکہ معنی علم ہے اور علم ہونے کے بعد لفظ ہے۔ اسی طرح روح جسم سے پہلے ہے اور جسم جو لفظ کی طرح ہے یہ اگر فنا ہو گیا تو بھی معنی (روح) باقی ہے۔ پس فنا جسم کے لئے ہے نہ کہ روح کے لئے۔ فنا عالمِ خلق کو اور بقا ہمیشہ سے روح کے لئے ہے۔ روح کو فنا اور بقا سے کچھ غرض نہیں وہ عالمِ امر سے ہے نہ کہ عالمِ خلق سے ہے۔ نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ بیٹا۔ غرض وہ مجرد ہے نہ نفس ہوا ہے۔ نہ خاک ہے نہ آب وہ اپنی ہستی سے آیا ہے۔

وہ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ سے ہے نہ عالمِ ارواح سے۔

یہ خاص ہدایت اللہ والوں کے لئے ہے۔ اللہ کو اپنی مخلوق بہت ہی پیاری ہے۔ اللہ سے پیار کرنے سے قلب حاصل ہوتا ہے اور یہ پیار رہبر کامل اولیاء اللہ سے ملتا ہے۔

غالب میاں اپنے کلام میں فرماتے ہیں۔ کہ آجکل کے مولوی حضرات دن رات جنت دوزخ اور حور و غلمان کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ان کے بیان خام سے کیا واسطہ کیونکہ

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

کیونکہ ہم تو ازل سے ہی جنت کے باشندے ہیں اور جو باشندہ ہوتا ہے اسے وہاں کے تمام تر حالات سے واقفیت ہوتی ہے۔ اسلئے ہمیں اس

سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ کیونکہ یہ توہمارا سابقہ گھر ہے۔ جسے ہم چھوڑ کر آئے ہیں۔ ساتھ ہی علامہ اقبال بھی یہی فرما گئے ہیں۔

میرے نالے کو سمجھا تو رضواں سمجھا
مجھے جنت سے نکالا ہوا اک انساں سمجھا

ثابت ہوا کہ ہم تو ازل سے جنت کے باشندے ہیں اور وہاں سے نکالا گیا ہے۔

پرے ہے چرخ نیلی نام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گرد راہ ہوں وہ کارواں تو ہے

اس شعر میں مسلمان کی حد تعریف کو اجاگر کیا گیا ہے۔ کہ آجکل کے لوگ تعویذ گنڈے جادو کے پیچ وخم میں مبتلا رہتے ہیں اور ہر کام ان کی مدد سے ہی کروانے کے عادی ہوتے جارہے ہیں۔ مگر یہ منزل مسلمان کی نہیں ہے بلکہ مسلمان کی منزل تو اس سے کہیں آگے ہے۔ چونکہ ان کا اثر تو صرف آسمان سے نیچے ہی رہتا ہے۔ مگر مسلمان ہی ہے جو اس سے آگے کے راز سے واقف ہے۔ اور اللہ نے بھی فرشتوں سے ہمکلام ہوتے ہوئے فرمایا تھا۔ کہ تم نہیں جانتے جو کہ میں جانتا ہوں۔ یہ کس کے متعلق فرمایا تھا؟ وہ ایک مسلمان مرد، نبی اور انسان کے لئے تھا۔ کہ اس کا جہاں تک علم ہے۔ وہاں تک مجھے معلوم ہے۔ تم نہیں جانتے۔ گویا فرشتے بھی اس پر شرمندہ و نادم ہوئے اور مسلمان کی حقیقت واضح ہو گئی۔

نفخت فیہ من روحی کا زیور زیب تن کر کے
کوئی معشوق پردے میں چھپا معلوم ہوتا ہے

کامل تر انسان

واضح رہنا چاہیے کہ محققین کے نزدیک باعتبار ترتیب ، کامل تر انسان تین معنی سے ہے۔ ایک روح، دوسرے نفس، تیسرے جسم اور اس کے ہر ذات وجود کے لئے ایک صفت ہوتی ہے جو اس کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔ روح کے لئے عقل ، نفس کیلئے خواہش اور جسم کے لیے احساس، انسان سارے عالم کا نمونہ ہے اور عالم دونوں جہاں کا نام ہے۔ انسان میں دونوں جہاں کی علامت و نشانی ہے۔ اس جہان کی نشانی پانی ، مٹی ، ہوا اور آگ ہے۔ اسی سے بلغم ، خون ، صفرا اور سودا کی ترکیب ہے اور اس جہان کی نشانی جنت دوزخ اور میدان قیامت ہے۔ انسان میں بہشت کی لطافت کی قائمقام روح ہے۔ دوزخ کی آفت و وحشت کا قائمقام نفس ہے اور عرصات یعنی میدانِ قیامت کا قائمقام جسم ہے ان دونوں معنی کا جمال قہر و محبت ہے۔ لہذا جنت خدا کی رضا کی تاثیر اور دوزخ اس کی ناراضگی کا نتیجہ ہے۔ اسی طرح مومن کی روح، معرفت کی راحت اور اس کا نفس حجاب و ضلالت سے ہے۔ جب تک مومن قیامت میں دوزخ سے نجات حاصل کر کے جنت میں نہ پہنچے۔ وہ دیدار الٰہی کی حقیقت سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا اور مراد کے تحقق میں

نہیں پہنچ سکتا اور حقیقت قربت و معرفت جو کہ روح کی اصل ہے۔ حاصل نہیں کر سکتا۔ لہذا جو شخص دنیا میں خدا کو پہچانتا ہے اور دوسروں سے منہ موڑ کر راہِ شریعت پر قائم رہتا ہے۔ وہ قیامت میں دوزخ اور پلصراط کو نہ دیکھے گا۔

خلاصہ یہ کہ مومن کی روح اسے جنت کی طرف بلانے والی ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ دنیا میں جنت کا نمونہ ہے اور نفس دوزخ کی طرف لے جانے والا ہے۔ کیونکہ وہ دنیا میں دوزخ کا نمونہ ہے۔ اس مومن و عارف ربانی کے لئے عقل مدبر کامل ہے اور جاہل و نادان کے لئے نفس کی خواہش، ناقص قائد ہے۔ عارف کے لیے عقل کی تدبیر درست اور حق اور دوسرے کی خطاء۔ لہذا طالبانِ حق پر واجب ہے۔ کہ ہمیشہ نفس کی مخالفت پر جمار ہے۔ تاکہ اس کی مخالفت پر عقل و روح مدد کرتی رہے کیونکہ وہ اسرارِ الٰہی کا مقام ہے۔ (کشف المحجوب)

فنا کی منازل

سالک کو پہلے فنافی الوجود ہونا پڑتا ہے یعنی اپنے تمام ارادوں اور خواہشات کو ختم کرنا پڑتا ہے اس کے بعد فنافی الشیخ کا درجہ ہے پھر فنافی الرسول اور فنافی اللہ اور بقاباللہ کی منازل ہیں۔

فنافی الشیخ

فنافی الشیخ میں سالک اپنے اختیار سے دست بردار ہو جاتا ہے اور ہر کام پیر و مرشد کی رہنمائی میں سرانجام دیتا ہے ہمہ وقت اس کی رضا اور اطاعت وخدمت میں لگا رہتا ہے اُس کی اپنی مرضی نہیں رہتی۔ پیر و مرشد کی ذات میں گم ہو جاتا ہے تصور شیخ میں محو رہتا ہے اور کوئی کام بھی شیخ کی مرضی کے خلاف نہیں کرتا۔ حتی کہ اس مقام کو پہنچتا ہے۔

کیا کہوں کیسی ہوئی مجھ پہ عنایت پیر کی
اپنی صورت ہی نظر آتی ہے صورت پیر کی
کفر و ظلمت شرک و بدعت ہو گئے معدوم سب
جب سے قائم ہو گئی ہے دل میں صورت پیر کی

حضرت سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں

تصور شیخ کی زیادتی سے جو وجود میں ایک نورانی صورت ظاہر ہوتی

ہے وہ صورت علم کی فضیلت بیان کرتی ہے کہ قرآن، حدیث فقہ، فرض، سنت، واجب اور مستحب کو بجالانا چاہیے اور کبھی وہ صورت ذکر اللہ میں غرق ہوتی ہے اور کبھی وہ صورت زمانہ گذشتہ زمانہ حال اور زمانہ مستقبل کے حالات ایک ایک کر کے ظاہر کرتی ہے۔ اکثر وہ صورت اپنے تئیں دن رات نماز اطاعت اور بندگی سے فارغ نہیں رکھتی اور ہمیشہ وہ صورت شرع کی پابند رہتی ہے فنافی الشیخ کے مرتبے میں وہ صورت وجود کے اندر غائب رہتی ہے اور وجود گناہوں سے تائب رہتا ہے ایسی صورت صفائی تصور سے حاصل ہوتی ہے یہ صورت نفس کو ملامت کرنے کیلئے اسے "الست بر بکم "یاد دلاتی ہے تاکہ سرکشی اور انحراف چھوڑ دے اور راستے پر آجائے۔ یہ مراتب طفلان شناسی نفس کہلاتا ہے شیخ کامل کو الہام پیغام سے نہیں آزمانا چاہیے جس میں معرفت اور فقر کا پیغام نہ پایا جاتا ہو تو اس پر دھوکہ نہ کھانا چاہیئے۔

کامل مرشد کی یہ نشانی ہے کہ اسے قرب الٰہی حاصل ہو اور خدا کی حضوری کا منظور ہو اور اس کا باطن معمور ہو اور ناقص مرشد یہ ہے جو مخنث صورت، بے شرع، بے اثر اور اہل بدعت ہو ایسا مرشد کسی کام کا نہیں اگر صاحب فنافی الشیخ گناہ کی طرف رجوع کرے تو صورت اس کو منع کرتی ہے اور گناہ سے بچاتی ہے اور حرص اور شہوت کے غلبوں کو روکتی ہے اور اگر سو جائے تو وہی صورت توفیق الٰہی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر مجلس محمدی ﷺ میں پہنچاتی ہے اور مراتب دلاتی ہے اور ایسے شخص کا باطن نہایت صاف

ہوتا ہے۔

وہ صورت سخاوت میں حاتم سے بڑھ کر ہوتی ہے مذکورہ بالا مراتب صاحب فنافی الشیخ کو حاصل ہوتے ہیں اور اس کا باطن صفا ہوتا ہے اور مقام فنا فی الشیخ کا یہ ہے کہ جب طالب اللہ شیخ کی صورت کا باطن میں تصور کرتا ہے تو شیخ کی صورت اسی وقت حاضر ہو کر طالب کا ہاتھ پکڑ کر معرفت اور مجلس محمدی ﷺ میں پہنچا دیتی ہے ایسے شخص کو یحیی و یمیت کہتے ہیں۔

فنافی الرسول

اور فنافی الرسول یہ ہے کہ جب حضرت محمد ﷺ کی روح پاک بمعہ اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم بڑی مہربانی کے ساتھ تشریف فرما ہوتی ہے اور صاحب تصور کو فرماتے ہیں کہ میرا ہاتھ پکڑو آپ ﷺ کا دست مبارک پکڑتے ہی اسے معرفت الٰہی حاصل ہوتی ہے اور روشن ضمیر ہو جاتا ہے اور ارشاد کے لائق ہو جاتا ہے۔

فنائی اللہ

جو اس مقام پر پہنچتا ہے وہ توحید الٰہی کے دریا سے پیالہ پیتا ہے اور شریعت کا لباس سر سے پاؤں تک پہنتا ہے شرعی احکام بجا لاتا ہے اور جو بال بھر بھی معرفت الٰہی دیکھتا ہے اسے جاہل کے روبرو بیان نہیں کرتا اور نہ جوش و خروش کرتا ہے اور ڈینگیں نہیں مارتا۔

ناتوانی خویش راز خلق پوش   عارفانے کے پسند ند خود فروش

(جہاں تک تجھ سے ہو سکے تو اپنے تئیں خلقت سے چھپا۔ نمود دیئے کو عارف کب پسند کرتے ہیں)

فنا اور بقا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ○

جو تمہارے پاس ہے وہ فنا ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔

دوسری جگہ فرماتا ہے!

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ○

زمین پر جو کچھ ہے وہ فنا ہونے والی ہے اور تمہارے رب کی عزت و جلال والی ذات باقی رہنے والی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اس روایت میں فنا کے سلسلہ میں وضاحت ملتی ہے کہ وہ طواف میں مشغول تھے اس وقت ایک شخص نے ان کو سلام کیا انہوں نے اس کا جواب نہ دیا اس نے اس امر کی شکایت ان کے کسی دوست سے کی انہوں نے اس کے سلام کا جواب دیا کہ ہم وہاں اللہ کا مشاہدہ

کررہے تھے (اس شخص کو کیسے دیکھتے اور سلام کا جواب دیتے) یہ بھی کہا گیا ہے کہ اشیاء کا نظروں سے غائب ہو جانا فنا ہے جس طرح دیدار الٰہی کے وقت کوہ طور پر حضرت موسیٰؑ فنا ہو گئے تھے۔ وَخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا

شیخ فرازؒ فرماتے ہیں فنا نام ہے حق کے ساتھ معدوم رہنے کا اور حق کے ساتھ موجود رہنے کا نام بقا ہے۔

بہر حال فنا اور بقا کے سلسلہ میں شیوخ حضرات کے اقوال بہت کچھ موجود ہیں اور ان میں سے بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ مخالفات کی فنا اور موافقات کی بقا یعنی خدا کے مخالفت کو فنا اور موافقت کو باقی رکھا جائے اور یہی بات توبۃ النصوح میں پائی جاتی ہے بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ دنیا کی رغبت حرص اور امید ختم ہو جائے اور یہی تعریف زہد کی ہے بعض نے اوصاف مذمومہ کو فنا کر دینے کا نام فنا اور اوصاف محمودہ کو باقی رکھنے کا نام بقا رکھا ہے اور یہ تزکیۃ النفس ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں فنائے مطلق کی دو قسمیں ہیں۔ ایک فنائے ظاہری، دوسری فنائے باطن۔

اس اعتبار سے ظاہری فنا یہ ہے کہ حق تبارک تعالیٰ کی تجلیات بندہ حق کے افعال سے نمودار ہوں اور وہ بندے سے اس کے ارادوں اور اختیارات کو سلب کرے۔ یہاں تک کہ وہ حق کے سوا نہ اپنا کوئی فعل دیکھ سکے اور نہ غیر کا پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے معاملہ کا آغاز ہو۔

مطلق فنا کا مقام

جو بندہ حق اس مقام سے سر فراز و سر بلند ہوتا ہے وہ کئی کئی روز بغیر کھائے پیئے گزار دیتا ہے تاوقتیکہ اس معاملہ میں بھی خداوند تعالیٰ کا کوئی فعل نمودار نہ ہو اور یہ اس وقت تک نہیں کھاتا پیتا جب تک اللہ کی طرف سے کوئی شخص اسے کھلانے پلانے پر متعین نہیں ہو جاتا حقیقت میں فنا اسی کا نام ہے کیونکہ اس فنا ہونے والے نے اپنے نفس کو اور اپنے سے غیر سب کو فنا کر دیا ہے اور اس کی نظریں ہر دم اللہ تعالیٰ کے فعل پر مذکور رہتی ہیں اور غیر کے تمام افعال اس کی نظر میں فنا ہو جاتے ہیں۔

باطنی فنا

باطنی فنا یہ ہے کہ بندہ حق کو کبھی صفات کے ذریعہ مکاشفات حاصل ہو اور کبھی عظمت ذات کے آثار کا اس کو مشاہدہ ہو اور اس کے باطن پر امر حق اس طرح مستولی ہو جائے کہ کوئی وسوسہ اور کوئی تصور باقی نہ رہے اور فنا میں غیوب احساس ضروری نہیں ہے ہر چند اس موقع پر بعض حضرات کے احساس بھی غائب ہو جاتے ہیں تاہم یہ صورت کلی (علی الاطلاق) فنا کے لئے ضروری نہیں ہے۔ (عوارف المعارف)

فنا کی مزید وضاحت

اہل حق کا ظرف کبھی اس قدر وسیع ہو جاتا ہے کہ اس پر روحاً اور قلباً فنا کا اطلاق ہو تا ہے بایں ہمہ وہ اپنے ارد گرد وقوع میں آنے والے افعال واقوال سے بے خبر نہیں ہو تا فنا کی ایک صورت اور نوعیت یہ بھی ہے کہ اس کے تمام افعال واقوال کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات ہو اور وہ اپنے تمام امور میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا منتظر رہے تا کہ کاموں کا ذمہ دار وہ نہ بنے بلحہ اللہ تعالیٰ ہو ایسا شخص جو اپنے اختیار کو ترک کر کے فعل خداوندی کا منتظر رہے اور ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے وہ بھی فانی ہے۔

جب اللہ تعالیٰ اس فنا کے بعد اپنے اس بندے کے اختیار کو بحال کردے گا اور اس کو امور متعلقہ کی انجام دہی میں تصرف حاصل کرنے پر اس کو مختار بنادے۔ یعنی وہ اپنے کاموں کو جیسا چاہے انجام دے اور وہ فعل خداوندی اور اس کی اجازت کا منتظر نہ رہے تو وہ بندہ حق باقی ہے۔

باقی کا مقام

باقی ایسے مقام پر فائز ہو تا ہے جہاں حق اور مخلوق میں حجاب باقی نہیں رہتا لیکن اس کے برعکس محبوب حق جو فانی ہے وہ خلق کے حق سے محجوب ہے۔

یہ فنا فنائے ظاہری ارباب قلوب اور ارباب حال کے لئے مخصوص ہے لیکن فنائے باطنی اس بندہ حق کے لئے جو احوال کی بیڑیوں سے رہائی پا کر (احوال سے ترقی کر کے) اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ گیا ہے اور احوال کا مقید و پابند نہ رہا ہو بلحہ وہ اپنے دل کے دائرہ عمل سے نکل کر اس ذات تک پہنچ گیا ہو جو مقلب ہے اور قلب کے ساتھ نہ رہا ہو۔ (عوارف المعارف)

مشاہدہ اور مجاہدہ

اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جدوجہد اور کوشش کرنے کو مجاہدہ کہتے ہیں اور اسے پالینے کو مشاہدہ کہتے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرئیلؑ کے احسان کے بارے مین ان کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا

اَنْ تَعْبُدُ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ

تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اگر ایسا نہ کر سکو تو یوں سمجھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

حضرت داؤدؑ کو اللہ نے وحی فرمائی کہ اے داؤد تم جانتے ہو میری معرفت کیا ہے؟

عرض کیا نہیں! فرمایا وہ دل کی زندگی، میرے مشاہدہ میں ہے۔

مشائخ طریقت کے نزدیک عبادت سے مراد دل کی آنکھوں سے مشاہدہ الٰہی کرنا ہے یعنی وہ بے کیف و کم خلوت و جلوت میں دل سے اللہ تعالیٰ کا دیدار و مشاہدہ کرتے ہیں حضرت ابو العباس بن عطارؒ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ!

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ	بلا شبہ جنھوں نے مجاہدے میں
بِالْمُجَاھِدَۃِ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا	کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ
عَلٰی بَسَاطِ الْمُشَاھِدَۃِ	مشاہدہ کے فرش پر کھڑے ہوئے۔

حقیقتاً مشاہدہ کی دو قسمیں ہیں ایک صحت یقین دوسرا ایسا غلبہ محبت جس سے ایسا درجہ حاصل ہو جائے کہ مکمل طور پر دوست کی ہر بات میں وہی نظر آئے اور اس کے سوا کچھ نظر نہ آئے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِ ھِمْ اَیْ اَبْصَارِ الْعُیُوْنِ مِنَ الشَّھَوَاتِ وَالصِّیَارِ الْقُلُوْبِ عَنِ الْمَخْلُوْقَاتِ	اے محبوب تم فرما دو اپنی آنکھوں کو بند رکھو یعنی سر کی آنکھوں کو شہوتوں سے اور دل کی آنکھوں کو مخلوقات سے۔

لہٰذا جو شخص چشم سر کو مجاہدہ میں شہوت سے بند رکھتا ہے یقیناً وہ باطنی آنکھ سے حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ سے لوگوں نے پوچھا کیسے ؟

فرمایا گزشتہ ستر سال کی عمر حجاب میں گزری ہے اور میں نے اس میں مشاہدہ نہیں کیا ہے لیکن چار سال ہیں جس میں مشاہدہ ہوا ہے حجاب کے زمانہ کی عمر کچھ نہیں ہے۔

حضرت شبلیؒ اپنی دعا میں فرماتے ہیں!

"اے خدا جنت اور دوزخ کو اپنے غیب کے خزانوں میں پوشیدہ رکھ اور ان کی یاد لوگوں کے دل سے فراموش کر تاکہ لوگ تیرے لئے ہی عبادت کریں" جس وقت طبیعت کو جنت کے حصول کا لالچ ہوگا تو آج یقینی طور پر عقلمند اس کے لئے عبادت کرے گا اور جس دل میں محبت کا کچھ حصہ نہ ہو وہ غافل ہے یقیناً وہ مشاہدہ سے محجوب ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے شب معراج کے بارے میں سیدنا عائشہ صدیقہؓ کو خبر دی کہ!

"میں نے خدا کو نہیں دیکھا" اور حضرت عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ "میں نے خدا کو دیکھا" لہذا لوگ اسی اختلاف میں پڑے ہوئے ہیں اور جس نے غور کیا وہ اس اختلاف سے نکل گیا چنانچہ جس سے یہ فرمایا کہ میں نے دیکھا اس سے چشم باطن سے دیکھنا مراد لیا اور جس سے یہ کہا کہ میں نے نہیں دیکھا اس سے چشم سر سے دیکھنا مراد لیا ہے ان دونوں میں ایک اہل ظاہر ہے اور ایک اہل باطن ہر ایک سے اس سے اپنے حالات کے مطابق بات فرمائی لہذا جب باطنی آنکھ سے دیکھا تو اگر سر کی آنکھ کا واسطہ نہ ہو تو کیا مضائقہ۔ (کشف المحجوب)

سلسلہ عالیہ میں بیعت کے بعد جو پہلا حکم ہے وہ یہی ہے کہ ظاہر کی آنکھ کو بند کر لو اور دل کی طرف توجہ کرو اور یہ اسی فرمان الٰہی کے تحت ہے جو کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کیونکہ ظاہر کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کا ادراک نہیں کر

سکتیں لہذا ظاہر کی آنکھ بند کر کے دل کی آنکھ سے مراقبہ میں مشاہدہ کا حکم دیا جاتا ہے ذکر و فکر ذوق و شوق سے تصوریار کی تاکید ہوتی ہے۔

سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں!

ایہ تن رب سچے دا حجرہ پا فقیرا جھاتی ہو
ناں کر منت خواج خضر دی تیرے اندر آب حیاتی ہو
شوق دا دیوا بال ہنیرے متاں لبھے وست کھڑاتی ہو
مرن تھیں اگے مر گئے باہوؒ جنہاں حق دی رمز پچھاتی ہو

اس کی مکمل تشریح قلب کے باب میں ہے۔

بعض سالکین کو مجاہدے سے مشاہدے کی طرف لایا جاتا ہے اور بعض کو مشاہدے سے مجاہدے کی طرف آنا پڑتا ہے۔ مجاہدہ ہر حال میں کرنا پڑتا ہے سلسلہ عالیہ میں بہت سے مریدین (مرد اور خواتین) کو شروع سے ہی مشاہدہ کروادیا گیا ہے اور بعض مجاہدے سے مشاہدے کی راہ پر گامزن ہیں بہر صورت بغیر رہبر کامل کے نہ مجاہدہ درست ہے اور نہ ہی مشاہدہ تک پہنچا جا سکتا ہے یہ تو شیخ کامل کی توجہ اور عنایات سے ہی حاصل ہوتا ہے جتنے بھی اولیاء اللہ ہوئے ہیں انہوں نے کسی کامل شیخ سے بیعت کی اور سالہا سال ان کی اطاعت و خدمت میں مصروف رہے تب جا کر کہیں اپنے گوہر مقصود کو پایا ہے کیونکہ نبوت کا تعلق بلاواسطہ خدا سے ہے اور ولایت اتباع نبوت ہے یہ بالواسطہ اللہ سے تعلق پیدا کرتے ہیں شیطان جو کہ بہت بڑا عالم

اور عابد تھا بلاواسطہ خدا تک پہنچنا چاہتا تھا مگر راندہ درگاہ ہوا لہذا جنہوں نے بالواسطہ کوشش کی وہ مقرب بارگاہ ہوئے آج بھی اسی طرح خدائے تعالیٰ کا قانون کارفرما ہے کہ جو لوگ بلاواسطہ اللہ تعالیٰ کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ بارگاہ سے دور اور مردود ہیں اور جو کسی شیخ کامل کی رہنمائی سے مجاہدہ کرتے ہیں وہ اسکے ثمرات یعنی مشاہدہ حق کی دولت سے مالامال ہوتے ہیں۔

جس کو مشاہدہ حق نہیں اس کا اندھا ہو جانا ہی بہتر ہے

مولانا رومؒ دفتر سوم میں فرماتے ہیں کہ شریعت میں اندھے کا امامت کے لئے آگے بڑھنا منع اور مکروہ ہے۔ اگرچہ وہ اندھا حافظ قرآن ہوشیار اور فقیہ ہی کیوں نہ ہو۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ بینائی نہ ہونے کی وجہ سے وہ گندگی کو نہیں دیکھ سکتا فرماتے ہیں کہ خدا کرے کہ کسی مومن کی آنکھ اندھی نہ ہو۔

مولانا رومؒ ظاہری اندھے کے متعلق شریعت کے فیصلے کی وضاحت کے بعد فرماتے ہیں کہ ظاہری اندھا ہونا تو اتنی بری بات نہیں جتنا کہ باطنی طور پر اندھا ہونا برا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ باطنی اندھا تو برائیوں کی کان ہے۔ ظاہری اندھے کی نجاستوں کو تو پانی سے دھویا جا سکتا ہے مگر باطنی اندھے کا ازالہ بہت مشکل سے ہوتا ہے۔ کیونکہ باطنی نجاست تو بڑھتی ہی رہتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ باطنی نجاست کو آنکھوں کے پانی (گریہ

وزاری) کے سوا دھونا ممکن نہیں اللہ تعالیٰ نے کافر کو نجس کہا ہے اور اسکی یہ نجاست ظاہری کی بدبو تو بیس قدم تک ہوتی ہے۔ مگر باطنی نجاست کی بدبو شہرِ رے (RAY) سے شام تک ہی نہیں جاتی بلکہ آسمانوں تک جاتی ہے۔ ان باتوں سے مولانا یہ ثابت کرتے ہیں کہ جسے مشاہدہ حق نہیں اسکا اندھا ہو جانا ہی بہتر ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ دیدار یعنی مشاہدہ آخرت میں ہوگا دنیا میں نہیں ہو سکتا تو اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے!

وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖ اَعْمٰى	اور جو اس زندگی میں اندھا ہو وہ
فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى	آخرت میں اندھا ہے اور بھی
وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝	زیادہ گمراہ

(بنی اسرائیل)

اس لئے کسی عارف نے خوب فرمایا ہے!

جس کو درشن اِت ہے اس کو درشن اُت
جس کو درشن اِت نہیں نہ اِت نہ اُت

یعنی آخرت میں (جنت میں) دیدار الٰہی اسے ہی نصیب ہوگا جسے یہاں مشاہدہ حاصل ہو گیا اور جو یہاں اس سے محروم رہا یعنی اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا دیکھ نہ سکے گا۔

سالک کو چاہیے کہ وہ تمنا نہ کرے بلکہ شیخ کے بتائے ہوئے طریقہ

سے مراقبہ اور مجاہدہ میں مشغول رہے کیونکہ جب تک تمنا کرتا رہے گا دیر ہوتی چلی جائے گی اور جب تمنا مٹاکر خلوص دل سے اس پر کاربند رہا تو مشاہدہ جلد ہو جائے گا۔

جیسے حضرت موسیٰؑ نے عرض کی "رب ارنی" اے میرے رب میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں تو حکم ہوا "لن ترانی" تو نہیں دیکھ سکتا یہ اس لئے تھا کہ تمنا مٹا کر آ اور حضرت سید عالم ﷺ نے تمنا بھی نہ کی مگر اللہ تعالیٰ خود بیقرار ہوا اور اپنے قرب خاص میں بلوا کر بار بار دیدار کرایا۔

لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ (النجم)	اور وہ جلوہ انہوں نے (حضور ﷺ دوبار (یعنی کئی بار) دیکھا۔

لہذا سالک کو اطاعت میں ایسا کمال حاصل کرنا چاہیئے کہ

"خدا بندے سے خود پوچھے کہ بتا تیری رضا کیا ہے"

جیسا کہ حضور ﷺ کی سیرت مطہرہ سے عیاں ہے۔

بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ	آپ ﷺ اپنے کمال کے سبب بلندیوں پر پہنچ گئے۔

سالک کے تین درجے

حضرت فخر العارفین شاہ عبدالحیؒ قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں سالک کے تین درجے ہیں (۱) رضاء الٰہی (۲) الہام (۳) افعال۔

رضاء الٰہی سے مراد یہ ہے کہ سالک اپنا ہر کام مولیٰ کی رضا کی خاطر کرے اس کے ہر کام میں ریاء کاری شہرت یا عزت مقصود نہ ہو محض رضاء الٰہی مقصود ہو۔

جب بعض آدمی اپنی عزت بنانے شہرت حاصل کرنے اور ریاء کاری کے لئے عمل کرتے ہیں ایسے عمل سے رضاء نفس مقصود ہوتی ہے رضاء الٰہی حاصل نہیں ہوتی اس لئے ہر وقت خیال رکھنا چاہیئے اعمال صرف اور صرف رضاء الٰہی کے لئے ہوں جب سالک کا ہر کام رضاء الٰہی کے لئے ہو جاتا ہے تو اسے الہام شروع ہو جاتے ہیں اور اس کے ہر کام بذریعہ الہام ہوتے ہیں اس کے بعد افعال کا درجہ ہے کہ اس کے تمام کام اپنی مرضی سے نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہوتے ہیں بظاہر اس کے اعضاء کام کرتے رہتے ہیں مگر تصرف اللہ کا ہوتا ہے اس حالت میں وہ جو کچھ کہتا ہے وہی ہو جاتا ہے اس کی زبان کن کی کنجی ہوتی ہے۔

رضا الٰہی

ارشاد خداوندی ہے!

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ

اور کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے۔ اللہ کی مرضی چاہنے میں اور اللہ بندوں پر مہربان ہے۔

(البقرہ)

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے مال اور جان کی قربانی دینا پڑتی ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ سے ارشاد فرمایا!

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥

(آپ ﷺ) فرما دیجئے بے شک میری نماز اور میری قربانی میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کیلئے ہے۔ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

اس آیت کریمہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تمام اعمال خالص اللہ

ہی کے لئے کئے جائیں۔ ان میں ریاکاری، عزت، شہرت یا بزرگی حاصل کرنا یا جنت کا لالچ نہ دوزخ کا خوف۔ غرضیکہ کسی قسم کا لالچ نہ پایا جائے۔ صرف اللہ ہی کے لئے اعمال کیے جائیں۔ اسی کی خاطر جئیں اور اسی کی خاطر مریں۔

رضا کے سلسلے میں شیخ حارثؒ فرماتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کے حکم کے تحت قلب کے اطمینان کا نام رضا ہے۔

شیخ ذوالنون مصری فرماتے ہیں!

قسمت کے فیصلہ پر دل کی مسرت کا نام رضا ہے اور حضرت سفیان ثوری نے ایک بار حضرت رابعہ بصریؒ کی موجودگی میں کہا بارِ الٰہا! ہم سے راضی ہو جا۔ یہ سن کر حضرت رابعہ بصریؒ نے ان سے کہا تم کو اس بات سے شرم نہیں آتی۔ کہ تم اس کی رضا کے طالب ہو جس سے تم خود راضی نہیں ہو۔ حاضرین مجلس میں سے کسی نے ان سے دریافت کیا۔ کہ بندہ اللہ سے کب خوش اور راضی ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا! اس وقت جب وہ مصیبت پر بھی اس طرح خوش ہو جس طرح نعمت و راحت پر خوش ہوتا ہے۔

حدیث شریف رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے!

ذَاقَ طَعْمَ الْاِیْمَانِ مَنْ رَضِیَ بِاللّٰہِ رَبًّا

وہ شخص ایمان کا ذائقہ چکھتا ہے جو اللہ سے اس کو اپنا رب سمجھ کر راضی ہو۔

شیخ ابن عطاءؒ کا ارشاد ہے!

"رضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کے لئے جو کچھ اختیار کیا ہے (مقرر کر دیا ہے) اس پر قلب پر سکون رہے۔ اس لئے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے انتخاب فرمایا ہے اس سے بہتر اور انتخاب کیا ہو سکتا ہے۔ لہذا اس پر راضی ہونا اور ناگواری کا ترک کرنا رضا ہے۔"

شیخ ابو ترابؒ فرماتے ہیں!

"وہ شخص اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہیں کر سکتا جس کے دل میں دنیا کی کچھ بھی قدر و قیمت ہے"۔

حضرت سری سقطیؒ کا ارشاد ہے!

پانچ چیزیں مقربین بارگاہ الٰہی کے اخلاق ہیں۔

(۱) خداوند تعالیٰ سے ہر حال میں راضی برضا رہنا۔ خواہ وہ امر نفس کو پسند ہو یا ناپسند۔

(۲) اللہ سے محبت کرنا

(۳) اللہ تعالیٰ سے حیا کرنا

(۴) اللہ سے مانوس ہونا

(۵) ماسوا اللہ سے دور اور نفور ہونا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں

"جو کوئی تسلیم ورضا کے فرش پر فروکش ہو اوہ پھر کبھی تکلیف اللہ کی طرف سے نہیں دیکھتا اور جو سوالی بن کر بیٹھتا ہے کسی حالت میں بھی اللہ سے راضی نہیں رہتا۔ کسی بزرگ کا قول ہے کہ جو راضی برضائے الٰہی ہے وہ اس پر کبھی غم نہیں کرتا۔ کہ دنیا سے اس کو کیا کچھ نہیں ملا اور نہ ان چیزوں کے ضائع ہونے پر وہ پشیمان ہوا۔"

شیخ یحییٰ بن معاذؒ سے کسی نے پوچھا کہ !بندۂ حق مقام رضا پر کب پہنچتا ہے ؟انہوں نے جواب دیا!اس وقت جب اس کا نفس ان چار اصولوں پر اپنے معاملات میں کاربند ہو!

(۱) اس کا قول ہو کہ الٰہی جو کچھ تُو مجھے عطا فرمائے مجھے قبول ہے۔

(۲) اگر تو مجھے چھوڑ دے تو جب بھی میں تیرا بندہ ہوں۔

(۳) اگر تو مجھے عطا نہ فرمائے تو میں اس پر بھی راضی ہوں۔

(۴) اگر تو مجھے قبول فرمائے تو میں ہمہ وقت حاضر ہوں۔

مصیبت وابتلاء

اے درویش !انسان پر جو دکھ اور تکلیف نازل ہوتی ہے۔اسے جاننا چاہیے کہ اس کا سبب نزول کیا ہے۔ خیریت اسی میں ہے کہ وہ اس مصیبت پر خبردار ہو جائے اور عبرت حاصل کرے۔ اصحاب خیر کیلئے تو یہ تنبیہہ کافی

ہوتی ہے۔ البتہ مال تحریر کیجئے یہ اللہ ذلت و رسوائی کا سبب بنتا ہے۔ یہ غفلت قدرت نے ان کی رسی کو لمبا کر دیا ہے اور مہلت دے دی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس حالت سے اپنی پناہ میں رکھے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میرے پاؤں میں اگر کانٹا بھی چبھتا ہے تو میں جانتی ہوں یہ تکلیف کس وجہ سے ہے۔ جب ام المومنین پر تہمت لگائی گئی تو خدا کے حضور فریاد کرتیں اور کہتیں۔ الٰہی! مجھے معلوم ہے کہ یہ تہمت مجھ پر کیوں لگائی گئی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے میری محبت کا دعویٰ اور اپنا میلان خاطر فرمایا ہے یہ مجھ پر تہمت اسی وجہ سے ہے۔

مصیبت پر صبر کا اجر

جب انسان پر کوئی دکھ یا تکلیف آتی ہے اسے اس پر صبر کرنا چاہیے۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ قرب خداوندی کا حاصل ہونا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔ "ان اللہ مع الصابرین" "بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اللہ کے دوست مصیبت پر خوش ہوتے ہیں

حضرت رابعہ بصریؒ کی یہ عادت شریفہ تھی کہ آرزو کر کے دکھ اور بیماری طلب کرتیں۔ جس دن کوئی تکلیف یا بخار ان کو نہ ہوتا مناجات

کرتیں اور کہتیں الٰہی! شاید تو نے آج اس ضعیفہ کو فراموش کر دیا ہے کہ کسی مصیبت میں گرفتار کر کے یاد نہیں کیا۔

جب خواجہ جنید بغدادیؒ کسی تکلیف میں ہوتے تو بطور شکرانہ ہزار نفل نماز گزارتے۔ عشاق حضرات اس راہ (سلوک) میں مصیبتوں کو اپنی غذا بناتے ہیں جس دن ان پر کوئی بلا نازل کرنے سے ان کی یاد فرمائی کرتا ہے تو خوشی سے نفل شکرانہ ادا کرتے ہیں کہ محبوب کی یاد میں آگئے۔

عشق کی راہ میں مخلص وہی ہے جو دکھ تکلیف اور مصیبت کی آرزو کرے کیونکہ یہ درد اور رنج بھی اسرار و انوار محبوب کا حصہ ہیں۔ خواجہ منصور حلاج ایک سال تک مرض تپ (بخار) میں مبتلا رہے۔ اس ایک سال میں خواجہ نے اپنے وظائف و عبادات میں ایک ذرہ برابر کمی نہ کی بلکہ زیادہ کر دیا۔

سالکین کا ارشاد ہے کہ تکلیف اور دکھ تو عاشقین کیلئے شیرینی کی مانند ہے جو کہ خوشی کے وقت بچوں میں تقسیم کرتے ہیں تاکہ وہ خوش ہو جائیں۔ اگر درد و محبت میں نعمت نہ ہوتی تو آدم صفی اللہ علیہ السلام اسے قبول نہ فرماتے اور اگر اندوہ و غم میں بے حساب راحت کا سامان نہ ہوتا تو سیدنا ایوب علیہ السلام ہزاروں آرزوں سے اسکی طلب نہ کرتے اور ریاضت شاقہ و مجاہدہ نہ فرماتے۔ پس یہ کہا جا سکتا ہے کہ تمام انبیاء، اولیاء اور عشاق بارگاہ، ہزار آرزوں سے ان مصیبتوں کے خدائے کریم سے طلبگار ہوئے ہیں۔

اس لئے راہ سلوک میں یہی لوگ محبان مخلص کہلانے کے مستحق ہیں اور جس کے پاس درد و محنت میں سے کوئی سامان زادِ راہ کے طور پر نہیں۔ ہرگز وہ واصلین و عاشقین کی صف میں شمار کئے جانے کا اہل نہیں اور نہ ہی حضرت حق میں بازیابی کا شرف حاصل کرنے کا مستحق ہے۔

شب فاقہ درویش کی معراج ہے

"معراج الفقراء لیلۃ الفاقہ" یعنی فقراء کی معراج شب فاقہ ہے اور لوگوں کی نظروں سے پنہاں ہو جانا ہے۔ اگر شہروں اور قصبوں میں درویشوں کی برکت نہ ہوتی تو یہ شہر و مقامات اب تک کھنڈرات میں تبدیل ہو چکے ہوتے۔ دنیا میں آبادی ان مقدس لوگوں کے مبارک قدموں کی بدولت ہے۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو چھ دن بعد تھوڑا سا کھانا فراہم ہوا۔ تناول فرمانا چاہتے تھے کہ سائل نے دروازے پر آواز دی آج سات دن ہوئے ہیں کہ میں نے کچھ نہیں کھایا خدا کے لئے کوئی چیز دیں۔ امیر المومنینؓ نے فوراً کھانا صاحبزادوں کے سامنے سے اٹھایا اور سائل کو دے دیا اور فرمایا کہ تم زیادہ مستحق ہو کیونکہ تم سات دن کے بھوکے ہو۔ آپ نے کھانا نہ کھایا۔ درویشی تو اسی کا نام ہے۔ درویش جب سر مراقبہ میں جھکاتا ہے تو اٹھارہ ہزار عالم ان کے سامنے ہوتے ہیں اور جب قدم رکھتا ہے عرش سے تحت الثریٰ تک گزر جاتا ہے اور یہ درویشی کی منزل اول ہے۔

کشف والہام

حالت برزخی

عالم دنیا اور عالم آخرت کے درمیانی عرصہ کو عالم برزخ کہتے ہیں۔
اس عالم میں جو حالت پیش آتی ہے اسے حالت برزخی کہتے ہیں۔اس میں میت پر دونوں جہانوں کے حالات منکشف ہوتے رہتے ہیں۔انبیاء علیھم السلام پر عالم دنیا میں یہ حالات منکشف ہوتے رہتے ہیں۔جو عارف باللہ اولیاء اللہ نور نبوت سے اپنے قلوب کو منور کر چکے ہوتے ہیں۔ان پر بھی یہ حالت آتی ہے۔دنیوی زندگی میں ان پر تین حالتیں آتی ہیں!
ایک بیداری ۔ دوسری نوم۔ تیسری حالت ان دونوں کے درمیان۔ یہی حالت برزخی ہے۔انبیاء علیھم السلام پر جب وحی نازل ہوتی ہے اور انہیں الہام اور انکشاف شروع ہوتا ہے توان پر یہی برزخی حالت طاری ہوتی ہے اور اولیاء اللہ پر بھی بہ نیابت نبوت یہی حالت آتی ہے۔اس حالت میں انبیاء اور اولیاء دنیا سے منقطع ہو جاتے ہیں۔یہ حالت استغراق نہ بیداری ہوتی ہے نہ نوم (نیند) اس حالت برزخی میں الہام وانکشاف شروع ہو جاتا ہے۔
فیض الباری میں اس کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے!

"حضور اکرم ﷺ کو نزول قرآن کے وقت ایک حالت پیش ائی تھی جو موت کے بغیر برزخی حالت ہوتی تھی۔ یہ حالت القاء وحی کے وقت ہوتی تھی۔ عالم برزخی میں میت پر برزخی حالات منکشف ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو دنیا میں برزخی حالات سے مختص کیا ہے۔ جب ان پر وحی نازل ہوتی جو بہت سے اسرار پر مشتمل ہوتی تھی اور یہ حالات برزخی مابین نوم اور بیداری کے ہے۔ اس پر یہ حدیث گواہ ہے۔

رُؤيَا الْمُؤْمِنُ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ	مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

کشف اور الہام میں فرق

فیض الباری شرح بخاری میں ہے !" کشف اور الہام میں فرق ہے جیسا کہ شیخ مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا۔ کہ اہل منطق جسے حسیات کہتے ہیں۔ کشف اس کے زیادہ قریب ہے اور جسے وجدانیات کہتے ہیں۔ الہام اس کے زیادہ قریب ہے۔ شاید الہام اقرب الی الصواب ہے۔ بہ مقابلہ کشف کے۔ کیونکہ کشف نام ہے حجاب کا اٹھنا کسی شے سے اور الہام دل میں کسی مضمون کا القاء ہونا ہے۔

دلائل کشف قرآن حکیم سے

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝ (الکہف)

سو انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ کو پایا۔ جسے ہم نے اپنی خاص رحمت دی تھی اور ہم نے اسے اپنے پاس سے خاص طور پر علم سکھایا تھا۔

فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝ (مریم)

پس ہم نے ان کے پاس اپنے فرشتہ کو بھیجا اور وہ ان کے سامنے ایک پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا۔

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ۝

(آل عمران)

اور جب فرشتے نے کہا اے مریم بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے تم کو منتخب فرمایا ہے اور پاک بنایا ہے اور تمام جہان بھر کی عورتوں کے مقابلہ میں منتخب فرمایا ہے۔

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ٥

(آل عمران)

اے مریم! اپنے پروردگار کی اطاعت کرتی رہو اور سجدہ کیا کرو ان کے ساتھ جو رکوع کرنے والے ہیں۔

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ

(آل عمران)

جب فرشتوں نے کہا اے مریم! بیشک اللہ تعالیٰ تم کو بشارت دیتے ہیں ایک کلمہ کی جو منجانب اللہ ہوگا۔

اِذْاَ وْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيِّيْنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ

(لقمٰن)

اور ہم نے لقمان کو دانشمندی عطا فرمائی کہ اللہ کا شکر کرتے رہو۔

وَاَوْحَيْنَا اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ (الخ)

اور ہم نے موسیٰ کی والدہ کو الہام کیا کہ تم ان کو دودھ پلاؤ

قُلْنَا يَا ذَالْقَرْنَيْنِ اِمَّا اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّا ان تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا

(الکھف)

اور ہم نے یہ کہا اے ذوالقرنین خواہ سزا دو۔ خواہ ان کے معاملہ میں نرمی کا سلوک اختیار کرو۔

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتَ بِالْجُنُوْدِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِیْکُمْ بِنَهَرٍ (البقرہ)

اور جب طالوت فوجوں کو لے کر چلے تو انہوں نے کہا حق تعالیٰ تمہارا امتحان کریں گے ایک نہر سے۔

نصوص قرآنیہ سے علوم کشفیہ اور الہامیہ ثابت ہو گئے۔ اس کا منکر نصوص قرآنیہ کا منکر ہے۔ واضح رہے کہ یہ آیات جن حضرات کے بارے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی نبی نہیں بلحہ تمام اولیاء اللہ ہیں۔

امام فخر الدین رازیؒ! فرماتے ہیں کہ مکاشفات کا دروازہ اللہ کے ان خاص بندوں پر کھلتا ہے جن کو شیخ کامل میسر آجائے طلب صادق اور عزم واستعداد ہو تو اللہ تعالیٰ انہیں اس اعلیٰ مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں!

اَخْبَرُ اَنَّ الْبَصَارَ الْقَلْبِ یَحْصِلُ بِالذِّکْرِ وَاَنَّهٗ یَتَمَکَّنُ مِنَ الذِّکْرِ بِالتَّقْوٰی

یعنی کشف کا دروازہ اس کے لئے کھلتا ہے جو تقویٰ کے وصف کے ساتھ ذکر الٰہی پر مواظبت کرے

غوث اعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ فرماتے ہین!

جس شخص کا ایمان قوی ہو جاتا ہے اور یقین جم جاتا ہے۔ وہ قیامت کے معاملات جن کی حق تعالیٰ نے خبر دی ہے۔ قلب کی آنکھوں سے دیکھتا

ہے وہ دیکھتا ہے جنت اور دوزخ کو۔ وہ دیکھتا ہے تمام چیزوں کو جیسی کہ حقیقت میں وہ ہیں۔ (الفتح الربانی)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں!

طریق سلوک کی ابتداء ہی مشاہدات اور مکاشفات شروع ہو جاتا ہے حتیٰ کہ سالکین بیداری میں انبیاء کی ارواح اور ملائکہ کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ان کا کلام سنتے ہیں اور ان سے فوائد حاصل کرتے ہیں۔

انبیاء اور اولیاء کو قبل از وجود اشیاء کا انکشاف

فیض الباری میں ہے!

جان لو کہ اولیاء اللہ جس چیز کو اس کی پیدائش سے پہلے دیکھتے ہیں اس کا بھی ایک قسم کا وجود ہوتا ہے جیسے بایزید بسطامیؒ ایک مدرسہ کے پاس سے گزرے تو ہوا کا جھونکا آیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس میں ایک مرد خدا کی خوشبو آرہی ہے۔ چنانچہ (۱۰۰ سو سال بعد) وہاں ابو الحسن خرقانیؒ پیدا ہوئے۔ اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں یمن کی طرف سے تجلیات باری دیکھتا ہوں۔ چنانچہ وہاں اویس قرنیؒ پیدا ہوئے۔ یہ بھی پیدائش سے قبل ایک قسم کے وجود کی دلیل تھی۔

عوام کا نیند کی حالت میں خواب میں مختلف اشیاء کو دیکھنا ایک عام بات ہے۔ جو کسی کے لئے بھی حیرت کی بات نہیں۔ یہی صورت اولیاء اللہ کو

بیداری کی حالت میں پیش آتی ہے جیسے نیند کی حالت میں انسان کی آنکھیں بند ہوتی ہیں حرکات ختم اور خیالات کی جولانی بھی نہیں ہوتی

اسی طرح اولیاء اللہ بیداری کی حالت میں آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور خیالات کو ہر طرف سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اس یکسوئی کی حالت میں ان پر حالات کا انکشاف ہوتا ہے۔

(فیض الباری ۱: ۱۷) پر فرمایا!

اولیاء اللہ کشف میں دل کی آنکھوں سے وہ دیکھتے ہیں جو ہم نہیں دیکھ سکتے اور انبیاء کرام غیب کی چیزوں کو دل کی آنکھ سے بیداری کی حالت میں دیکھتے ہیں جن کو عوام نہیں دیکھ سکتے۔

ہر چیز کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت نگاہ ظاہر صورت تک پہنچ کر رک جاتی ہے۔ کیونکہ اس کی حد وہی ہے مگر نگاہ باطن یا بصیرت صورت سے گزر کر حقیقت تک پہنچ جاتی ہے اور نگاہ وہی ہے جو حقیقت کا کھوج لگا لے۔ خوب کہا کسی نے

اے اہل ذوق نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ سمجھے وہ نظر کیا

علما ظاہر بین اور حقیقت شناس عارفین میں یہی فرق ہے جیسا کہ فیض الباری ۱ = ۸۱ پر فرمایا

علماء ظاہر کی نگاہ مظبوط ہے مگر ارباب حقائق صوفیہ کی نگاہ بہت آگے ہے اور بڑی لطیف ہے علماء ظاہر شریعت پر عمل کرتے ہیں اور اولیاء اللہ ان امور کی رعائت ملحوظ رکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ شریعت کے حقائق ورموز میں سے بذریعہ کشف ان پر ظاہر فرماتا ہے اور حدیث میں ہے۔

لِكُلِّ اٰيَةٍ ظَهْرٌ وَّ بَاطِنٌ وَ لِكُلِّ حَدٍّ مَطْلَعٌ وَلٰكِنْ مَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ

ہر آیت قرآنی کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی اور ہر چیز کی ایک حد ہے لیکن جس کو اللہ تعالیٰ نور بصیرت نہ دے اس کے لئے کوئی نور نہیں

صورت شے اور حقیبت شے میں جو فرق ہے اس کو سمجھنے کے لئے حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کا واقعہ کافی ہے۔

القائے شیطانی

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ

اور اس قسم کی متعدد دوسری آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ شیطان کی طرف سے بھی القاء والہام کا سلسلہ برابر چل رہا ہے مگر اس کے لئے ایک خاص معیار اور شرط ہے

كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ٥

کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترا کرتے ہیں ایسے شخص پر اترا کرتے ہیں جو دورغ گفتار بد کردار ہوں

اس سے معلوم ہوا کہ القائے شیطانی بھی اس شخص پر ہوتا ہے جو کفر و شرک میں کمال پیدا کرے جوگیوں پنڈتوں اور دوسرے بے دینوں کے خرافات اسی قبیل سے ہیں۔(دلائل السلوک)

کشف والہام بدکاروں کا حصہ نہیں

حضور ﷺ نے فاروق اعظم کو محدث فرمایا اور فرمایا کہ امم سابقہ میں بھی محدث ہوئے ہیں اس سے الہام کا وحی باطنی اور حق ہونا ثابت ہوا اور بدکاروں کو اس سے محروم رکھا گیا ہے۔ کیونکہ ان پر وحی شیطانی کا غلبہ ہوتا ہے۔ (فتح الباری)

الہام کا انکار مردود ہے

ابن سمعانی نے فرمایا کہ الہام کا انکار مردود ہے یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو بوجہ الہام مکرم بنادے (فتح الباری)

کشف والہام خاص اہل اللہ کا حصہ ہے

اور ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو مکرم بنادے اس کے نور قلبی میں اضافہ کر کے اس کی قلبی نظر کو قوی بنا

دے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ ایسا نور ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں جسے چاہے خصوصی طور پر عطا فرمادے۔ (فتح الباری)

حدیث شریف

حارث بن مالک فرماتے ہیں کہ میں رسول کریم ﷺ کے پاس سے گزرا آپ ﷺ نے فرمایا اے حارثؓ کیا حال ہے؟

میں نے عرض کیا حقیقی مومن ہوں۔

فرمایا سوچو تو سہی کیا کہہ رہے ہو ہر شے کی حقیقت ہوتی ہے تمھارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ تو حارثؓ نے کہا میرے ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ میرا نفس دنیا سے منہ موڑ چکا ہے مکاسب دنیا میں مخلوق پر نگاہ نہیں رات کو رب کو یاد کرتا ہوں دن کو روزہ رکھتا ہوں کشف کی حالت یہ ہے گویا کہ عرش الٰہی کو ظاہر باہر دیکھتا ہوں اہل جنت کو دیکھتا ہوں کہ ایک دوسرے سے ملاقات کررہے ہیں اور اہل دوزخ کو چیختا ہوا دیکھتا ہوں۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا تو نے ٹھیک پہچانا پس اسے لازم پکڑ (تین بار فرمایا)

(اس حدیث کو ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اور داتا صاحب نے کشف المحجوب میں نقل کیا ہے)

تصوف کا تعلق تزکیہ باطن سے ہے اس کے حصول کے لئے شیخ کامل سے عقیدت اور اس کا اتباع لازمی ہے۔ علم تفصیلی شرط نہیں اور ظاہر ہے کہ تزکیہ باطن سے کشف والہام حاصل ہو جاتا ہے کشف والہام کے لئے

بھی علم شرط نہیں۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ○ (الزمر)

سو جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا اور وہ اپنے پروردگار کے نور پر ہے کیا وہ شخص اور اہل قساوت برابر ہیں سو جن لوگوں کے دل خدا کے ذکر سے متاثر نہیں ہوتے ان کے لئے بڑی خرابی ہے۔

اس سے معلوم ہوا ذکر الٰہی سے شرح صدر اور نور باطن عطا ہو جاتا ہے اور تصوف کی ابتدا اور انتہا ذکر الٰہی ہے۔

سلسہ حال میں سلوک ئی پندرہ منازل ہیں پانچ منازل طے کرنے کے بعد کشف وکرامات کا ظہور شروع ہو جاتا ہے لیکن اس پر رکنا نہ چاہیئے بلکہ باقی منازل بھی طے کرنے ضروری ہیں اور سلسلہ قال میں ایک سو منازل سلوک ہیں تقریبا ستر منازل طے کرنے کے بعد کشف وکرامات شروع ہوتی ہیں۔

کشف والہام کو سمجھنا بہت مشکل کام ہے اس لئے جو کچھ مراقبہ میں کشف والہام ہو اسے اپنے شیخ سے ظاہر میں پوچھ لینا چاہے کیونکہ فنا سے پہلے اسے سمجھنا محال ہے۔

کب درویش ہو گا۔

سالک درویش اس وقت ہوتا ہے کہ جب عالم غیب سے اس کا تعلق ہو جائے اور عالم غیب سے تعلق ایک عرصے بعد ہوتا ہے بغیر عالم غیب سے تعلق ہوئے درویشی اور ولایت کا درجہ نصیب نہیں ہوتا ہاں کشف وکرامات زہد و تقویٰ ہو سکتا ہے (مگر ولی نہیں ہو سکتا)

طریقت میں آدمی بیعت سے بیس سال بعد بالغ ہوتا ہے اس سے پہلے نہیں ہوتا اگر پانچ برس کے بچے کو خوب کھلائیں پلائیں اور چاہیں کہ وہ ابھی جوان ہو جائے تو نہیں ہو گا بلکہ اپنے وقت پر ہو گا جس طرح کہ شریعت میں بلوغ نساء کی مدت نو سال ہے کہ اس سے پہلے بالغ نہیں ہو سکتی بلکہ کوئی نو کی جگہ دس۔ گیارہ بارہ سال کی عمر میں بالغ ہوتی ہے ایسا ہی بلوغ طریقت کا معاملہ ہے طریقت میں بلوغت کی عمر کم از کم بیس سال ہے اور زیادہ کی حد چوبیس سال پچیس سال سے پہلے فقیری اور درویشی کی بات ہرگز سمجھ نہیں سکتا خوارق عادات (کرامات) اور کشف ہونا اور شے ہے عارف اور ولی ہونا اور شے ہے اگر بیعت کے بیس سال بعد تک سالک ایک خیال پر قائم رہے اور عنایت ایزدی اور توجہ شیخ کامل شریک حال ہو تب کہیں سمجھ سکے گا۔

فنا بیس برس سے پہلے نہیں

فنا بیس سال سے پہلے نہیں ہو گی پہلے روح میں اثر ہو گا جسم میں نہ

ہو گا فنا میں تغیر روحانی عالم باطن کے اندر ہوتا ہے

بلوغ طریقت کی تکمیل یعنی مقام عالم برزخ میں بھی حاصل ہو سکتا ہے

اس عالم دنیا میں اگر سالک نے ابتدائی زینہ ترقی کا حاصل کر لیا تو اس عالم ارواح اور برزخ میں اسکی ترقی درجات برابر ہوتی رہیں گی یہ عالم بھی اللہ کا ہے اور وہ عالم بھی اللہ تعالیٰ کا ہے اگر خدا چاہے تو یہ مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے اور ترقی جاری رہ سکتی ہے حضرات انبیا اور اولیا کرام کے ترقی درجات حیات ظاہر اور وفات کے بعد ہمیشہ جاری رہتے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ ان اللہ وملائکتہ (الخ) بیشک اللہ تعالیٰ اور ملائکہ درود بھیجتے ہیں نبی ﷺ پر اے ایمان والو تم بھی درود اور سلام بھیجو یعنی طلب رحمت کی دعا کرو ہم ان پر رحمت نازل کرتے اور ان کے مرتبوں کو زیادہ کرتے رہیں گے۔ یہ آیت پاک حجت اور دلیل ہے کہ اس عالم سے انتقال کے بعد بھی ترقی اس عالم میں جاری رہتی ہے ورنہ طلب رحمت کا امر اور حکم فرمانا بے سود اور بے معنی ہو جائے گا۔

ولایت

ولایت کیلئے دو باتیں شرط ہیں اول شق صدر (یعنی شرح صدر) دوسرے معراج۔ نبی بغیر شق صدر نہیں ہو تا ولی بھی بغیر شق صدر نہیں ہو سکتا نبوت اور ولایت کیلئے معراج اور شق صدر ضروری ہیں البتہ ہر ایک (ولی اور نبی) کی معراج اور شق صدر کی نوعیت میں فرق ہے کسی کو عالم بیداری میں اور کسی کو عالم رویاء میں۔ جناب نبی کریم ﷺ کو شق صدر تین بار ہوا کیفیت اسکی وہی جانتا ہے۔ جس پر شق صدر ہوا دوسرا نہیں سمجھ سکتا علیٰ ہذا معراج کسی کو عرش پر کسی کو کوہ طور پر کسی کو بطن ماہی میں نبی کو ظاہر میں ولی کو ظاہر میں یا باطن میں۔

ولایت ظلِ نبوت ہے اس لئے رفتار اولیاء رفتار انبیاء کے قدم بقدم ہے شرائط دونوں کی ایک ہیں البتہ مرتبہ میں فرق ہے جیسے کہ فرض نماز اور نفل نماز کہ ان کے مرتبے اور درجے میں فرق ہے مگر ان کی شرائط ایک ہیں البتہ حضرات انبیاء معصوم ہیں اور حضرات اولیاء اللہ محفوظ۔ اولیاء کثرت ریاضت (اور رحمت خداوندی سے درجہ محفوظ میں پہنچتے ہیں اور خداوند تعالیٰ اپنی رحمت سے بچاتا ہے اور ان کی حفاظت فرماتا ہے دونوں کا فرق عبارت ذیل سے ظاہر ہے۔

(۱) انبیاء معصوم اور خطا سے بری ہیں۔

(۲) سوتے جاگتے ہر حالت میں بیدار اور ہوشیار ہیں اور غفلت سے مبرا
(۳) خواب سے ان کا وضو نہیں جاتا
(۴) وحی کے سمجھنے میں ان سے غلطی نہیں ہوتی ہے ان کے لئے (معاذ اللہ) عزل (معزولی) نہیں ہے مگر اولیاء اللہ کے لئے عزل (معزولی) کا امکان ہے اس لئے ہر وقت خائف رہتے ہیں۔ اگر کوئی قصور ہو گیا اور معاف نہ ہوا توبس معزول اللھم اقطعناء اللہم احفظنا

امور مشترک درمیان نبی اور ولی کے شق صدر اور معراج ہیں اور یہ معراج اور شق صدر کا ہونا ضروری ہے اور وحی اور الہام خواب اور بیداری میں یکساں ہوتے ہیں اور قید عمر ۴۰ سال سر فرازی نبوت اور ولایت کیلئے برابر ہے انسانی عقل ۴۰ سال سے پہلے پوری نہیں ہو گی یہ ہی سبب ہے کہ نبی کی نبوت کا اعلان ۴۰ سال کی عمر میں ہوا اس سے پہلے نبوت کے بھاری بوجھ کا متحمل نہیں ہو سکتا ایسا ہی حال ولایت کا ہے جس زمانہ میں نبوت کا دروازہ کھلا تھا اور اس کو خاص خاص حضرات نے پایا اسی طرح ولایت بھی خاص بندوں کیلئے ہے البتہ نبی کیلئے اظہار نبوت اور دعوت تبلیغ اسلام ضروری ہے۔ مگر ولی کیلئے اظہار ولایت ضروری نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عورت ولیہ ہو سکتی ہے مگر نبی نہیں ہو سکتی بعض لوگوں نے حضرت مریم اور حضرت آسیہ کو نبی کہا ہے مگر اس احوال کی رو سے یہ کہنا صحیح نہیں ہے۔

اولیاء اللہ کی شان

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کی شان میں ارشاد فرمایا!

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ ٥

خبردار بلا شبہ اللہ کے اولیاء وہ ہیں جن پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم و حزن

اور ارشاد باری ہے کہ!

نَحْنُ اَوْلِيَآؤُكُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ٥

ہم تمہاری دنیاوی اور اخروی زندگی میں مددگار ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے!

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ ٥

یعنی وہ خدا سے محبت رکھتے ہیں اور خدا انہیں محبوب رکھتا ہے۔

تاکہ ان کی دوستی خدا کے لئے ہو اور خدا ان کو ہی دوست رکھتا ہے۔

اولیاء اللہ، اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتے ہیں وہ خدا کی اطاعت پر استقامت رکھتے ہیں اور اس کی مخالفت سے بچتے ہیں اور انکے حسن اطاعت الٰہی سے شیطان بھاگتا ہے یعنی شیطان کا ان پر داؤ نہیں چلتا۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا!

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ٥

بے شک جو میرے خاص بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں۔

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں!

اور یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو ولایت عطا فرمائے تاکہ اس کی عقدہ کشائی سے ملک کی عقدہ کشائی ہو اور تمام بندوبست ان کے قبضہ میں کر دے اور ان کی دعائیں مستجاب اور ان کے انفاس مقبول ہوں۔

جیساکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِی طِمْرَیْنِ لَا یُعْبَأُ بِهٖ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ

بہت سے بندگان خدا پریشان حال، غبار آلود بال، پھٹے ہوئے کپڑے والے ایسے ہیں جن کی لوگ پرواہ نہیں کرتے اگر وہ اللہ کی قسم کسی معاملہ میں کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسموں کو ضرور پورا فرماتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس عرش کے دائیں جانب بیٹھنے والے کچھ لوگ ہوں گے (اور اللہ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں) منبروں پر بیٹھے ہوں گے منبر نور کے ہوں گے ان کے چہرے منور ہوں گے وہ انبیاء ہوں گے نہ شہدا ہوں گے نہ صدیقین۔ عرض کیا گیا۔ حضور ﷺ ! پھر وہ کون لوگ ہوں گے ؟

تین بار فرمایا! وہ اللہ کیلئے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے لوگ ہوں گے۔ اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ وہ صالحین کا گروہ ہو گا۔

حضرت ابو ھریرہؓ فرماتے ہیں کہ

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو انبیاء نہیں مگر قیامت کے دن انبیاء اور شہداء ان پر رشک کریں گے عرض کیا گیا وہ کون لوگ ہیں تاکہ ہم ان سے محبت رکھیں ؟ فرمایا وہ ایسے لوگ ہیں کہ (اللہ نے ان کے دلوں میں نور بھر دیا ہے) اللہ کے نور کی وجہ سے ایک دوسرے کو دوست رکھتے ہیں نہ ان میں خونی رشتہ ہے نہ نسب کا اشتراک ان کے چہرے نورانی ہوں گے جب لوگ خوفزدہ ہوں گے انہیں کوئی خوف نہ ہو گا اور جب لوگ غمگین ہوں گے انہیں غم نہ ہو گا پھر حضور ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (نسائی و ابن حبان)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مخلوق سے منقطع ہو کر اللہ کا ہو رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی تمام تکالیف کا خود ذمہ دار ہو جاتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے کہ اسے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

عارف کو درجہ محبوبیت اس وقت حاصل ہوتا ہے جب اس کی آنکھوں میں، اس کے کانوں میں، اس کے ہاتھ پاؤں میں بلکہ تمام اعضاء وجوارح میں غیر اللہ کا کچھ حصہ نہ رہے بظاہر اعضاء اس کے ہوتے ہیں مگر ان میں تصرف اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے۔

اسی حدیث سے حافظ ابن قیم نے کتاب الروح میں یہ ثابت کیا ہے کہ اولیاء اللہ کا قلب صاف آئینہ بن جاتا ہے اور اس سے تمام چیزوں کو اپنی حقیقت پر دیکھتے ہیں۔

پس اس کا دل صاف آئینہ ہو جاتا ہے اور اس آئینہ صافی میں اشیاء کی حقیقی صورتیں ظاہر ہوتی ہیں اس کی فراست (باطنی نگاہ) خطاء نہیں کرتی کیونکہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دیکھتا ہے تو اس چیز کو اپنی اصلی صورت پر دیکھتا ہے اور جب سنتا ہے اسے اپنی اصل پر سنتا ہے۔ اسی لئے کسی عارف نے خوب فرمایا ہے۔

تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ کہ بچا بچا کے نہ رکھ اسے
جو شکستہ ہو تو ہے عزیز تر نگاہ آئینہ ساز میں

قرب نوافل

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

وَمَا زَالَ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ
اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَحْبَبْتُهٗ
فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ فَکُنْتُ
سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ
بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ
یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ
الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ
الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا

میرا بندہ نوافل کے ذریعے
میرا قرب حاصل کرتا ہے حتیٰ
کہ میں اس سے محبت کرنے
لگ جاتا ہوں تو جب میں اسے
پسند کرتا ہوں تو میں اس کے
کان بن جاتا ہوں جن سے وہ
سنتا ہے اور اس کی آنکھیں بن
جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے
اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں
جن سے وہ گرفت کرتا ہے اور
اس کے پاؤں بن جاتا ہوں،
جن سے وہ چلتا ہے۔

بہت سے لوگوں نے ان نوافل کو سمجھنے میں غلطی کی ہے اور وہ ان نوافل سے صرف نماز مراد لیتے ہیں اور نفل پڑھنا شروع ہو جاتے ہیں نفل پڑھنا اچھا ہے مگر یہاں نوافل سے مراد وہ نفلی عبادات ہیں جن سے مخلوق

خدا کو فائدہ پہنچے جب اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو فائدہ پہنچے گا تو اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے گا اور یہ قرب حاصل ہو گا۔

اس حدیث شریف کی تشریح فیض الباری میں انور شاہ صاحب نے اس طرح فرمائی ہے۔

میزان الاعتدال میں جب امام ذہبی اس حدیث پر پہنچے تو کہا اگر صحیح بخاری کی ہیبت میرے دل میں نہ ہوتی تو اسے خالد بن مخلد کی منکرات میں شمار کرتا۔ (یعنی اس کا انکار کر دیتا)

انور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ امام ذہبی نے علم منطق نہ پڑھا تھا میں کہتا ہوں جب حدیث صحیح ہے تو چاہیے کہ بسر و چشم اسے قبول کر لیا جائے جب کوئی مسئلہ کسی کے فہم سے بالاتر ہو تو اس کو اس علم کے جاننے والوں کے سپرد کر دینا چاہیے یہ نہیں کہ اس مسئلہ پر خود ہی جرح شروع کر دے بہر حال علماء ظواہر نے اس کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ بندہ کے اعضا اللہ کی رضا کے تابع ہو جاتے ہیں ان سے وہی حرکت ہوتی ہے جو اللہ کو پسند ہو اس کے تمام اعضاء کی انتہا اور غایت ذات باری تعالیٰ ہو تو یہ کہنا درست ہو گا کہ وہ بندہ سنتا ہے تو خدا کے لئے دیکھتا ہے تو خدا کے لئے۔ گویا اللہ تعالیٰ اس بندے کے کان اور آنکھیں بن گیا۔ میں کہتا ہوں یہ معنی حدیث کے الفاظ سے پھر جانا ہے حدیث میں صیغہ متکلم استعمال ہوا ہے جو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ جو بندہ نوافل سے قرب حاصل کر چکا ہو۔ جسم اور صورت کے

سوااس کی کوئی چیز نہیں رہتی۔

اور اس میں تصرف کرنے والا رب العالمین ہی ہے یہ وہ مقام ہے جسے صوفیا فنا فی اللہ کہتے ہیں یعنی خواہشات کی دواعی سے وہ شخص نکل جاتا ہے اوراس میں صرف اللہ کا تصرف رہ جاتا ہے جیسے قرآن مجید میں حضرت موسیٰؑ کے قصے میں موجود ہے کہ جب آپ آگ کے پاس پہنچے تو اس کے اندر سے آواز آئی!

"برکت والی ہے وہ ذات جو آگ کے اندر ہے"

مگر سامنے آگ ہی تھی جب اللہ تعالیٰ کی تجلی اس آگ سے ظاہر ہوئی تو آواز آئی!

اِنِّیۡ اَنَا اللّٰہُ   میں اللہ ہوں

بظاہر وہ درخت ہے پھر کلام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کردی گئی کیونکہ رب العالمین کے نور کی تجلی درخت میں ظاہر ہوئی۔ تو وہ درخت معرفت الٰہی کا واسطہ بن گیا تو متجلی فیہ (درخت) متجلی بنفسہ (اللہ) کے حکم میں آگیا۔بات یہ تھی۔ نور کا ظہور آگ میں ہوا کیونکہ حضرت موسیٰ کو اس وقت آگ کی ضرورت تھی۔

پھر فرمایا کہ! اگر تم نے تجلی کے حقیقی معنی سمجھ لئے تو مثالوں اور صورتوں سے آگے بڑھ اور ترقی کر کے قرب الٰہی حاصل کر۔ کیونکہ جب ایک درخت کے متعلق درست ہے کہ اس میں آواز آئے۔ "میں اللہ ہوں"

تو اللہ مقرب بندہ کے لئے کیوں درست نہ ہو کہ رب العالمین اس کے کان، آنکھ وغیرہ بن جائے۔ جب بندہ صورت رحمٰن پر پیدا ہوا ہے۔ "آدم الذی خلق علیٰ صورت الرحمٰن"۔ تو اسے شجر موسیٰؑ سے کم تو خیال نہ کرنا چاہیے ان بحثوں پر پوری تحقیق سے غور کرنا چاہیے یہ عقدے صرف علوم ظاہری سے نہیں کھل سکیں گے جب تک علوم صوفیہ کی طرف رجوع نہ کیا جائے گا کیونکہ ہر مردے وہر کارے یہ کام صوفیہ ہی کا ہے۔

اس بحث سے ایک عقدہ یہ کھلا کر کلام الٰہی قدیم اور تجلی ذات باری قدیم، مگر حادث درخت میں ظاہر ہوئی اور سنائی دی اسی طرح قرآن کریم کلام قدیم ہے غیر مخلوق ہے مگر اس کا ظہور حادث مخلوق کی زبان سے ہوتا ہے اسی طرح کلام باری تعالیٰ بطور کشف والہام ایک صوفی عارف کی زبان پر ظاہر ہونا بعید نہیں۔ جبھی تو عارف رومیؒ نے فرمایا!

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اولیاء اللہ مظہر خدا ہیں

جیسا کہ بجلی کی ایک مین پاور ہوتی ہے جو کہ نظر نہیں آتی اور نہ اسے کوئی ہاتھ لگا سکتا ہے اس کی پاور ٹرانسفارمرز کے ذریعے گھروں میں پہنچتی ہے اس کے ساتھ کنکشن بھی لگایا جاتا ہے اور اس کے آگے بلب نصب

کر کے جلایا جاتا ہے اور بلب کے ذریعے اس کا اظہار ہو رہا ہوتا ہے اسی طرح جیسے بلب مظہر الیکٹرک ہے اولیاء اللہ بھی مظہر خدا ہیں۔ ان کے وجود سے خدائی کام اور اس کی قدرت کا اظہار ہوتا ہے اور یہ لوگ ہی دست قدرت ہیں ان کا ہر فعل، فعل اللہ ہوتا ہے قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک ﷺ کے متعلق ارشاد فرمایا!

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ	اور وہ (محبوب ﷺ) اپنی خواہش سے بولتا ہی نہیں
وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمَىٰ	اے محبوب ﷺ جو مٹھی آپ ﷺ نے پھینکی وہ آپ ﷺ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی ہے۔
يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ	ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ

یہ حضرات علمائے ربانی وارث انبیاء وارث مصلیٰ ہیں۔ کائنات کی ہر چیز ان کے روبرو ہوتی ہے اور یہ لوگ صاحب امر ہوتے ہیں ہر چیز پر ان کا حکم جاری ہوتا ہے۔ انہیں کی ارادوں سے دنیا کا نظام چل رہا ہے۔ حضور سیدنا غوث الاعظمؓ قصیدہ غوثیہ میں فرماتے ہیں۔

طُبُوْلِیْ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ دُقَّتْ

وَشَآءُ وسُ اسَّعَادَةِ قَدْ یَدَالِیْ

(آسمان و زمین میں میرے نام کے نقارے بجتے ہیں اور نقیب سعادت میرے لئے ظاہر ہو رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے تمام مخلوقات اس کے تابع ہے۔ اور اولیاء اللہ اس اشرف المخلوقات کی چشم حق بین ہیں جس میں انوار الٰہی کی تجلیات جلوہ گر ہیں پس جب انسان درجہ سعادت وصال الٰہی حاصل کرتا اور خدا کے احکامات کے آگے گردن جھکاتا ہے تو تمام دنیا و ما فیہا اس کی آستان دولت پر جبہ سائی کرتی ہے۔

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا

کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اِتِّصَالٖ

(میں نے خدا تعالیٰ کے شہروں کی طرف دیکھا تو وہ سب مل کر رائی کے دانہ کے برابر تھے۔)

بِلَادُ اللّٰہِ مُلْکِیْ تَحْتَ حُکْمِیْ

وَوَقْتِیْ قَبْلَ قَلْبِیْ قَدْ صَفَالِیْ

(اللہ تعالیٰ کے تمام شہر میرا ملک ہیں اور ان پر میری حکومت۔ اور میری روحانی حالت میرے جسم کے پیدا ہونے سے پہلے ہی برگزیدہ و مصفٰی تھی۔)

وَمَا مِنهَا شُهُوْرًا اَوْ دُهُوْرًا
تَمُرُّ وَ تَنقَضِیْ اِلاَّ اَتَا لِیْ

(مہینے اور زمانے جو گزر چکے ہیں بلاشبہ وہ میرے پاس حاضر ہوتے ہیں)

وَ تُخبِرُنِیْ بِمَا یَاْتِیْ وَ یجْرِیْ
وَتُعَلِمُنِیْ فَاَ قْصِرْ عَنْ جِدَالِیْ

(اور وہ مجھ کو گزرے ہوئے اور آنے والے واقعات کی خبر اور اطلاع دیتے ہیں (اے منکر کرامات) جھگڑے سے باز آ۔)

حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ کے ان کلمات طیبات سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ اولیاء اللہ کی نگاہ حق بین تمام کائنات کو ملاحظہ فرمارہی ہوتی ہے اور آئندہ ہونے والے واقعات کی ان کو خبر دیدی جاتی ہے اور یہ ہی صحیح معنوں میں خلیفۃ اللہ علی الارض (زمین پر اللہ کے نائب) ہیں اور یہ لوگ ہی دست قدرت ہیں۔

اولیاء راہست قدرت ازالہٰ
تیر جستہ باز آرندش زراہ

(اللہ کی جانب سے اولیاء کو قدرت حاصل ہے۔ کہ وہ چھوٹے ہوئے تیر کو راستہ سے واپس لے آئیں)

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں۔

حضرت جنید بغدادیؒ ابو العباس سیاریؒ ابو بکر واسطیؒ اور صاحب مذہب محمد بن علی حکیم ترمذیؒ کا مذہب یہ ہے کہ کرامت، صحو و تمکین کی حالت میں بغیر سکر و مدہوشی کے ظاہر ہوتی ہے اس لئے اولیاء اللہ حق تعالیٰ کی طرف سے مدبران ملک اور جہان برگزیدہ حضرات ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں حاکمان عالم بنا کر اس کا حل و عقد بسط و کشاد ان کے ساتھ وابستہ کیا ہے جہان کے لئے احکام انہیں کے ارادوں پر موقوف فرمایا ہے۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ ان کی تمام رائیں سب سے زیادہ صحیح اور خلق خدا پر ان کا دل تمام دلوں سے بڑھ کر شفیق و مہربان ہو کیونکہ وہ بارگاہ قدس میں پہنچے ہوئے ہیں اور تلوین و سکر ان کا ابتدائی حال ہے جب انہیں بلوغ حاصل ہو جاتا ہے تو تلوین، تمکین و استقامت سے بدل جاتا ہے اس وقت وہ حقیقی ولی ہوتا ہے اور اس کی کرامت صحیح ہوتی ہے ان حضرات کے درمیان مشہور ہے کہ اوتاد کے لئے سزاوار ہے کہ وہ رات بھر میں سارے جہان کی گشت مکمل کرے اور اگر کوئی جگہ ایسی رہ جائے جہاں ان کی نظر نہ پہنچے تو دوسرے دن اس مقام میں خلل واقع ہو جاتا ہے اس وقت وہ اپنے غوث و قطب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تاکہ وہ اپنی قوت اس طرف مبذول فرمائے اللہ تعالیٰ اس غوث و قطب کی برکت سے جہان کے اس خلل کو دور فرما دیتا ہے۔

بزرگان دین دنیا میں منجانب اللہ پیغام امن جن کے وجود سے رحمت کا نزول ہوتا ہے آنیوالی بلاؤں کا سدباب ہوتا ہے۔

اقسام اولیاء اللہ

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں۔ جو اولیاء مشکلات کو حل کرنے والے اور حل شدہ کو بند کرنے والے بارگاہ حق کے لشکری ہیں۔ وہ تین سو افراد ہیں۔ ان کو اخیار کہتے ہیں۔ چالیس اور ہیں جن کو ابدال کہتے ہیں اور سات اور ہیں ان کو ابرار کہتے ہیں اور چار اور ہیں ان کو اوتاد کہتے ہیں اور تین اور ہیں ان کو نقباء کہتے ہیں اور ایک وہ ہوتا ہے جسے قطب اور غوث کہتے ہیں۔ یہ سب وہ ہیں جو ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور معاملات وامور میں ایک دوسرے کی اجازت کے محتاج ہیں۔ اس پر مروی صحیح حدیثیں ناطق ہیں۔ چند ایک احادیث نقل کی جاتی ہیں۔

دیلمی نے مسند فردوس میں حدیث نقل کی ہے!

ابدال چالیس مرد اور عورتیں ہیں جب ان میں سے کوئی مرد فوت ہو جاتا ہے اللہ اسکی جگہ دوسرا مرد بدل دیتا ہے اور جب عورت فوت ہو جاتی ہے تو اس کی جگہ دوسری عورت بدل دیتا ہے۔

ابن ابی الدنیا

میری امت کے ابدالوں کی نشانی یہ ہے کہ وہ کسی چیز پر لعن طعن نہیں کرتے۔

ابن حبان

تیس اور اسی مردوں سے زمین خالی نہ رہے گی جو مثل ابراہیم خلیل اللہ کے ہوں گے جن کے سبب سے تمہاری فریادرسی ہو گی ان کے سبب سے تمہیں رزق دیا جائے گا اور بارش برسائی جائے گی۔

حدیث طبرانی

چالیس مرد جو مثل خلیل اللہ کے ہیں ان سے زمین کبھی خالی نہ ہو گی ان کی وجہ سے تمہیں بارش دی جائے گی اور تمہیں مدد دی جائے گی جب ان میں سے کوئی فوت ہوا اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا بدل دے گا

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنے رسالہ میں اس بارے میں بہت سی احادیث نقل کی ہیں خوف طوالت کی وجہ سے صرف ترجمہ ہی نقل کیا جا رہا ہے۔

حدیث شریف

ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ خدا کے تین سو بندے مخلوق میں ہیں جن کے قلوب حضرت آدمؑ کے قلب کی مانند ہیں چالیس ایسے ہیں جن کے قلوب حضرت موسیٰؑ کے قلب کی مانند ہیں سات ایسے ہیں جن کے قلوب حضرت ابراہیمؑ کے قلب کے سے ہیں پانچ ایسے ہیں جن کے قلوب حضرت جبرائیلؑ کے قلب پر ہیں تین ایسے

ہیں جن کے قلوب میکائیلؑ کے قلب پر ہیں اور ایک بندہ ایسا ہے جس کا قلب حضرت اسرافیلؑ کے قلب پر ہے۔

خطیب نے بذریعہ ابوبکر ابن ابی شیبہ حدیث کا اخراج کیا کہ میں نے کنانی سے سنا کہ نقباء تین سو ہیں اور نجباء ستر ہیں لبدال چالیس ہیں اخیار سات ہیں قطب چار اور غوث ایک ہے۔

حدیث شریف

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ چالیس آدمیوں سے زمین خالی نہ رہے گی جو مثل خلیل اللہ کے ہیں تو ان کی وجہ سے تم پر بارش برسائی جائے گی اور ان کی وجہ سے تمہاری مدد کی جائے گی اور ان کی وجہ سے تمہیں رزق دیا جائے گا مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کے اسناد حسن ہیں۔

اقطاب کے فرائض

اقطاب کے فرائض کے متعلق امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں! "قطب ابدال، عالم کے وجود اور اس کی بقاء سے تعلق رکھنے والے امور میں وصول فیض کا واسطہ ہے اور قطب ارشاد، ہدایت وارشاد سے متعلق امور میں وصول فیض کا واسطہ ہے اس لئے پیدائش، رزق، مصائب کے دور ہونے اور صحت و آرام کے حاصل ہونے کا تعلق قطب ابدال کے فیض کے ساتھ مخصوص ہے اور ایمان، ہدایت، نیک کاموں کی توفیق اور توبہ وغیرہ کا تعلق قطب ارشاد کے فیض کا نتیجہ ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے کنانی سے حدیث نقل کی ہے!

نقباء کا مسکن مغرب، نجباء کا مصر، ابدال کا شام ہے اخیار سیاح ہوتے ہیں قطب زمین کے گوشوں میں ہوتے ہیں۔ جب مخلوق کو عوامی مصیبت آجائے تو دعا کے لئے پہلے نقباء ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ اگر قبول نہ ہو تو نجباء پھر اخیار پھر قطب۔ اگر پھر بھی قبول نہ ہو تو غوث دعا کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے حتیٰ کہ اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے۔

قیوم

قیوم کے متعلق امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا۔

وہ عارف جو قیوم کے منصب پر فائز ہو وزیر کا حکم رکھتا ہے کہ مخلوق کے اہم امور کا تعلق اسی سے ہے گو انعام تو بادشاہ کی طرف سے ہوتے ہیں مگر وہ وزیر کی وساطت سے ملتے ہیں۔

قیوم انسان کامل ہوتا ہے اور کل احکام ظاہری و باطنی قیوم کی ذات سے وابستہ ہیں کیونکہ یہ بمنزل وزیر کے ہے یہ مفہوم حدیث سے ثابت بھی ہوتا ہے۔

قَالَ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ الْمُعْطِیْ	حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں تقسیم کرنے والا ہوں
(مشکوٰۃ کتاب العلم)	اور اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔

قیوم! اولوالعزم رسول کا نائب ہوتا ہے اس کا مخالف فیض سے محروم رہتا ہے کیونکہ وہ حکومت کے وزیر کا باغی ہوتا ہے اور باغی کو حکومت کی طرف سے انعام نہیں ملا کرتا۔

غوث

غوث کے معنی فریاد رس۔ فریاد سننے والا۔ غوث کا درجہ بہت بلند ہے اور اس کی روحانی طاقت بہت زیادہ ہوتی ہے جناب غوث الاعظمؒ فرماتے ہیں۔

وَلَوْاَلْقَيْتُ سِرِّیْ فِیْ بِحَارٍ
لَصَارَ اَلْکُلُّ غَوْرًافِی الزَّوَالِ

اگر میں اپنے راز یا توجہ یا طاقت خداداد کو دریاؤں پر ڈالتا۔ تو تمام دریاؤں کا پانی خشک و معدوم ہو جاتا۔

حدیث شریف میں ہے!

اَلْعُلَمَآءُ کَالْاَنْبِیَآءُ بَنِیْ اِسْرَائِیْل — میری امت کے علماء (باطن) بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہوں گے۔

مردے زندہ کرنا

وَلَوْاَلْقَیْتُ سِرِّیْ فَوْقَ مَیِّتٍ
لَقَامَ بِقُدْرَۃِ الْمَوْلٰی تَعَالٰی

اگر میں اپنی طاقت خداداد کو مردہ پر ڈالوں۔ تو وہ فوراً خدائے تعالیٰ کی قدرت سے اٹھ کھڑا ہو۔

قرآن پاک میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے خداتعالیٰ سے عرض کیا: رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی اے میرے پروردگار میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تو مردے کیسے زندہ کرے گا؟ تو خدا نے فرمایا: "اَوَلَمْ تُؤْمِنْ" کیا تیرا اس پر ایمان نہیں ہے۔ تو حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا: بَلٰی وَلٰکِنْ

لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ کیوں نہیں میرا ایمان تو ہے مگر میرے دل کو اطمینان ہو یعنی علم الیقین تو ہے عین الیقین اور مشاہدہ چاہتا ہوں۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیمؑ کی زبان اور ہاتھ سے مختلف پرندوں کو جن کا گوشت قیمہ کر کے ملا دیا گیا تھا۔ زندہ کر دیا۔

حضرت عیسیٰؑ کے متعلق کلام اللہ میں ہے:

وَاُبْرِیُٔ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ	اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد
وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ	اندھے اور سفید داغ والے کو
(پارہ ۳ سورہ آل عمران)	اور میں مردوں کو زندہ کرتا
	ہوں اللہ کے حکم سے

پس مردوں کو زندہ کرنا اہل اللہ سے ثابت ہے۔

ایک روز حضرت غوث الاعظمؒ نے مرغی کا گوشت کھایا پھر تمام ہڈیوں کو جمع کر کے اپنا دست اقدس ہڈیوں پر رکھا اور فرمایا! اللہ کے حکم سے اٹھ کھڑی ہو۔ چنانچہ وہ زندہ ہو گئی اور چلنا پھرنا شروع کر دیا۔ جیسے وہ ذبح ہونے اور پکنے سے پہلے تھی۔

(فتاویٰ الحدیثیہ۔ فیض الباری۔ قلائد الجواہر۔ جامع کرامات)

اسی طرح ایک روز آپؒ وعظ فرمارہے تھے۔ کہ ایک چیل شور کرتی ہوئی آئی اور آپؒ کے کلام میں مخل ہوئی۔ آپؒ کے منہ سے نکلا! خدا تیری

گردن کاٹے۔ چیل فوراً زمین پر گری اور مر گئی۔ جب آپؒ فارغ ہوئے تو مسجد کے صحن میں اسے مردہ پایا۔ آپ نے فرمایا! "اللہ کے حکم سے اٹھ کھڑی ہو" چنانچہ وہ زندہ ہو کر اڑ گئی۔ ایسے ہی آپؒ نے بارہ برس کی ڈوبی ہوئی بیڑی اور اس میں دولہا اور باراتی جتنے سوار تھے۔ سب کو زندہ فرمایا۔ اس بیڑی کے دولہا کا نام شاہ کبیر الدین تھا جو کہ بعد میں دریائی دولہا اور آجکل دولہ شاہ کے نام سے مشہور ہیں اور ان کا مزار شریف گجرات میں مرجع خلائق ہے۔

حدیث قدسی ہے!

اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَ اَنَا سِرُّہٗ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انسان میرا بھید ہے اور میں اس کا بھید ہوں

اسی سر یعنی راز اور طاقتِ خداداد سے اولیاء اللہ اور انبیاء اللہ نے مردوں کو زندہ کیا ہے۔

حضرت انور شاہ صاحب نے اپنے زمانے کے ایک ولی اللہ کا واقعہ لکھا ہے۔ جس سے ان کی ملاقات بھی ہوئی۔ فرماتے ہیں!

"ایک آدمی بجنور میں آیا اور لوگوں کے سامنے اس نے پرندہ کا سر کاٹا۔ پھر اسے جوڑ دیا۔ پرندہ زندہ ہو گیا اور اڑ گیا۔ (دلائل السلوک)

حضرت ذوالنون مصریؒ نیل کے کنارے گئے دیکھا کہ ایک عورت چلا چلا کر رو رہی ہے۔ حضرت ذوالنونؒ اس کے پاس گئے پوچھا کیوں رو رہی ہو؟ اس نے کہا۔ میرا بچہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک میرے سینے سے چمٹا ہوا

تھا۔ مگرمچھ آیا اور چھین کرلے گیا۔ حضرت ذوالنونؒ نے دو رکعت نماز پڑھی اور خدا سے دعا مانگی۔ کیا دیکھا کہ مگرمچھ دریا سے نکلا اور بچے کو صحیح وسلامت باہر رکھ دیا۔ حضرت ذوالنونؒ نے بچہ ماں کے حوالے کر دیا۔

یہ وہ لوگ ہیں۔ جنہیں تصور شیخ حاصل ہو چکا تھا۔ جب یہ اپنی نفی کرتے ہیں اور تصور شیخ میں جو کچھ بھی فرما دیتے ہیں۔ وہی ظہور میں آجاتا ہے۔ اگر مردے پر توجہ ڈال دیں تو وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ جب اپنی نفی کی جاتی ہے تو اثبات "اللہ" ہوتا ہے اور اللہ کے لئے مردے زندہ کرنا کونسا مشکل کام ہے۔

اولیاء اللہ کی پہچان

حدیث قدسی

اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ قِبَائِیْ لَا یَعْرِفُھُمْ غَیْرِیْ اِلَّا اَوْلِیَائِیْ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے ولی میری قبا کے نیچے ہیں انہیں میرے دوستوں کے سوا دوسرا کوئی نہیں پہچان سکتا ہے یعنی ولی ہی پہچان سکتا ہے۔

تفسیر کبیر میں ولی اللہ کی پہچان یہ بیان کی گئی ہے کہ ولایت کے دو رکن ہیں ایک ظاہر میں شریعت کا متبع ہو۔ دوسرا یہ کہ اس کا باطن نور حقیقت میں مستغرق ہو۔ جب یہ دونوں باتیں پائی جائیں انسان کو ان کے حصول کی معرفت ہو جائے تو لازماً وہ اللہ کا دوست ہو گا۔ (تفسیر کبیر)

مشکوٰۃ شریف میں اولیاء کی پہچان یہ بتائی گئی ہے کہ۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خِیَارُ عِبَادِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ تَعَالٰی

خدا کے اچھے بندے وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو خدا یاد آجائے۔

یہ علامت کچھ اس قسم کی نہیں کہ جو چاہے جس کے متعلق چاہے کہدے کہ ،، حضرت کو دیکھ کر خدا یاد آجاتا ہے اور ہر سننے والا اس پر یقین کرلے بلکہ اس سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں۔

اولیاء شریعت کے ظاہر اور باطن کے موافق دعوت دیتے ہیں اول مریدوں اور طالبوں کو توبہ اور انابت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں احکام شرعیہ کو بجالانے کی ترغیب دیتے ہیں پھر ذکر الٰہی بتاتے ہیں اور تاکید کرتے ہیں کہ ہر وقت ذکر میں مشغول رہیں۔

ظاہر ہے کہ ولی کو اس دعوت کے لئے جو شریعت کے ظاہر و باطن سے تعلق رکھتی ہے خوارق (کرامت) کی کیا ضرورت ہے پیری و مریدی اس دعوت سے مراد ہے جس کا خوارق و کرامات سے تعلق اور واسطہ نہیں وہ علامت جس سے اس کی مجلس میں دل کو حق تعالیٰ کی طرف رغبت و توجہ پیدا ہو جائے اور ماسوا کی طرف سے دل سرد ہو جائے وہ شخص سچا ہے۔

(مکتوبات دفتر دوم مکتوب نمبر ۹۶)

اولیاء اللہ کی امتیازی شان

صاحب تفسیر مظہری نے سورہ "سبا" کی تفسیر کے سلسلے میں فرمایا۔

بعض اکابر پر کبھی ایسا وقت آتا ہے کہ وہ قید زماں سے آزاد ہو جاتے ہیں اور ماضی و مستقبل کو اپنے سامنے دیکھتے ہیں اس پر صحیحین کی یہ حدیث شاہد ہے کہ عبداللہ ابن عباسؓ راوی ہیں حضور اکرم ﷺ کے عہد میں سورج گرہن لگا تو حضور اکرم ﷺ نے اور دوسرے لوگوں نے نماز خسوف پڑھی اور طویل قیام کیا لوگوں نے دریافت کیا کہ ہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ کسی چیز کو پکڑنے کے لئے آگے بڑھے پھر پیچھے ہٹے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے جنت دیکھی جنت کے میوے سے ایک خوشہ پکڑنا چاہا۔ اگر میں اسے پکڑ لیتا تو تم رہتی دنیا تک اسے کھاتے رہتے یہاں یہ نہ کہا جائے گا کہ آپ ﷺ نے جنت کی مثالی صورت دیکھی جیسی آدمی خواب میں دیکھتا ہے کیونکہ حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ اگر میں اسے پکڑ لیتا تو تم رہتی دنیا تک اسے کھاتے رہتے۔ صاف ظاہر کرتا ہے کہ حضور ﷺ نے حقیقی جنت و دوزخ کا مشاہدہ کیا صرف مثالی صورت نہیں دیکھی۔

فوائد

عارف دل کی آنکھ سے ساری چیزیں دیکھتا ہے۔ مثلاً منازل سلوک بیت المعمور بیت العزۃ سدرۃ المنتہیٰ، جنت، دوزخ، عرش، کرسی، لوح محفوظ

، جنت کے ثمرات اور اس کی نہریں۔ ملائکہ ، ارواح اور جنات وغیرہ اور ان کا دیکھنا حقیقت پر محمول ہوتا ہے ان اشیاء کی مثالی صورتیں نہیں ہوتیں۔ اولیاء اللہ زمین پر ہوتے ہیں مگر ان کی روح قید زماں و مکاں سے آزاد ہوتی ہے

درویش کا مقام

حضرت عیسیٰؑ نے دعا کے وقت پروردگار عالم سے سوال کیا۔ الٰہی !اس دنیاو مافیھا کا قیام و ثبات کس چیز میں ہے فرمان ہوا۔ درویشوں کے قدوم سعادت ملزوم سے ۔ اے عیسیٰؑ ! اگر اس دنیا میں درویش موجود نہ ہوتے یا فرش زمین ان حضرات کو قبول کرنے میں تامل کرتا تو اغنیاء کو میں زمین میں دھنسا کر تباہ و برباد کر دیتا۔

حضور اکرم ﷺ ایک دفعہ تشریف فرما تھے کہ جبرئیل امین حاضر ہوئے اور عرض کی۔ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کا پروردگار یہ فرماتا ہے۔ کہ اے میرے حبیب ! فقیروں سے محبت کیا کریں اور اپنے قریب کیا کریں اور ان سے دوستی بنائیں اور ان کے قریب رہا کریں۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ایک صابر درویش کی دو رکعت نماز کا درجہ شاکر مالدار کی ستر رکعتوں سے بڑھ کر ہے اور شاکر مالدار وہ جو اپنا سب کچھ راہ خدا میں خرچ کرنے سے دریغ نہ کرتا ہو۔

شیخ اوحد الدین کرمانی نے فرمایا قیامت کے دن درویش حضرات سے کہا جائے گا۔ آپ لوگ میزان عدالت کے پاس چلے جائیں اور دیکھیں جس شخص نے دنیا میں ذرہ بھر آپ کی خدمت کی ہے ہم آپ کو اختیار دیتے ہیں انہیں میزان حساب سے واپس کرلیں اور اپنے ساتھ بہشت میں لیجائیں۔

درویشان خدا سے روگردانی

قیامت کے دن ایک شخص کو پیش کیا جائے گا۔ اس سے نماز وروزہ وحج کے بارے میں پرسش کی جائے گی اور جب پوچھ گچھ مکمل ہوچکے گی تو فرشتگان عذاب کو حکم ہوگا کہ جاؤ اسے دوزخ میں لے جاؤ۔ وہ شخص عرض کرے گا الٰہی! میں نے دنیا میں کافی نیک کام کیے ہیں میرے کون سے جرم پر مجھے دوزخ میں ڈالا جارہا ہے۔ حکم ہوگا تم دنیا میں درویشان خدا سے روگردانی کرتے تھے آج ہم تم سے روگردانی کرتے ہیں اور تیری ساری عبادت کو تیرے منہ پر مارتے ہیں اس کے بعد ایک اور آدمی کو لایا جائے گا فرمان ہوگا اسے بہشت میں لے جاؤ۔ وہ آدمی حیران ہوکر عرض کرے گا۔ الٰہی! یہ عنایت کس لیے ہے۔ جواب آئے گا۔ اے فلاں۔ ہم جانتے ہیں کہ تم نے دنیا میں بڑے گناہ کئے لیکن تیرا یہ وصف بھی تھا کہ اگر ایک روپیہ بھی تیرے ہاتھ میں آتا تو میرے بندوں کی خدمت کے لئے صرف کردیتا اور ان سے

پیار کرتا۔ انہی درویشوں کی دعا کی برکت سے آج تو نے عذاب نار سے رہائی پائی۔

اولیاء اللہ سے دشمنی اللہ سے دشمنی ہے

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ علم تابع معلوم کے ہوتا ہے اگر معلوم اعلیٰ اور عظیم ہے تو علم بھی عظیم ہوگا اس قاعدہ کی روشنی میں اس حقیقت پر غور کریں۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ (اِیْ لِیَعْرِفُوْنَ) میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں یعنی میری معرفت حاصل کریں۔

جب معرفت الٰہی حاصل ہو گئی تو مقصد تخلیق پورا ہو گیا پس ایسے مقبولین خدا جو غایت تخلیق کا مصداق ہیں ان سے دشمنی رکھنا کور باطنی کی دلیل ہے۔ مخالفین اولیاء کے لئے وہ عذاب کافی ہے جو صحیح حدیث قدسی میں حضور ﷺ سے مروی ہے۔ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ لِلْحَرْبِ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس نے میرے ولی سے دشمنی کی اس سے میں اعلان جنگ کرتا ہوں۔

یعنی میں نے اسے بتا دیا کہ میں اس سے جنگ کروں گا جس نے خدا سے جنگ کی وہ کبھی نجات نہ پائیگا اور علمائے امت نے کہا ہے کہ محارب خدا (خدا سے جنگ کرنے والے) صرف دو ہیں ایک مخالفِ اولیاء اور دوسرا اسود

خوار۔ ان میں سے ہر ایک کے متعلق خطرہ ہے کہ ایمان ضائع کر کے مرے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سے جنگ تو کافر ہی کرتا ہے اور بہت کم عذاب مخالفین اولیاء کے لئے یہ ہے کہ ان کی برکت سے محروم ہیں اور سوء خاتمہ کا خوف ہے بعض عارفین کا فرمان ہے کہ جب دیکھو کہ کوئی شخص ولی اللہ کو ایذا دیتا ہے اور برکات اصفیاء کا انکاری ہے تو سمجھ لو کہ وہ خدا سے جنگ کرنے والا ہے اور قرب الٰہی سے دور اور مردود ہے۔ (فتاویٰ الحدیثیہ ۲:۲۸۵)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ مسجد کی طرف گئے اور حضرت معاذؓ کو حضور ﷺ کی قبر شریف کے پاس روتے ہوئے پایا اور کہا جس نے اولیاء اللہ سے دشمنی رکھی اس نے اللہ سے مقابلہ کیا اللہ تعالیٰ ایسے نیک متقی اور پوشیدہ رہنے والے لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اگر موجود نہ ہوں تو ان کی تلاش نہیں کی جاتی اور اگر موجود ہوں تو انہیں پہچانا نہیں جاتا ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں یعنی وہ ہر قسم کی جہالت اور اس کے فتنوں سے محفوظ ہیں۔ (الترغیب ۳:۴۴۴)

فائدہ

اولیاء اللہ سے دشمنی رکھنے کے دو عظیم نقصان ہیں اول دنیا میں ان کی برکت سے محرومی دوم سوء خاتمہ کا خطرہ۔ یہ دونوں امور حدیث قدسی سے ثابت ہو گئے حضرت مولانا تھانوی صاحب نے فرمایا ہے کہ اولیاء اللہ

سے دشمنی کفر تو نہیں مگر مخالفین مرتے کفر پر ہی ہیں۔ (دلائل السلوک)

اولیاء اللہ کی محبت

حدیث شریف میں ہے "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ" ہر آدمی کا حشر اسکے ساتھ ہوگا جس سے اسے پیار ہوگا۔ جیسا کہ اصحاب کہف کا واقعہ بیان فرمایا کہ حضرت عیسیٰ کے آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد عام لوگ بت پرست ہو گئے۔ دقیانوس بادشاہ کا زمانہ تھا شہر افسوس میں سات حضرات جنہیں اصحاب کہف کہا جاتا ہے یہ ایمان پر قائم تھے دقیانوس بادشاہ ہر مومن کو قتل کروا دیتا تھا یہ حضرات ایمان بچانے کیلئے اس شہر کو چھوڑ کر جا رہے تھے کہ ایک کتا بھی ان کے ساتھ چل دیا ان حضرات نے کتے کو دھتکارا تاکہ وہ ان کا پیچھا چھوڑ دے مگر کتے نے انکا پیچھا نہ چھوڑا ان حضرات کے بار بار دھتکارنے پر کتے نے بارگاہ رب العزت میں التجا کی کہ یا اللہ مجھے زبان عطا فرما تاکہ میں اپنا مدعا بیان کر سکوں چنانچہ اسے زبان عطا ہوئی تو اس نے اصحاب کہف سے عرض کی کہ جہاں آپ رہیں گے میں شور نہ کرونگا اور آپ کو تنگ نہ کرونگا

نہ میں بھونکاں نہ میں ٹونکاں نہ میں شور مچاواں
شاید نیکاں دے لڑ لگ کے میں وی بخشیا جاواں

اس کتے کا نام قطمیر ہے ان حضرات نے شہر سے باہر ایک بخاوس

نامی پہاڑ کی غار جسکا نام جیروم تھا اس میں پناہ لی اللہ تعالیٰ نے انکو نیند میں مبتلا
کیا یہ حضرات رب کی قدرت سے تین سو نو برس سوتے رہے ادھر دقیانوس
بادشاہ ہلاک ہوا کئی سلطنتیں گزریں آخر کار ایک بادشاہ بیدروس نامی ہوا جو
مومن صالح تھا ساٹھ سال اس نے سلطنت کی اسکے زمانے کے لوگ قیامت
میں دوبارہ اٹھنے کے منکر ہو گئے اس بادشاہ نے اللہ رب العزت سے دعا کی کہ
مولا کوئی ایسی نشانی عطا فرما کہ لوگ روز قیامت پر ایمان لائیں اصحاب کہف
اس دوران میں بیدار ہوئے جنکے چہرے ہشاش بشاش تھے۔ جب انہیں
بھوک محسوس ہوئی تو انہوں نے حضرت تملیخا کو چاندی کا سکہ دے کر شہر
بھیجا تا کہ کھانے کیلئے کچھ لائے جب وہ شہر پہنچے تو ایک نانبائی کی دوکان سے
روٹی خریدی جب اسے پیسے دیئے تو وہ بولا کہ یہ سکہ تو آج سے تین سو برس
پہلے دقیانوس کے زمانے کا ہے تمہارے پاس کہاں سے آیا اس کو پکڑ کر حاکم
کے پاس لے گئے بادشاہ بولا شاید تمہیں کوئی خزانہ ملا ہے بتاؤ وہ خزانہ کہاں ہے
تملیخا نے اپنا واقعہ اسے سنایا تب بادشاہ اور دیگر حکام اور شہر والے انہیں دیکھنے
غار پر آئے بادشاہ بیدروس نے ان لوگوں سے مصافحہ کیا اور اپنی رعایا سے کہا
کہ جو رب لوگوں کو تین سو سال تک سلا کر اٹھا سکتا ہے تو وہ قیامت میں
مردے بھی زندہ فرما سکتا ہے یہ حضرات پھر اپنی جگہ جاکر سو گئے بادشاہ نے
وہاں غار کے دروازے پر مسجد بنانے کا حکم دیا وہاں لوگ ہر سال جمع ہوتے
تھے اور عید کی طرح خوشی مناتے تھے۔ (اس واقعہ سے بزرگان دین کے

عرس کا بھی ثبوت ملتا ہے)

اور ان کا کتا غار کے منہ پر اپنی کلائیاں پھیلائے بیٹھا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم انکی کروٹیں بدلتے رہتے ہیں یہ حضرات قیامت تک سوتے رہیں گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان اصحاب کا چند لوگوں کو علم ہے اور حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں ان چند لوگوں میں سے ہوں۔

اصحاب کہف کا کتا جنت میں جائے گا اب مقام غور ہے کہ آخر اس کتے میں کونسی خوبی تھی جسکے باعث وہ جنت کا مستحق ٹھہرا اور بھی تو ہزاروں کتے خدا تعالیٰ کی مخلوق ہیں پتہ چلا کہ اس کتے نے اولیاء اللہ کی نسبت اور محبت اختیار کی تو اسے یہ مقام حاصل ہوا کہ اسکا نام عزت کے ساتھ قرآن پاک میں آیا ہے اسکے نام کے وظیفے پڑھے جانے لگے اور تعویذ میں اسکا نام لکھا جاتا ہے سب سے بڑھکر یہ کہ اسے اصحاب کہف کے ساتھ جنت میں داخل کیا جائے گا جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے محبوب کے عشق میں فنا ہو جاتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کی صف میں شامل فرمالیتا ہے اور اس طرح وہ بھی محبوبان خدا ہو جاتے ہیں۔ عِنْدَ ذِكْرُ الصَّالِحِيْنَ تَتَنَزَّلُ الرَّحْمَةَ جہاں ذکر صالحین ہوتا ہے وہاں میری رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

وہ کہ جنکے دم سے قائم ہے نظام کائنات
وقف جنکی زندگی تیری رضا کیواسطے

اولیاء اللہ کا وجود

ایک دفعہ ہم شیرانوالہ گیٹ میں مولانا احمد علی لاہوری کی مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے تشریف لے گئے مسجد کے اندر لگے ہوئے ایک اشتہار پر ایک حدیث شریف پڑھتے ہی بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے کیونکہ اس حدیث شریف میں اولیاء اللہ کی شان بیان فرمائی گئی تھی لیکن جب حدیث شریف کے نیچے مولانا احمد علی لاہوری کا لکھا ہوا حاشیہ پڑھا تو آنسو بند ہو گئے اور بہت زیادہ غصہ آگیا کیونکہ لکھا تھا کہ یہاں لاہور میں کوئی ولی اللہ نہیں ہے اسلیے یہاں پر گناہ زیادہ ہوتے ہیں چہرہ کے آثار تبدیل ہوتے دیکھ کر مسجد کے خطیب نے پوچھا حضرت صاحب کیا وجہ ہے کہ پہلے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اب اچانک ہی حالت بدل گئی ہے اور غصہ کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں ہم نے اس سے پوچھا یہ کون صاحب ہیں جنھوں نے یہ لکھا ہے کہ لاہور میں کوئی ولی اللہ نہیں ہے خطیب صاحب نے کہا یہ بہت بڑے ولی اللہ ہیں ہم نے کہا یہ تو لکھتے ہیں کہ یہاں کوئی ولی اللہ نہیں ہے تو تم اسے کیوں ولی اللہ مانتے ہو جبکہ یہ رہتے بھی لاہور ہی میں ہیں خطیب صاحب حیران رہ گئے اور عرض کی حضرت صاحب آپ اس بارے میں مجھے سمجھا دیں ہم نے کہا جاؤ آٹا لے کر آؤ۔ خطیب صاحب کے واپس آنے تک ہم نے نماز ادا فرمائی خطیب صاحب خشک آٹا لے آئے ہم نے کہا اسے گوندھ کر لاؤ

جب وہ آٹا گوندھ کر لائے تو ہم نے کہا کہ اس میں جو پانی ڈالا تھا وہ کہاں ہے ؟
یاد رکھو ! اولیاء اللہ دنیا میں ایسے ہی موجود ہیں جیسے آٹے میں پانی اور جسطرح
آٹے کی افادیت پانی سے ہے اسی طرح دنیا کی بقا اولیاء اللہ کی موجودگی سے
ہے جب اولیاء اللہ اس دنیا میں موجود نہ ہونگے تب قیامت قائم ہو جائے
گی۔

عزّت کیا ہے

اے نادان ! تو عزت کہاں تلاش کرتا ہے بادشاہوں کے در پر ؟ اللہ
تبارک تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ عزت تو میں نے اپنی اطاعت میں رکھ دی
ہے اگر تو نفس کو تابع کرلے گا تو تابع حق ہو جائیگا تجھے خوف خدا طاری ہو
جائیگا اور قریب الٰہی حاصل ہو جائے گا جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں
کائنات کی ہر شے ان سے ڈرتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے تابع ہو جاتے ہیں
کائنات کی ہر شے انکے تابع ہو جاتی ہے ارشاد خداوندی ہے۔ وَتُعِزُّ مَنْ
تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ.

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ کا اطلاق اولیاء اللہ پر ہوتا ہے اور یہ عزت اللہ تعالیٰ
کی طرف سے اپنے خاص بندوں پر عنایت ہے انہیں نہ تو یہاں کا کوئی غم اور
نہ آخرت کا کوئی خوف ہوتا ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا اَلَا اِنَّ
اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ کااطلاق دنیا پرست لوگوں پر ہوتا ہے ہم نے تاریخ میں پڑھا ہے کہ بادشاہوں نے بھی اولیاء اللہ کے آستانوں پر حاضریاں دیں اور سر تسلیم خم کیا اور فی زمانہ بھی اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ پاکستان کے بھی تقریباً تمام حاکم وقت دربار حضرت داتا گنج بخشؒ اور دیگر بزرگان دین کے مزارات پر حاضری دیتے ہیں اس سے یہ عیاں ہو جاتا ہے کہ عزت اللہ تعالیٰ کے ان مقبول بندوں کو حاصل ہے نہ کہ ان حاکموں کو کیونکہ جس کی چوکھٹ پہ سر جھکایا جائے وہی اعلیٰ اور صاحب عزت ہے دنیا پرست دولت، حکومت اور شہرت کو عزت سمجھتے ہیں حالانکہ دولت اور حکمرانی نعمت کے زمرے میں آتی ہے دولتمندوں کو چاہیئے کہ اسے راہِ خدا میں خرچ کر کے اس نعمت کا شکرادا کریں اور شہرت سے بچیں حکمران طبقہ کو چاہیے کہ وہ اپنے محکوموں کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں کیونکہ یہ انعام نہیں بلکہ نعمت ہے حدیث شریف میں ہے ہر نعمت کا شکر ادا کرنا واجب ہے ورنہ روز محشر حکمرانوں سے محکوموں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

کرامت کیا ہے

کرامت ایسے فعل کو کہتے ہیں جو عادت انسانی سے ہٹ کر ہو اس لئے اسے خوارق عادت (عادت کو توڑنے والی بات) کہتے ہیں ایسے امور جب نبی سے ظاہر ہوں تو اسے معجزہ کہا جاتا ہے یعنی ایسا کام جو عقل کو عاجز کر دے وہی کام جب ولی سے ظاہر ہو تو اسے کرامت کہا جاتا ہے ولی کی کرامت اصل میں اس نبی کا معجزہ ہوتا ہے جس نبیؑ کا وہ ولی متبع ہوتا ہے اور معجزہ کی شرط اظہار ہے یعنی معجزہ دکھا کر کفار کو مسلمان کرنا ہوتا ہے اس لئے اس کو ظاہر کرنا ضروری ہوتا ہے اور کرامت کے لئے اخفا یعنی چھپانا شرط ہے معجزہ نبی کی صداقت پر اور کرامت ولی کی صداقت کی دلیل ہے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے برگزیدہ بناتا ہے اور چن لیتا ہے اس کی عظمت کے اظہار کے لئے ان سے ایسے امور کا صدور کرواتا ہے انبیاء کرام کی میراث، ان کی تعلیمات اور ان کے معجزات ہوتے ہیں اور اس دنیا سے ان کے رخصت ہو جانے پر ان کی میراث ان کی روحانی اولاد کو منتقل ہوتی ہے۔ بشرطیکہ وہ روحانی اولاد اسکی کامل متبع ہو کیونکہ نافرمان اولاد کو تو عاق کر دیا جاتا ہے اور وہ مادری ورثہ سے بھی محروم ہو جاتی ہے اس لئے نبیؑ کے کامل متبع کو ولی اللہ کہتے ہیں اور اولیاء کرام کو بھی انبیاء کی روحانی میراث ملتی ہے۔

امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں:

ہم کہتے ہیں کہ تقویٰ افضل ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ تم میں سے افضل وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

ولی کی کرامت کا مقرون بالتقویٰ ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ بغیر متقی صالح کے کرامات کا صدور محال ہے جہاں تقویٰ زیادہ ہوگا وہاں فضیلت و کرامت بھی زیادہ ہوگی۔

علامہ شیرانی فرماتے ہیں!

کرامت صرف اس ولی سے ثابت ہوتی ہے جو اپنے نبی کا کامل متبع ہو اسی وجہ سے وہ ولی اس امت کے خواص میں سے ہوتا ہے۔

امام ذہبی

فرماتے ہیں! خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی اور اس سے زیادہ سچی خبر دینے والا اور کوئی نہیں کہ بلقیس کا تخت بڑا عظیم تھا اتنا بڑا کہ ہم اس کی تفصیل نہ سمجھ سکتے ہیں نہ بیان کر سکتے ہیں نہ اس کی مقدار و ماہیت سمجھ سکتے ہیں اور یہی عظیم تخت حضرت سلیمانؑ کی رعیت کا ایک آدمی اٹھا لایا تھا اور آنکھ جھپکنے سے پہلے حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں پیش کر دیا تھا جیسا کہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے اس لئے کرامات اولیاء کا انکار ایک جاہل آدمی کے بغیر کوئی نہیں کر سکتا بھلا اس عظیم تخت کے آنکھ جھپکنے سے پہلے لے آنے

سے بڑھ کر بھی کرامت ہو سکتی ہے؟ یہ بات عقل کی دسترس سے باہر ہے اس لئے ہم اس کے بغیر کچھ نہیں کہہ سکتے کہ ہم ایمان لائے اور کرامات اولیاء کی تصدیق کی۔

فیض الباری

متواتر اخبار کرامات کے صدور میں اس قدر وارد ہو چکی ہیں کہ ان کا انکار جائز ہی نہیں ہاں جس کو اللہ تعالیٰ نے اچھائی سے محروم کر دیا ہو اس کا حصہ ہی تکذیب کرامات و برکات اولیاء ہے اور وہ اسے محال جانتا ہے علامہ شیرانی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک قول نقل کیا ہے جو قول فیصل ہے فرمایا!

کرامت ولی کا انکار صرف ایک گدھا ہی کر سکتا ہے۔

اقسام کرامت

کرامت کی دو قسمیں ہیں ایک معنوی جسے اہل دانش و بینش سمجھتے ہیں اور اس سے متاثر ہوتے ہیں اور یہی حقیقی کرامت ہے۔

خوب سمجھ لو کہ اولیاء کی سب سے بڑی اور عظیم کرامت شریعت کی کامل اتباع، اس پر استقامت اور خلاف شرع امور سے بچ کر رہنا ہے۔

ان کی یہ کرامت جب ماحول پر اثر انداز ہوتی ہے تو اللہ کی مخلوق جو خدا سے دور ہو چکی ہوتی ہے اس کی کشش سے اللہ کی یاد اور اللہ کی عبادت کی طرف کھنچی چلی آتی ہے اور ان کے دل میں یقین اور ایمان کی شمعیں روشن ہونے لگتی ہیں اور

انہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا خیال آنے لگتا ہے رذائل دور ہوتے ہیں اور فضائل کے حصول کا جذبہ اور شوق پیدا ہونے لگتا ہے اولیاء اللہ کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایک ہستی نے بالکل نامساعد حالات میں دعوت الی اللہ کا کام کر کے ہزاروں بگڑے ہوئے لوگوں کو اللہ کا بندہ بنا دیا عوام تک ہی محدود نہیں ان بے نوا فقیروں نے بیسیوں شاہان وقت کو راہ ہدایت پر لگا دیا۔

دوسری قسم کرامت حسی

یہ عوام کے ذہنوں کو متاثر کرتی ہے چونکہ ان کی ذہنی سطح پست ہوتی ہے اس لئے معنوی کرامت کو وہ لوگ سمجھ ہی نہیں پاتے اور انکی نگاہیں حسیات اور مادیات میں ہی اٹک کر رہ جاتی ہیں چنانچہ حضرت جنید بغدادیؒ کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک شخص انکی خدمت میں دس برس رہا آخر مایوسی کی کیفیت کے ساتھ واپس ہونے لگا آپ نے وجہ پوچھی کہنے لگا بڑی شہرت سنی تھی کہ جنید بڑا ولی اللہ ہے مگر دس برس میں ایک بھی کرامت نہیں دیکھی حضرت نے فرمایا کہ اس عرصے میں جنید کا کوئی کام ایسا بھی دیکھا جو سنت نبوی ﷺ کے خلاف ہو؟ کہنے لگا ایسا تو نہیں فرمایا یہی سب سے بڑی اور حقیقی کرامت ہے۔

حاصل کلام یہ کہ اولیاء اللہ سے دونوں قسم کی کرامات کا صدور ہوتا ہے۔ کرامت معنوی سے انہوں نے خدا سے دور اور کور باطن لوگوں کو معرفت الٰہی کا نور عطا فرما کر واصل باللہ کر دیا اور حسی کرامات بھی اولیاء اللہ سے اتنی صادر ہوتی ہیں کہ

یہ کتاب ایسے واقعات کی متحمل نہیں ہوسکتی کرامات پر بہت سی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں مگر کرامات پھر بھی ختم نہ ہوں میرا مقصود کرامات بیان کرنا نہیں بلکہ اس کی وضاحت کرنا تھا۔

ہم نے اس کتاب میں یہ ثابت کردیا ہے کہ اولیاء اللہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہوتے ہیں اسلیے ان سے ایسے امور کا صادر ہونا کوئی شک والی بات نہیں ہے۔

استقامت

سورہ العنکبوت میں دین کی استقامت حاصل کرنے کا نسخہ بتادیا گیا ہے اور اسی ضمن میں ایک صاحب نے سوال کیا کہ۔

جانتا ہوں ثواب طاعت وزہد
مگر طبیعت ادھر نہیں آتی

یہ کیسے ممکن ہے کہ نماز پڑھنے، روزے رکھنے اور خدا کی یاد میں تسلسل نہیں۔
استقامت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ دین پر استقامت اختیار کرنا ہزار کرامت سے بھی بلند ہے اس لحاظ سے دین پر استقامت کا جو نسخہ عطا کیا گیا ہے اسکے چار اجزاء ہیں اور وہ سب ایک ہی آیت میں بیان فرمادیئے گئے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ	کتاب میں جو کچھ تمہاری
الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ	طرف آیا ہے اسکو وصول کرو
الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ	اور نماز کے پابند رہو بے شک
وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ	نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَاتَصْنَعُوْنَ	ہے اور اللہ کا ذکر بڑا اچھا کام ہے
(پارہ نمبر ۲۱)	اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے

جانتا ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ کتاب میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہاری طرف بھیجا ہے اسے وصول کرو سمجھو اور اس پر عمل کرو جب تک پیغام وصول نہیں ہو گا اس وقت تک ایمان حاصل نہیں ہو گا جب کلمہ طیبہ پڑھا ایمان میں داخل ہو گئے اب تفصیلی ایمان اور اس کتاب کو سمجھنے کیلئے ہادی کی صحبت اختیار کرنا پڑے گی کیونکہ کتاب کو سمجھ کر اسکی تلاوت کرنے اور تلاوت کے ساتھ تدبر اور تذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے سوچ سمجھ کر پڑھنا اور اس نیت سے کہ اس پر عمل کرنا ہے اس سے نصیحت حاصل کرنا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ نماز کو قائم کرنا اسلئے کہ ہر ذہنی کیفیت کے ساتھ ساتھ جسمانی عمل بھی درکار ہے جو اس ذہنی اور قلبی کیفیت کو دوام بخشے اور حضور قلب میسر آجائے اور حضور قلب شیخ کامل کے فیض سے حاصل ہوتا ہے در حقیقت حضور قلب والی نماز ہی برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے اگر اللہ تعالیٰ رات کو اپنے

ہو کر نوافل ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے تو اسکا لطف دو چند ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت فاطمۃ الزہرا ؓ نے رات کو دو رکعت نفل کی نیت باندھی اور ایک ہی رکعت میں صبح ہو گئی یہ تھی سرور کی کیفیت اور یہ کیف و سرور پیار و محبت سے حاصل ہوتا ہے آپؓ کے رہبر و ہادی آپکے والد مکرم حضرت رسول کریم ﷺ تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے اتنی شدید محبت تھی کہ دوران نماز اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرماتے تو اس کیفیت میں آپ ﷺ پر اس قدر گریہ طاری ہوتا کہ آپ ﷺ کے سینہ مبارک سے چکی کے چلنے اور دیگ کے ابلنے کی آواز آتی تھی۔

تیسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے اسکا ذکر کریں یہ سب سے بڑا عمل ہے اور چوتھا عمل فکر کا ہے اس بات کا فکر کہ وہ سب کچھ جانتا ہے اور ہماری ہر حرکت کو ملاحظہ فرما رہا ہے اسکے قرب کا احساس کہ وہ تو ہماری رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔

بقول شاعر

شہ رگ تو بہت دور ہے اے جان تمنا
آمیرے قریب اور قریب اور قریب اور

اور ذکر تو بقول فیض ایسے ہوتا ہے کہ!

جب تیرا ذکر چھڑ گیا صبح مہک مہک گئی
جب تیرا غم جگا لیا شام مچل مچل گئی

اس استقامت کے نسخے کو تصوّف کی اصطلاح میں مراقبہ حضوری کہتے ہیں

اور مراقبہ حضور تصور شیخ ہے۔ اس ناطے سے یہ چاروں کام ہونگے تو پھر انشاء اللہ اعضاء و جوارح ساتھ دیں گے۔ پھر طبیعت ادھر نہ آنے کا شکوہ نہیں رہے گا پھر اسکے ہاں سے آنے کو دل نہیں چاہے گا۔ دل تو یہی چاہے گا کہ "بیٹھے رہیں تصور جاناں کئے ہوئے "اتنا ہی نہیں بلکہ دوران کام بھی یہ حالت ہو کہ "ہتھ کار ولے دل یار ولے"

گفتگو کسی سے ہو تیرا دھیان رہتا ہے
ٹوٹ ٹوٹ جاتا ہے سلسلہ تکلم کا

امام غزالی فرماتے ہیں بازار کے اندر ذکر الٰہی میں مصروف شخص مردوں میں زندہ کی مثل، مفروروں میں غازی کی مثل، اور خشک درختوں میں سرسبز کی مثل ہے

اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

چونکہ بات عبادت سے شروع ہوتی ہے۔ لہذا مدد بھی عبادت کے معاملہ میں مانگی جارہی ہے۔ یعنی تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی (عبادت کی) مدد چاہتے ہیں۔ کیونکہ جو عبادت تیری مدد سے ہوگی وہ درست ہوگی وگرنہ شیطان نے بھی چالیس ہزار سال عبادت کی اور وہ رائیگاں ہوگئی اور پھر اس آیت کے آگے اس کی وضاحت ہے کہ دکھا ہم کو راہ سیدھا۔

راہ ان لوگوں کا جن پر تیرا انعام ہوا۔ یہ تو کوئی نہیں کہتا کہ اپنا راہ رکھا جبکہ ہم عبادت تیری کرتے ہیں اور مدد بھی تجھ سے مانگتے ہیں اور پھر راہ سیدھا ان لوگوں کا۔

تو جن لوگوں کے راستے پر چلنے کی دعا مانگ رہے ہیں تو ان سے مدد مانگنا بھی جائز ہوا۔ کیونکہ وہ اللہ کے پیارے ہدایت یافتہ اور انعام یافتہ لوگ ہیں۔ اگر ان سے مدد لینا ناجائز و حرام اور شرک ہے تو ان کے راستے کی دعا کرنا بھی شرک و ناجائز اور حرام ہونا چاہیے۔ لہذا یہ ثابت ہوا کہ ان کا راستہ (یعنی طریقہ) اللہ ہی کا راستہ ہے اور یہ ہی صراط مستقیم ہے اور ان کی مدد کرنا اور ان سے مدد طلب کرنا در حقیقت اللہ ہی سے مدد طلب کرنا ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ، اللہ کی دی ہوئی طاقت و قدرت اور علم سے ہی امداد فرماتے ہیں ان کا اپنا اختیار و ارادہ ہوتا ہی نہیں ہے۔ ان میں خدائے تعالیٰ کی قدرت کار فرما ہوتی ہے۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اور وہ اپنی مرضی اور ارادہ سے کوئی بات نہیں کرتے

شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں

سمجھنا چاہیے کہ کسی غیر سے مدد طلب کرنا اس طریقہ پر کہ اس پر اعتماد (کلی) کرے اور اس کو مدد الٰہی سے نہ سمجھے حرام ہے اور اگر توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہے۔ اس کو اللہ کی مدد کا مظہر جان کر اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور کارخانہ اسباب جان کر اس سے مدد مانگے تو یہ عرفان سے دور نہیں ہے اور

شریعت میں بھی جائز ہے اور اس کو انبیاء اولیاء کی مدد کہتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں یہ حق تعالیٰ کے غیر سے مدد طلب کرنا نہیں ہے بلکہ اللہ ہی کی مدد ہے۔

مولوی محمود الحسن دیوبند

مولوی صاحب نے اپنے ترجمہ قرآن میں جس کے چار پاروں کا حاشیہ اس نے خود لکھا ہے اس میں اِیَّاكَ نَسْتَعِیْن کے ماتحت لکھا ہے !"ہاں اگر مقبول بندے کو واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت (مدد طلب کرنا) در حقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔" قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے !

قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۔۔ بولا میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا
لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ہوں کہ میں تجھے ستھرا بیٹا دوں۔

حضرت جبرائیلؑ آدمی کی صورت میں حضرت مریمؑ کے پاس تشریف لائے اور یہ بات ان سے کہی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ بغیر واسطہ جبرائیل بھی ان کو فرزند عطا فرما سکتا تھا اور جبرائیل یہ بھی فرما سکتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تجھے بیٹا عطا کرے گا۔ مگر فرمایا کہ میں تجھے ستھرا بیٹا دوں۔

معلوم ہوا کہ جبرائیل باذن الٰہی بیٹا دے سکتے ہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ کی بارگاہ سے اولاد اور رب کی تمام نعمتیں ملتی ہیں۔ لہذا کہہ سکتے

ہیں۔ کہ حضور ﷺ اولاد۔ ایمان۔ عزت۔ جنت دیتے ہیں بلکہ خدا بھی ان کے ہاں سے ہی ملتا ہے۔ حضرت ربیعہؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا تھا کہ میں آپ ﷺ سے جنت میں آپ کا قرب مانگتا ہوں۔ حضور ﷺ نے اسے شرک نہ فرمایا۔ کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے!

قَالَ ﷺ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰهُ الْمُعْطِیْ ۝ (مشکوٰۃ کتاب العلم)

میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔

معلوم ہوا کہ دیتا تو اللہ تعالیٰ ہے مگر اس نے ہر کام کے لئے وسیلہ بنا رکھا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے! فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا (وَالنّٰزِعٰت) پھر کام کی تدبیر کریں۔

مدبرات امر فرشتے ہیں جو دنیا کا انتظام کرتے ہیں اور اولیاء اللہ بھی مدبرات امر ہیں جیسا کہ شان اولیاء اللہ کے باب میں اس کی تشریح کی گئی ہے رب کی قدرت تو یہ ہے کہ چھوٹا بڑا کام بغیر وسیلہ از خود اس کے حکم سے ہو جاوے مگر قانون یہ کہ ہر کام وسیلہ سے ہو۔ کیونکہ دنیا کا ہر کام مدبرات امر فرشتوں کے سپرد ہے تکوینی اولیاء بھی فرشتوں کی طرح عالم کے انتظام تکوینی کو سنبھالے ہوئے ہیں لہذا ان سے مدد مانگنا اللہ ہی سے مدد مانگنا ہے۔

قرآن حکیم میں حضرت عیسیٰؑ کا قول نقل کیا ہے!

قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ (حضرت عیسیٰؑ) بولے کون
قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ ۝ میرے مدد گار ہوتے ہیں اللہ
کی طرف۔ حواریوں نے کہا ہم
(آل عمران) خدا کے مدد گار ہیں۔

بوقت ضرورت اللہ کے بندوں سے مدد مانگنا سنت پیغمبر ہے
دوسرے یہ کہ نبی کی مدد گویا خدا کی مدد ہے کہ ان لوگوں نے حضرت عیسیٰؑ کی
مدد کی۔ مگر انہیں انصار اللہ کہا گیا۔ "وَاَیَّدْنٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ" اور پاک روح
سے اس کی مدد کی۔

حضرت جبرائیل ہر وقت عیسیٰؑ کے ساتھ رہتے تھے اس سے معلوم
ہوا کہ غیر خدا کی مدد شرک نہیں رب تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کے ذریعہ
حضرت عیسیٰؑ کی مدد فرمائی۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک
وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور
وَالْعُدْوَانِ ۝ زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔

ارشاد خداوندی ہے!

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ تمہارے دوست نہیں مگر اللہ
وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ اور اس کا رسول اور ایمان والے

الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَ هُمْ رَاکِعُوْنَ وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ (المائدہ)

کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کو اپنا دوست بنائے تو بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔

ان آیات مقدسہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (تمام رسول) اور ایمان والے (مومن۔ اولیاء اللہ) یہ سب ایک ہی گروہ ہے یہ حزب اللہ ہے یہ غیر اللہ نہیں ہیں یہ تو اللہ کا گروہ ہیں انہیں غیر اللہ کہنے والا قرآن کی خلاف ورزی کرتا ہے اللہ تعالیٰ تو انہیں اپنا ولی اور اپنے گروہ میں شامل فرما رہا ہے لہذا ان کی مدد اللہ کی ہی مدد ہے۔

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَ جِبْرِیْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ ۝ (التحریم)

تو بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبرائیل اور مومن اور اس کے بعد فرشتے مددپر ہیں۔

مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہوا کہ مومن کے مددگار بہت ہیں اور ان کی مدد اللہ ہی کی مدد ہے کیونکہ یہ حضرات اللہ کی دی ہوئی قدرت سے مدد کرتے ہیں اور قرآن حکیم میں بہت سی آیات ایسی ہیں جن میں فرمایا گیا ہے

کہ بے ایمانوں کا مددگار کوئی نہیں اگر میں وہ آیات بھی لکھوں تو کتاب زیادہ بڑی ہو جائے گی۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ زندہ سے مدد لینا تو جائز ہے مگر غائبانہ مدد یا بعد از وصال کسی سے مدد مانگنا جائز نہیں ہے اب اس کی تھوڑی سی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔

ارشاد خداوندی ہے!

وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا (البقرہ)	اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔

شانِ نزول

جب کبھی اہل کتاب، مشرکین سے جنگ کرتے تو حضور ﷺ کے وسیلے سے دعاء نصرت کرتے تھے کہ خدایا اس نبی آخر الزماں ﷺ کے طفیل ہمیں فتح دے رب انہیں فتح دیتا تھا کیونکہ گذشتہ کتب اور پہلے نبیوں نے حضور ﷺ کا غلغلہ عالم میں پھیلا دیا تھا معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے وسیلہ سے دعائیں مانگنا بڑی پرانی سنت ہے اور ان کے وسیلہ کا منکر یہود و نصاریٰ سے بدتر ہے اور حضور ﷺ کے وسیلے سے پہلے ہی سے خلق کی حاجت روائی ہوتی تھی۔

ترمذی نے اپنی سنن میں اور حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت عثمان ابن حنیفؓ سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ ایک نابینا نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ بارگاہ الٰہی میں دعا فرمایئے کہ اللہ تعالےٰ میری آنکھیں کھول دے فرمایا جاو ضو کر پھر دو رکعت پڑھ۔ پھر یہ دعا کر۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّ مُحَمَّدٍ بِنَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّد اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰى رَبِّكَ اَنْ يَّكْشِفَ عَنْ بَصَرِیْ اَللّٰهُمَّ مُشَفِّعَهُ فِیَّ قَالَ فَرَجَعَ وَقَدْ كَشَفَ اللّٰهُ عَنْ بَصَرِهٖ

(شفائے قاضی۔ کنز العمّال)

حضور ﷺ نے اس نابینا کو حکم فرمایا کہ اس طرح دعا کرے۔ "یا رب تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کے وسیلہ سے جو نبی الرحمت ہیں متوجہ ہوتا ہوں یا محمد ﷺ میں آپ ﷺ کے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری آنکھیں کھول دے۔"

حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی گئی ہے کہ آپؓ کا پاؤں مبارک سو گیا تو کسی نے آپ سے کہا کہ آپ اپنے سب سے پیارے کا نام لیجئے تو یہ کیفیت دور ہو جائے گی۔ یہ سن کر انہوں نے ایک نعرہ مارا (یا محمد ﷺ) اور پاؤں اچھا ہو گیا۔ (شفائے قاضی عیاض) امام عبداللہ سمہودی خلاصۃ الوفا میں ایک

حدیث نقل کرتے ہیں!

صَحَّ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ اِذَا قَدَمَ مِنْ سَفَرٍ اَتٰى قَبْرَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَابَكْرِ الصِّدِّيْقِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَتَاه

یعنی بصحت ثابت ہوا کہ حضرت ابن عمرؓ جب سفر سے آتے تو حضور انور ﷺ کے روضہ مبارک پر حاضر ہو کر عرض کرتے السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ السلام علیک یا ابا بکر صدیقؓ السلام علیک یا والدؓ

فائدہ

اس میں حضور ﷺ کو ندا ہے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کو بھی ندا ہے حضرت ابن عمرؓ جلیل القدر صحابی ہیں اور ندائیں کر رہے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔ میرا گذر حضرت موسیٰؑ پر ہوا انہوں نے پوچھا آپ ﷺ کو کس چیز کا حکم ہوا میں نے کہا دن رات میں پچاس نمازوں کا۔ انہوں نے فرمایا۔ آپ ﷺ کی امت پچاس نمازوں کی طاقت نہیں رکھتی۔ میں نے آپ ﷺ سے پہلے لوگوں کا بڑا تجربہ کیا اور بنی اسرائیل کی اصلاح میں نہایت درجے کی کوشش کی۔ پس آپ ﷺ اپنے رب کے پاس لوٹ جائیں اور تخفیف کی درخواست کریں۔ (مشکوٰۃ باب المعراج)

فائدہ

حضرت موسیٰ کے مشورہ سے حضور ﷺ باربار لوٹ کر جاتے رہے حتیٰ کہ پانچ نمازیں رہ گئیں جو لوگ بعد وفات مدد کے منکر ہیں ان کو چاہیے کہ پچاس نمازیں پڑھیں یا اپنے باطل عقیدے سے توبہ کریں۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ معراج کی رات میری ملاقات حضرت ابراہیمؑ سے ہوئی آپؑ نے فرمایا اپنی امت کو میرا اسلام پہنچائیں اور انہیں بتائیں کہ جنت پاک صاف مٹی ہے میٹھا پانی ہے صاف میدان ہے اس میں باغ لگانے والے یہ کلمات ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ (مشکوٰۃ)

حضرت سعید بن المسیب

ایام حرہ میں تین دن تک مسجد نبوی ﷺ میں نہ اذان ہوئی اور نہ اقامت اور سعید بن المسیب برابر مسجد نبوی ﷺ میں رہے اور انہیں نماز کے اوقات کا علم صرف اس آواز سے ہوتا تھا جو نبی اکرم ﷺ کے روضہ مبارک کے اندر سے سنائی دیتی تھی۔ (مشکوٰۃ)

عبداللہ بن سلام نے کہا کہ پھر میں حضرت عثمانؓ کے پاس آیا کہ انہیں سلام عرض کروں اور وہ محصور تھے حضرت عثمانؓ نے مجھے خوش آمدید کہا اور فرمایا میں نے حضور اکرم ﷺ کو اس کوچہ میں دیکھا۔ حضور ﷺ نے

فرمایا کہ لوگوں نے تمہیں محصور کر لیا ہے عرض کیا جی ہاں۔ پھر فرمایا۔ انہوں نے پیاسا رکھا۔ عرض کی جی ہاں۔ پھر حضور ﷺ نے میری طرف ڈول بڑھا دیا جس میں پانی تھا میں نے پیا اور سیر ہو گیا حتیٰ کہ میں اس کی ٹھنڈک سینے میں محسوس کرتا ہوں پھر فرمایا اگر تو چاہے تو میں تیری مدد کروں۔ اگر تو چاہے تو آج ہمارے پاس افطاری کرے۔ تو میں نے اس کو پسند کیا۔ کہ آپ ﷺ کے ساتھ افطاری کروں۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ اسی روز شہید کر دیئے گئے اور یہ قصہ مشہور ہے اور کتب احادیث میں باسناد موجود ہے۔ ابن ابی اسامہ نے اپنی مسند میں اخراج کیا ہے۔ (الحادی للفتاوی ۲: ۴۵)

فائدہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اپنے غلاموں کی امداد کے لئے خود بھی تشریف لے آتے ہیں۔ امداد بھی کرتے ہیں اور انہیں موت کا وقت بھی معلوم ہے۔

امام فخر الدین رازیؒ نے حضرت صدیق اکبرؓ کے دفن کا واقعہ تفصیل سے لکھا ہے جب تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے تو صحابہؓ نے چارپائی اٹھائی اور اس حجرہ مبارک کے دروازہ پر رکھ دی جس میں نبی اکرم کا مزار اقدس ہے۔

جب حضرت ابو بکرؓ کا جنازہ اٹھا کر قبر النبی ﷺ کے دروازے کے سامنے رکھا گیا اور آواز دی گئی۔ السلام علیک یارسول اللہ یہ ابو بکر دروازہ پر ہے اچانک دروازہ کھل گیا اور قبر کے اندر سے آواز آئی۔ حبیب کو حبیب کے پاس لاؤ۔

(تفسیر کبیر ۵:۴۶۵)

اس ضمن میں بہت سی آیات، احادیث اور منقولات پیش کئے جاسکتے ہیں مگر بوجہ اختصار صرف ترجمہ اور اتنے ہی واقعات پر اکتفا کرتا ہوں۔

ان تمام احادیث و منقولات کا ماحصل یہ ہے کہ انبیاء اولیاء اللہ اپنی قبور میں زندہ ہیں وہ جہاں چاہیں آجاسکتے ہیں تصرف کرسکتے ہیں جیسا کہ زندگی میں کرسکتے تھے۔

صاحب روح المعانی اس بارے میں فرماتے ہیں اور یہ بات بڑے صوفیوں میں مشہور ہے اور درست ہے اور یہ مسافت کو طے کئے بغیر ہے اور جو شخص اس کا انکار کرتا ہے وہ صرف اپنی بڑائی جتانے کے لئے ایسا کرتا ہے اور یہ حرکت صرف ایک جاہل اور دشمن ضدی ہی کرسکتا ہے۔ (روح المعانی ۲۳:۱۴)

کون کہتا ہے کہ اللہ والے مر گئے
قید سے چھوٹے وہ اپنے گھر گئے

حدیث شریف

اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْکَافِرِ

دنیا مومن کیلئے قید خانہ اور کافر کیلئے جنت ہے۔

خوف الٰہی

یَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَایُؤْمَرُوْنَ ○	وہ(فرشتے) اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور جس چیز کا انہیں حکم دیا گیا ہے وہی کرتے ہیں اور ایک لمحہ بھی میری نافرمانی نہیں کرتے۔

حدیث شریف

جب کوئی بندہ خوف الٰہی سے کانپتا ہے تو اس کے گناہ اس کے بدن سے ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کو ہلانے سے اس کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِیْ	تم لوگوں سے نہیں، مجھ سے ڈرو۔
فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○	اگر تم مومن ہو تو لوگوں سے نہیں مجھ سے ڈرو۔

حضرت عمرؓ جب قرآن مجید کی کوئی آیت سنتے تو خوف سے بے ہوش ہو جاتے ایک دن ایک تنکا ہاتھ میں لے کر کہا کاش! میں ایک تنکا

ہوتا، کوئی قابل ذکر چیز نہ ہوتا۔ کاش مجھے میری ماں نہ جنتی اور خوف خدا سے آپؒ اتنا رویا کرتے تھے کہ آپؒ کے چہرے پر آنسوؤں کے بہنے کی وجہ سے دو سیاہ نشان پڑ گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ کو دو قطرے بہت پسند ہیں ایک وہ قطرہ جو اللہ کی یاد میں رونے سے آنکھ سے گرے اور دوسرا شہید کے خون کا قطرہ۔

حدیث شریف

حضور ﷺ نے فرمایا!

جو شخص خوف خدا سے روتا ہے وہ جہنم میں ہرگز داخل نہیں ہوگا اسی طرح جیسے کہ دودھ دوبارہ اپنے تھنوں میں نہیں جاتا۔

جناب محمد بن المنذرؒ جب خوف خدا سے روتے تو اپنی داڑھی اور چہرے پر آنسو ملا کرتے اور کہتے میں نے سنا ہے کہ وجود کے جس حصہ پر آنسو لگ جائیں گے اسے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔

حضور ﷺ دعا مانگا کرتے تھے اے اللہ! مجھے ایسی آنکھیں عطا فرما جو تیرے خوف سے رونے والی ہوں۔

اے میری دونوں آنکھو! میرے گناہوں پر کیوں نہیں روتی ہو؟ میری عمر ضائع ہو گئی اور مجھے معلوم بھی نہ ہوا۔

یہ حضور ﷺ کی عاجزی وانکساری تھی وگرنہ آپ ﷺ کی ذات مقدس کو گناہوں سے کوئی علاقہ نہ تھا دوسرا یہ ہمارے جیسے گناہگاروں کے

لئے تربیت تھی کہ کبھی اپنے اعمال پر نظر نہ رکھیں۔

آیت مبارکہ

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ○

اور جو اپنے رب کے (سامنے کھڑے رہنے) کے مقام سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہشات سے روک دیا تو اس کی پناہ گاہ جنت ہے۔

آیت مبارکہ

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (الرحمن)

اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔

ابلیس کو ڈر نہ تھا

"ابلیس خرابی سے نہیں ڈرتا تھا اس وجہ سے خرابی میں پڑ گیا اور بارگاہ ایزدی سے مردود ہوا" تم لوگوں کو چاہیے کہ دین و دنیا کی خرابی سے حفاظت اور نجات کیلئے حق سبحانہ تعالےٰ کی بارگاہ میں ہمیشہ دعا مانگتے رہو اور دل میں ہمیشہ (خدا کا خوف اور) ڈر رکھو تاکہ دین و دنیا کی خرابی سے خدا تمہاری حفاظت فرمائے۔ دنیاداری کے پردے میں دینداری اچھی ہے اور

دینداری کے پردے میں دنیاداری بہت خراب ہے۔

خوف پیر ہی خوفِ خدا ہے۔ جتنا خوف بڑھتا جاتا ہے اتنا ہی قرب حاصل ہوتا جاتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے! جو شخص مجھ سے ڈر گیا کائنات کی ہر چیز اس سے ڈر جاتی ہے کیوں نہ پھر اپنے خالق کا خوف پیدا کیا جائے۔ اس لیے طلب کرو تو صرف اللہ کی خوف کرو تو صرف اللہ کا نہ جنت کی طلب کرو نہ دوزخ کا ڈر رکھو۔ کیونکہ یہ چیزیں مخلوق ہیں اور انسان اشرف المخلوقات ہے۔

سالک کو پہلے ترک الدنیا ہونا پڑتا ہے یعنی دنیا کی محبت کو دل سے نکالنا ہوتا ہے تب ذکر الٰہی جاری ہوتا ہے پھر ترک الآخرت ہونا پڑتا ہے جب ترک الآخرت ہوتا ہے تو خوف الٰہی طاری ہوتا ہے جب خوف الٰہی طاری ہوتا ہے تو قرب الٰہی نصیب ہوتا ہے۔

ایک دفعہ ایک مولانا صاحب جو کہ استاد العلماء ہیں نے یہ کلمات سنے تو کہنے لگے کہ صوفی صاحب ترک الدنیا کی تو سمجھ آتی ہے مگر آپ فرماتے ہیں کہ ترک الآخرت بھی ہونا پڑتا ہے اس کی سمجھ نہیں آتی کیا قرآن پاک میں اس بارے میں کوئی آیت ہے۔ ہم نے کہا! ہاں۔ یہ دونوں چیزیں قرآن پاک سے ثابت ہیں اور یہ آیہ مبارکہ تلاوت فرمائی۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ

بے شک اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو (دنیا اور آخرت کا) کوئی خوف اور غم نہیں۔

اس سے ترک الدنیا اور ترک الآخرت کا ثبوت ملتا ہے کہ ولی اللہ دونوں جہان کے خوف و غم سے محفوظ ہوتے ہیں۔

حضرت رابعہ بصریؒ ایک ہاتھ میں پانی دوسرے میں آگ اٹھا کر تیز تیز دوڑی جارہی تھیں آپؒ سے عرض کیا گیا ماجرا کیا ہے؟

آپؒ نے فرمایا کہ کچھ لوگ دوزخ کے ڈر سے اللہ کی عبادت کرتے ہیں میرا دل چاہتا ہے کہ دوزخ کو اس پانی سے بجھادوں اور کچھ لوگ جنت کے حصول کی خاطر عبادت کرتے ہیں اگر ہو سکے تو اس آگ سے جنت کو جلادوں تاکہ کوئی دوزخ کے ڈر سے اللہ کی عبادت نہ کرے اور جنت کے حصول کے لالچ میں کوئی اظہار بندگی نہ کرے بلکہ جو بھی عبادت کرے وہ فقط اللہ کیلئے کرے۔

اس بارے میں حضرت ابوبکر شبلیؒ فرماتے ہیں اے خدایا! جنت اور دوزخ کو اپنے غیب کے خزانوں کیطرح پوشیدہ رکھ تاکہ لوگ تیری ہی عبادت کریں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ اے اللہ میں جنت کی طلب یا دوزخ کے خوف سے تیری عبادت نہیں کرتا۔ بلکہ اس لئے کرتا ہوں کہ تو

ہی عبادت کے لائق ہے۔

حضرت فخر العارفین شاہ عبدالحیٔ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں لوگوں کے سامنے دنیا کو پیش کیا تو نو حصوں نے دنیا کو قبول کر لیا اور ایک حصہ کھڑا رہا۔ پھر اس دسویں حصے پر جنت اور اس کی نعمتوں کو پیش کیا تو ان سے نو حصوں نے جنت اور اس کی نعمتوں کو قبول کر لیا اور ایک حصہ کھڑا رہا۔ پھر کھڑے رہنے والوں پر دوزخ کو پیش کیا تو ان میں سے نو حصے دوزخ کے خوف سے بھاگ کھڑے ہوئے اور ایک حصہ رہ گئے ان سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے نہ دنیا کو قبول کیا اور نہ جنت اور اس کی نعمتوں کو قبول کیا اور نہ ہی دوزخ کے خوف سے بھاگے تم کیا چاہتے ہو تو انہوں نے عرض کیا کہ باری تعالیٰ تو جانتا ہی ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ طالب مولیٰ بہت ہی کم لوگ ہیں۔ طالب دنیا کتا ہے اور طالب جنت مخنث اور طالب مولیٰ مرد خدا ہے۔ اس لئے طالب مولیٰ بنو۔

حضرت داؤد ابن طائیؒ نے اپنے مرید سے ارشاد فرمایا!

"اے فرزند اگر سلامتی چاہتے ہو تو دنیا کو غائب کر کے چھوڑ دو اور اگر بزرگی چاہتے ہو تو آخرت پر تکبیر مرگ کہو۔ یعنی یہ دونوں مقام حجاب کے ہیں اور سب فراغتیں ان دونوں چیزوں میں بند ہیں جو شخص تن سے فارغ ہونا چاہے اس سے کہو کہ دنیا سے کنارہ کش ہو جائے اور جو چاہے کہ دل سے فارغ ہو جائے اس سے کہو کہ آخرت کی خواہش دل سے نکال دے۔"

ترک الدنیا

حضور ﷺ کا ایک مردہ بکری کے پاس سے گذر ہوا آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ بکری اپنے مالک کو پسند ہے ؟

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اس کی بدبو ہی کی وجہ سے تو یہاں پھینک دیا گیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا بخدا دنیا اللہ تعالیٰ کے ہاں اس مردہ بکری سے بھی زیادہ بے وقار ہے اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں دنیا کا مقام مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتا تو کوئی کافر اس دنیا سے ایک گھونٹ بھی پانی نہ پی سکتا۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔ دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے مزید فرمایا۔ دنیا ملعون ہے اس کی ہر وہ چیز ملعون ہے جو اللہ کے لئے نہ ہو۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کی محبت ہر برائی کی بنیاد ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا تمہیں مال کی کثرت نے مشغول کر رکھا ہے انسان کہتا ہے میرا مال، میرا مال مگر اپنے مال میں جو تو نے کھایا وہ ختم ہو گیا جو پہنا وہ پرانا ہو گیا جو راہ خدا میں خرچ کیا وہی باقی رہے گا۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ دنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہ ہو۔ بیوقوف ہی اسے جمع کرتا ہے بے علم ہی اس کے لئے جھگڑتا ہے ناسمجھ ہی اس کے لئے دشمنی اور حسد کرتا ہے اور بے

یقین ہی اس کے حصول کے لئے کوشش کرتا ہے۔

حضور علیہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کی سب سے بڑی تمنا حصول دنیا ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ ایسے انسان کے دل پر چار چیزوں کو مسلط کر دیتا ہے دائمی غم، دائمی مشغولیت، دائمی فقر، اور کبھی نہ ختم ہونے والی آرزوئیں۔

حضور علیہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میرے بعد تم پر دنیا آئے گی اور تمہارے ایمان کو ایسے کھا جائے گی جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔

دنیا کی محبت سب سے بڑا گناہ ہے

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی طرف وحی کی۔ اے موسیٰؑ دنیا کی محبت میں مشغول نہ ہونا میری بارگاہ میں اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہے۔

روایت ہے کہ حضرت موسیٰؑ ایک روتے ہوئے شخص کے پاس سے گذرے جب آپؑ واپس ہوئے تو وہ شخص ویسے ہی رو رہا تھا۔ موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا یا اللہ! تیرا بندہ تیرے خوف سے رو رہا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰؑ اگر آنسو کے راستے اس کا دماغ باہر نکل آئے اور اس کے اٹھے ہوئے ہاتھ ٹوٹ جائیں تب بھی میں اسے نہیں بخشوں گا یہ دنیا سے محبت رکھتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ سے ایک آدمی نے دنیا کے متعلق پوچھا۔

آپؒ نے فرمایا اس کے مال حلال کا حساب ہے اور حرام پر عذاب ہے۔

حضرت مالک بن دینارؒ کا قول ہے کہ زبردست جادوگر سے بچو جو علماء کے دلوں پر بھی جادو چلا لیتی ہے اور فرمایا وہ جادوگر دنیا ہے۔

حدیث قدسی

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا کہ جب تو دولتمندی کو اپنی جانب آتا دیکھے تو سمجھ لینا کسی گناہ کی سزا آرہی ہے اور جب فقر و فاقہ کو دیکھے تو کہہ خوش آمدید، کیونکہ یہ نیکوں کی علامت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کی طرف وحی کی کہ اگر تم میری محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو دل سے دنیا کی محبت نکال دو کیونکہ میری اور دنیا کی محبت ایک دل میں نہیں سما سکتیں۔

دین تے دنیا دونویں سکیاں بھیناں تینوں عقل نہیں سمجھیندا ھو
دونویں نکاح ہکی دے اندر تینوں شرع نہیں فرمیندا ھو
جیویں اگ تے پانی تھاں اکے وچ واسا نہیں کریندا ھو
دوہیں جہانیں مٹھا باھو جھیڑا دعویٰ کوڑ کریندا ھو

حضرت سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں اس (ریاکار) گروہ کے اکثر آدمی کہتے ہیں کہ دین و دنیا دونوں ہم پر بخشش ہیں پس پیغمبرؑ سے کوئی بہتر نہیں ہو سکتا وہ تارک الدنیا تھے (نیز) وہ (ریاکار) یہ بھی کہتے ہیں کہ جو کچھ

دنیا کے نقد و جنس سے ہمارے پاس ہے وہ سب کچھ حقداروں، گوشہ نشینوں، بیوہ عورتوں، سائلوں، محتاجوں اور مسلمانوں کے فائدہ کے لئے ہے اپنی طمع کے لئے نہیں یہ یقینی طور پر جان لینا چاہئے کہ یہ سب گفتگو مکر و فریب اور شیطانی حیلہ ہے۔

نیز حدیث شریف میں ہے دنیا کی محبت اور دین کی محبت ایک دل میں نہیں سما سکتیں جیسا کہ ایک برتن میں آگ اور پانی جمع نہیں ہو سکتے اور جیسے کسی بیت میں کہا ہے!

بر زباں تسبیح و دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کہ دارد اثر

(زبان پر تو اللہ کا نام ہو اور دل میں گاؤ خر کا دھیان تو ایسی تسبیح خوانی سے کیا فائدہ)۔

دنیا ڈھونڈن والے کتے در در پھرن حیرانی ھو
ہڈی اتے ہوڑ تہاندی لڑدیاں عمر وہانی ھو
عقل دے کوتاہ سمجھ نہ جانن پیون لوڑن پانی ھو
باجھوں ذکر ربے دے باہو کوڑی رام کہانی ھو

ترک الدنیا کسے کہتے ہیں

دنیا کو چھوڑ کر تنہا جنگل میں جا کر بیٹھ جانے کا نام ترک الدنیا نہیں

ہے۔ بلکہ حکم ہے دنیادار رہو دنیا پرست نہ بن جاؤ تم دنیا میں رہو لیکن دنیا
تمہارے دل میں آباد نہ ہو جائے جیسے کشتی جب دریا میں پانی کے اوپر چلتی
رہے سلامت رہتی ہے مگر جب دریا کشتی میں آنا شروع ہو جائے تو کشتی
ڈوب جانے کا اندیشہ ہو جاتا ہے جو لوگ اس دنیا میں رہتے ہوئے ترک الدنیا
ہو جاتے ہیں وہ ہر چیز کو اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں اور اپنے دل میں اللہ کو بسا
لیتے ہیں اس طریقے سے انکے قلوب ذاکر ہو جاتے ہیں یہ لوگ دنیادار تو ہیں
مگر دنیا پرست نہیں اور جب انکے دل سے آخرت کا خوف بھی نکل جاتا ہے
تو پھر انکے دلوں میں خوف خدا طاری ہو جاتا ہے پھر انہیں قرب الٰہی نصیب
ہو جاتا ہے یہ لوگ اپنے آپ کو چھپانے کیلئے بہت بڑے دنیادار بنے رہتے ہیں
دنیا ایک کتاب ہے اور زمانہ اس کا سبق ہے یہ لوگ دنیا ہی سے اپنی اصلاح
کر لیتے ہیں مثال کے طور پر انسان کی عمر دنیا میں اتنی سی ہے جیسا کہ کسی نے
کہا۔

اے شمع تیری عمر طویل ہے ایک رات
ہنس کر گزار دے یا رو کے گزار دے

آتے ہوئے اذاں ہوئی جاتے ہوئے نماز
اتنے قلیل وقت میں آئے اور چلے گئے

اس دنیا میں جو آیا اسے موت کے ایک جھونکے نے سلا دیا چاہے وہ

ایک مزدور ہو، وزیر ہو، بادشاہ ہو یا حسین ہو اسکو زمین کے گڑھے یعنی قبر میں دفن کر دیا گیا جن حسین لوگوں کا دنیا میں چرچا تھا اور جن بادشاہوں کے ڈنکے بجتے تھے اور جن وزیروں کے جاہ و جلال تھے اب وہ کہاں ہیں مٹی کا ایک ڈھیر نظر آتا ہے

دنیا کی حقیقت

حدیث شریف

اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ — دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔

اس حدیث شریف کی تشریح حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ نے اپنی مثنوی شریف میں اس انداز سے کی ہے!

ہست دنیا جنت آں کفار را
اہل فسق و ظلم آں اشرار را

دنیا ان کافروں کیلئے جنت ہے۔ جو فاسق و فاجر اور ظالم شریر ہیں

بر مومن ہست زنداں ایں مقام
نیست زنداں جائے عیش و احتشام

مومن کے لئے یہ مقام (دنیا) قید خانہ ہے اور قید خانہ عیش و عشرت اور شان و شوکت کا مقام نہیں ہوتا

جہد کن تاخودازیں زنداں رہی
مخلصی جاں را ازیں مجلس دہی

کوشش کرتا رہ کہ تو اس جیل خانہ سے چھوٹ جائے اور تیری جان اس قید خانہ سے خلاصی پا جائے

زود فکر ژرف مے باید گزید
پاازیں زندان بروں باید کشید

نہایت (گہرے) عمیق فکر کے ساتھ۔ اس قید خانہ سے باہر نکل جانا چاہیے

آشیان تست عرش اعتلا
چوں بیفتادی دریں دام بلاء

اے بندہ مومن تیرا آشیانہ عرش اعظم کی بلندیوں پر ہے۔ بھلا تو کیسے اس مصیبت کے جال (دنیا کی) محبت میں پھنس گیا ہے

حضرت ابوالحسن احمد بن الجواریؒ

فرماتے ہیں دنیا ایک گندگی کا ڈھیر ہے اور یہ کتوں کی جگہ ہے سب سے کم کتا وہ ہے جو اس پر بھروسہ کرے اور اس کی چوکھٹ پر بیٹھ جائے کیونکہ کتا اسی سے اپنی ضرورت پوری کرتا ہے اور چلا جاتا ہے اور جو محب صادق ہے وہ کبھی خدا سے دور نہیں ہوتا اور نہ اسے چھوڑتا ہے۔

جوانمرد کے لئے دنیا بہت ذلیل جگہ ہے۔ کیونکہ دنیا نجاست کی

جگہ کی مانند ہے اور دنیاوالوں کو کتوں سے کمتر سمجھتا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ کتا جب مزبلہ سے اپنی خوارک لے لیتا ہے تو وہاں سے چلا جاتا ہے۔ لیکن دنیا دار دنیا کی چوکھٹ پر جم جاتا ہے اور اس سے محبت کر کے بیٹھ جاتا ہے اور وہاں سے نہیں جاتا

آدمی سے پہلے دنیا کی آبادی

دنیا میں انسان سے پہلے جن آباد تھے۔ کچھ عرصہ بعد ان میں وہ برائیاں پیدا ہو گیں جو اب انسانوں میں ہیں۔ ایک دوسرے سے جھگڑے فساد اور بہت سے بری باتیں کرنے لگے تو ان پر خدا کا قہر نازل ہوا اور فرشتوں کو حکم ہوا کہ جنوں کو جنگلوں اور پہاڑوں اور پانیوں میں بھگا کر خود دنیا میں آباد ہو جائیں اور ہماری عبادت کریں حکم الٰہی کے موافق فرشتے جنوں کو نکال کر اور خود دنیا میں رہ کر خدا کی عبادت کرنے لگے قوم جن کا ایک لڑکا تھا وہ فرشتوں سے مانوس ہو گیا جو راستہ فرشتے ایک مہینہ میں طے کرتے تھے ابلیس ایک روز میں طے کر جاتا تھا اسکی روح میں انتہا سے زیادہ پرواز تھی اس نے چالیس ہزار برس زمین پر اور چالیس ہزار برس فرشتوں کے ساتھ عبادت الٰہی کی اور چالیس ہزار برس معلم ملکوت (فرشتوں کا استاد) رہا پھر اپنے (غرور تکبر) نافرمانی کی پاداش میں مردود ہو گیا۔

حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

صد ہزاروں سال ابلیس لعین
بود ابدال و امیر المومنین

ابلیس لعین ایک لاکھ برس ابدال وامیر المومنین رہا

تین راستے

خداتک پہنچنے کے تین راستے ہیں ایک کو جمالی کہتے ہیں دوسرے کو جلالی اور تیسرے درمیانی راستے کو بین الجلال و الجمال (خوف و امید کی درمیانی راہ) کہتے ہیں کہ راہ جلال میں خوف وہم (اور دہشت) کے سوا اور کچھ نہیں ہے اس راستے سے کوئی نہیں جاسکتا کیونکہ محض خوف کی وجہ سے ناامیدی پیدا ہو جاتی ہے راہ جمال میں صرف امید ہے خوف کا کام نہیں ہے اور بیچ کے راستے میں خوف ورجا (ڈر اور امید) دونوں ہیں۔

تمام مقبولین بارگاہ الٰہی کی راہ

تمام حضرات انبیاء اولیاء نے یہی درمیانی راستہ اختیار کیا جس میں امید بھی ہے اور دہشت بھی اس کی رفتار آہستہ ہے مگر سب سے سیدھا راستہ یہی (بیچ کا) راستہ ہے جمالی راستے میں رجا ہی رجا (امید ہی امید) ہے اور رفتار بہت تیز ہے شیطان اسی راستے سے گیا تھا فرشتوں نے گھماؤ کے راستے سے ترقی کی اور شیطان نے قریب کے راستے سے۔ لیکن جو اس راستے سے چلا جس سے شیطان چلا تھا وہ آخر میں گرا

شیطان رجیم کے فریب اور دھوکے میں برباد ہونے والے حقیقت میں وہی لوگ ہیں جو شریعت مطہرہ کی حد سے باہر نکلے اور حفاظت اور بچاؤ کی اس الٰہی پناہ گاہ سے خود ہی محروم ہو گئے

علم الیقین۔ عین الیقین۔ حق الیقین

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ٥ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ٥

ہاں ہاں اگر علم الیقین رکھتے تو مال سے محبت نہ کرتے پھر بیشک اسے یقینی دیکھو گے۔

علم الیقین سے مراد دنیاوی معاملات میں احکام واوامر کا جاننا ہے یہ مطالعہ کرنے غور وفکر کے طریقے اور استدلال سے حاصل ہوتا ہے اور عین الیقین سے مراد جانکنی دنیا سے کوچ کرنے اور عالم برزخ کے حالات وغیرہ کا علم ہے

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ٥

(الانعام)

اور اسی طرح ہم ابراھیم علیہ السلام کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اس لئے کہ وہ عین الیقین والوں میں سے ہو جائے۔

سن کر ایمان لانا علم الیقین اور بذریعہ کشف دیکھ کر ایمان لانا عین

الیقین ہے علم الیقین شکوک سے بھرا پڑا ہے کیونکہ کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ کہتا ہے اسی وجہ سے اتنے فرقے بن گئے ہیں یہ علم الیقین عوام اور علما کا علم ہے اور عین الیقین مکمل طور پر شکوک سے خالی اور یقین سے بھرا ہوا ہے کیونکہ جب تک کسی چیز کے متعلق صرف سنا ہی ہوتا ہے اس میں شک رہتا ہے کہ معلوم نہیں کہ ایسا ہی ہے یا کہ نہیں۔ مگر جب اسی چیز کو سامنے دیکھ لیا جائے تو شک رفع ہو جاتا ہے اور یقین کامل حاصل ہو جاتا ہے اور عین الیقین اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے۔

حق الیقین مشاہدہ حق ہے اس میں جنت، دوزخ، عرش، کرسی، لوح محفوظ بلکہ دیدار الٰہی ہے۔ ان سب کے مشاہدہ سے جو یقین حاصل ہوتا ہے اسے حق الیقین کہتے ہیں اور یہ خاص الخاص اولیاء اللہ اور انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہوتا ہے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

لہذا علم الیقین مجاہدے سے اور عین الیقین انس و محبت سے اور حق الیقین مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے اور یہ کہ ایک عام ہے دوسرا خاص ہے اور تیسرا خاص الخاص ہے

پابندی شریعت

ہمارے سلسلہ عالیہ میں شریعت کی مکمل پابندی کی جاتی ہے مریدین کو بھی پابند شرع رہنے کا حکم صادر فرمایا جاتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.

تمھارے لئے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول (حضرت محمد ﷺ) کی زندگی بہترین نمونہ ہے

قرآن و سنت کے مطابق زندگی گزارنے کا نام شریعت ہے شریعت پر عمل پیرا ہوئے بغیر آدمی منازل سلوک طے نہیں کر سکتا اور شریعت پر کماحقہ، وہی عمل پیرا ہو سکتا ہے جس نے صاحب شریعت کو دیکھ لیا ہو بعض لوگ ریاکاری کو شریعت کا نام دے دیتے ہیں۔

بہقی سے روایت کی گئی ہے۔

اگر کوئی شخص ہوا میں اڑ کر دکھائے پانی پر چلے آگ کے انگارے منہ میں رکھتا ہو اگر وہ تارک سنت ہو تو اسے ولی اللہ تسلیم نہ کیا جائے اگر کسی نے اس سے بیعت کر لی ہو تو بیعت حرام ہے اور بیعت توڑنا واجب ہے

کیونکہ جس حقیقت میں شریعت نہ ہو وہ نفاق ہے اور جس شریعت

میں حقیقت نہ ہو ریاکاری ہے

جو لوگ کامل شرع ہو جاتے ہیں ان کا دل خود بخود مائل طریقت ہو جاتا ہے طریقت کو اپنانے سے سالک حقیقت تک پہنچتا ہے اور اسے معرفت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ اپنے گوہر مقصود یعنی مقصد کو پالیتا ہے انسان تین چیزوں کا مجموعہ ہے نفس، دل، روح، ان میں نفس کی اصلاح شریعت سے، دل کی طریقت سے، اور روح کی حقیقت سے ہوتی ہے لیکن سب سے بڑا مرتبہ شریعت کا ہے۔

ارکان خمسہ

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے جن میں سب سے پہلے کلمہ طیبہ ہے۔

کلمہ طیبہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہ

نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

تشریح

حق تعالیٰ کے سوا تمام جھوٹے معبودوں، خداؤں اور نفس کی

خواہشات کی نفی کرنی چاہیے اور تمام مرادوں اور مقصودوں کو دفع کردینا چاہیے کیونکہ اپنی مراد کا طلب کرنا اپنی الوہیت کا دعویٰ کرنا ہے بلکہ سینے میں کسی بھی خواہش کی گنجائش باقی نہیں رہنی چاہیے اور متخیلہ میں بھی کوئی ہوس باقی نہ رہے تاکہ بندگی کی حقیقت حاصل ہو اپنی مراد کو طلب کرنا گویا اپنے مولا کی مراد کو دفع کرنا ہے اور اپنے مولا کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے اس میں مولا کی نفی اور اپنی اثبات ہے حالانکہ کلمہ شریف میں اپنی نفی اور مولا کے اثبات ہونے کی تعلیم ہے جس نے اپنی مکمل نفی کردی یعنی تمام خواہشات نفسانی کو دل سے نکال دیا پھر اس دل میں اثبات (موجود) اللہ ہوتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔

خدا اور بندے کا رشتہ

ہم کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ کر مسلمان ہوئے ہیں مسلمان کے لغوی معنی مطیع غلام تابعدار کے ہیں یعنی مسلمان اپنے مولا کا غلام اور مطیع ہوتا ہے اور اس کی اپنی مرضی نہیں ہوتی ہر کام اپنے مولا کی مرضی اور حکم کے ماتحت کرتا ہے خدا اور بندے کے رشتے سے بڑھ کر کوئی رشتہ نہیں۔ لاالہ سے ہم تمام رشتوں کو توڑ دیتے ہیں کوئی خدا نہیں، کوئی معبود نہیں، کوئی مقصود نہیں، کوئی مددگار نہیں، کوئی مربی نہیں، کوئی رفیق نہیں، کوئی حاجت روا نہیں، نہ باپ نہ بیٹا نہ خاوند نہ بیوی کسی کے رشتے کی

کوئی حقیقت نہیں ہے آسمان کے نیچے اور اوپر میرا کوئی نہیں، میں تمام دنیا سے کٹ گیا۔ الا اللہ سے ہم اللہ سے رشتہ جوڑ لیتے ہیں میرا خدا اللہ، معبود اللہ، مقصود اللہ، محبوب اللہ، رازق اللہ، مربی اللہ، ناصر اللہ، حاجت روا اللہ، وہ آقا میں غلام میری دنیا بس اللہ ہی اللہ ہے اس لئے ہمارا بھروسہ اللہ کے سوا کسی پر نہیں ہو سکتا اب ہمارا توکل صرف اور صرف اللہ پر ہوگا۔

کلمہ طیبہ کفر دور کر کے انسان کو پاک کر دیتا ہے مگر اس میں اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَ تَصْدِيْقٌ بِالْقَلْبِ ہ یعنی زبان سے اقرار اور دل سے اس کی تصدیق بھی ہو اس میں اخلاص اور محبت کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں۔

زباں سے کہ بھی دیا لاالہٰ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

حضرت سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں!

زبانی کلمہ ہر کوئی پڑھدا دل دا پڑھدا کوئی ھو
جتھے کلمہ دل دا پڑھیئے اوتھے جیبھ ملے نہ ڈھوئی ھو
عاشق پڑھدے دلّ دا کلمہ کی جانن یار گلوئی ھو
ایہ کلمہ مینوں پیر پڑھایا باہو میں سدا سہاگن ہوئی ھو

کلمے شریف کا ذکر کرنے سے عشق پیدا ہوتا ہے مگر اس کے لئے مرشد کامل کی توجہ کا ہونا ضروری ہے کیونکہ جو لوگ خود بخود کلمہ پڑھ رہے

ہیں ان کو اس کا کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور جو کوئی شیخ کامل سے اس کا ذکر حاصل کرتے ہیں ان میں عشق پیدا ہوتا ہے اور دل سے تمام کفر اور ظلمات دور ہو جاتے ہیں جیسے بغیر رائفل کے کارتوس بے کار ہوتا ہے اسی طرح بغیر مرشد کی عطا سے کلمہ اور دیگر عبادات بے کار ہیں۔

حکایت

کسی بزرگ نے دیکھا کہ ایک مینا پنجرے میں بند ہے اور وہ کلمہ شریف کا ذکر کر رہی ہے وہ بزرگ اسے دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ یہ مینا کلمہ کا ذکر کر رہی ہے مگر پنجرے میں قید ہے انہوں نے مینا سے دریافت فرمایا کہ یہ کلمہ تجھے کسی نے پڑھایا ہے یا خود ہی پڑھنے لگ گئی ہے مینا نے کہا کہ میں اپنے آپ ہی پڑھ رہی ہوں فرمایا اسی لئے ابھی تک پنجرے میں بند ہے آج میرے پڑھانے سے پڑھ کر دیکھ جب ان بزرگ صاحب کے طریقے سے اس مینا نے کلمہ کا ذکر کیا تو پنجرہ ٹوٹ گیا اور مینا آزاد ہو گئی۔

یہ انسان کی مثال ہے کہ جسم پنجرے کی مانند ہے اور روح کو مینا کہا گیا ہے جب تک آدمی بغیر مرشد کے کلمہ پڑھتا ہے تو اس کی روح جسم کے اندر مقید رہتی ہے اور جب کسی شیخ کامل سے اس کا طریقہ سیکھ کر اس کا ذکر کرتا ہے تو پیرو مرشد کی توجہ اور تصرف سے اس کی روح کی پرواز کھل جاتی ہے۔

کلمہ کا ذکر سب سے افضل ہے!

حضرت موسیٰؑ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی کہ اے اللہ مجھے ایسا ذکر عطا فرما جو کسی کے پاس نہ ہو اور وہ تمام اذکار سے افضل ہو۔ حکم ہوا کہہ! لآ اله الا الله عرض کی اے اللہ یہ تو تمام مسلمان کہتے ہیں مجھے سب سے افضل ذکر عطا فرما۔ پھر یہی حکم ہوا تیسری بار عرض کی تو یہی حکم ہوا اور فرمایا اللہ عزوجل نے کہ اے موسیٰؑ اس ذکر کو ایسے نہ سمجھنا اللہ تعالیٰ نے ایک پلڑے میں تمام کائنات اور دوسرے پلڑے میں کلمہ طیبہ کو رکھ دیا تو کلمہ طیبہ کا پلڑا بھاری ہوا۔ ارشاد ہوا اس سے بڑھ کر کوئی ذکر نہیں ہے اور یہ افضل الذکر ہے۔

حضرت سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں!

چوداں طبق کلمے دے اندر کی جانے خلقت بھولی ھو

سانوں کلمہ پیر پڑھایا باھوؒ جند جان اوسے توں گھولی ھو

حدیث شریف میں ہے اس کی جڑیں تحت الثریٰ اور شاخیں عرش معلیٰ پر ہیں۔ ایک اور حدیث شریف میں ارشاد فرمایا کہ کلمہ اپنے پڑھنے والے کو نفع پہنچاتا ہے اور آنے والی بلاؤں سے محفوظ رکھتا ہے مگر اس کے حقوق میں لاپرواہی نہ کی جائے۔

فیضان مرشد

مرشد کے فیضان کے بارے میں حضرت سلطان العارفینؒ نے ایک مقام پر فرمایا!

جب کامل مرشد طالب اللہ کو کسی مقام پر پہنچاتا ہے پہلے طالب کو تصور دلاتا ہے اور تصور کے ذریعے اپنے تصرف میں لاتا ہے بعد ازاں اِلٰہ کی نفی میں فنا کر دیتا ہے جب اِلٰہ کی نفی میں طالب نفس کو فنا کرتا ہے تو پھر صورت کے تصور میں اِلَّا اللہ کے اثبات میں پہنچا کر اس کے دل اور روح کو زندہ کرتا ہے جس سے خواص خمسہ باطنی کے پردے کھل جاتے ہیں اور بری صفات زائل ہو جاتی ہیں اس وقت طالب اللہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی ہمیشہ معرفت الٰہی میں رہتا ہے اس کے بعد طالب کی صورت کو تصرف میں لاکر مجلس محمدی ﷺ میں پہنچاتا ہے۔ (اسرار قادری)

نفی اثبات سے دنیا قائم ہے

حضرت سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں کہ کلمہ طیبہ کے نفی اثبات کے توسط سے دنیا قائم ہے گویا جب لَا اِلٰہ کہا جاتا ہے تو تمام دنیا فنا ہو جاتی ہے اور جب اثبات اِلَّا اللہ کہا جاتا ہے تو پوری کائنات پھر سے موجود ہو جاتی ہے چونکہ یہ تمام سلسلہ انتہائی سرعت (تیزی) کے ساتھ ہو رہا ہے اس لئے فنا اور بقا کے اس سلسلہ کو ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا جس طرح ایک

ایٹم (ATOM) یعنی ذرہ میں نفی اور اثبات طاقت کے انتہائی تیز عمل نفی ہو جانے اور مثبت کے آجانے سے ایٹم کا وجود قائم ہے اسی طرح تمام کائنات بھی ایسے عمل سے قائم ہے جس کی باطنی وجہ نفی اور اثبات کلمہ طیبہ کا چودہ طبق پر عمل پذیر ہونا ہے کلمہ طیبہ کی کنہ اسم اللہ ذات ہے جس کی قہر احدیت سے دنیا فنا ہوتی ہے اور اس کی رحمت رحمانیہ سے دنیا کو پھر سے آن وجود ملتا ہے اس سلسلہ فنا اور بقا کو تصوف کی زبان میں تجدد امثال کہتے ہیں۔

نماز

وَاَقِیۡمُو الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارۡکَعُوۡ مَعَ الرّٰکِعِیۡنَ ۝ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

نماز ایک ایسی عبادت ہے کہ طالبان راہ حق خواہ مبتدی ہوں یا منتہی اس کے ذریعے فلاح کا راستہ پاتے ہیں۔ نماز کے لئے جسم کو نجاست سے پاک رکھنا اور باطن میں شہوات و خواہشات نفسانی سے اعراض لازمی ہے۔ لباس پاک ہو اور حلال مال سے بنا ہو۔ مال حرام سے خریدا یا بنوایا ہوا نہ ہو۔ ظاہر میں منہ کعبہ شریف کی طرف ہو لیکن دل عرش معلٰی پر۔ خلوص نیت کے ساتھ حضور حق میں کھڑا ہو۔ تکبیر پڑھتے ہوئے مقام ہیبت میں ہو۔ رکوع میں جائے تو کمال عجز وانکساری کے ساتھ سجدہ کرے تو گڑگڑا کر اپنی ذلت کا اعتراف کرے۔ ایسی حالت میں جب صدق دل سے کہا جائے سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡاَعۡلٰی "پاک ہے میرا رب بہت ہی اعلیٰ" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تو نے مجھے اعلیٰ مان لیا ہے۔ تو آج سے ہم بھی تجھے اعلیٰ بنا دیتے ہیں۔

حکایت

حضرت سلطان العارفینؒ عین الفقر حصہ دوم شرح نظام الدین میں

فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت شیخ جلال الدین تبریزیؒ قاضی دیوان کی ملاقات کے لئے تشریف لائے جو کہ قاضی نجم الدین ثنائی کے نام پر مشہور تھے۔ حضرت نے فرمایا کیا قاضی صاحب نماز پڑھنا جانتے ہیں قاضی صاحب یہ بات سنتے ہی باہر تشریف لائے اور شیخ سے کہا یہ آپ نے کیا کہا ہے۔ شیخ نے فرمایا! حضرت، علماء ظاہر کی نماز اور ہے اور فقراء کی نماز اور ہے۔ علماء کی نماز یہ ہے کہ جب تک قبلہ برابر نہ کر لیں نماز ادا نہیں کر سکتے۔ اگر ان کو قبلہ پورے طور پر معلوم نہ ہو سکے۔ تو وہ تحیر پر مجبور ہو جاتے ہیں اور جس طرف ان کا دل شہادت دے اس وقت وہ اسی طرف نماز پڑھ لیتے ہیں اور فقراء کی نماز یہ ہے کہ جب تک وہ عرش کو برابر نہیں دیکھ لیتے نماز نہیں پڑھتے۔ الغرض اتنی بات سنتے ہی قاضی نجم الدین صاحب گھر میں تشریف لائے اور سو گئے۔ خواب میں دیکھتے ہیں کہ حضرت شیخ عرش معلیٰ پر مصلیٰ گزار رہے ہیں۔ قاضی صاحب یہ معاملہ دیکھ کر ہیبت میں آئے۔ بیدار ہو کر شیخ کے پاس آئے اور معذرت کی کہ معاف کیجئے میں معذور ہوں۔ شیخ نے کہا۔ اے قاضی نجم الدین تم نے جو مجھے عرش پر مصلّٰے بچھائے نماز پڑھتے دیکھا۔ یہ مقام درویشوں کے مراتب سے ایک کمترین درجہ ہے اور ان کے مقامات اس سے بڑھ کر ہیں۔

عاشقاں ہکو وضو جو کیتا روز قیامت تائیں ھو
وچ نماز رکوع سجودے رہندے سنج صباحیں ھو
ایتھے اوتھے دو ہیں جہانیں سبھ فقر دیاں جائیں ھو
عرش کولوں سے منزل اگے باھو پیا کم تنہائیں ھو

نماز میں خضوع خشوع

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝	وہ مومن نجات پائیں گے جو اپنی نماز خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔

فرمان نبویؐ ہے جسے نماز نے فحش اور برے کاموں سے نہیں روکا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہی ہوتا جائے گا۔ فرمان نبویؐ ہے اللہ تعالیٰ اس نماز کی طرف نہیں دیکھتا جس میں انسان کا دل اس کے بدن کے ساتھ شامل عبادت نہیں ہوتا۔

لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْب	نہیں ہوتی نماز بغیر حضور قلب کے

حضرت علیؓ کی نماز

جب نماز کا وقت آتا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا اور آپؓ پر لرزہ طاری ہو جاتا پوچھا گیا اے امیر المومنین! آپ کو

کیا ہو گیا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی اس امانت کی ادائیگی کا وقت آگیا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تھا۔ مگر انہوں نے معذوری ظاہر کر دی تھی اور میں نے اسے اٹھالیا۔

روایت ہے کہ جب علی بن حسینؓ وضو کرتے تو ان کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ گھر والے کہتے آپ کو وضو کے وقت کیا تکلیف لاحق ہو جاتی ہے آپ جواب دیتے جانتے نہیں ہو۔ میں کس کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی تیاری کر رہا ہوں۔

حضرت ابن عباسؓ

حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے خضوع و خشوع کی دو رکعتیں سیاہ دل والے کی ساری رات کی عبادت سے بہتر ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ

حضرت عمر فاروق اعظمؓ جب نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے۔ تو آپؓ کا جسم کانپنے لگتا اور دانت بجنے لگتے۔ آپؓ سے اس بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپؓ نے کہا۔ امانت کی ادائیگی اور فرض پورا کرنے کا وقت آگیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ اسے کیسے ادا کروں گا۔ حدیث شریف میں ہے جب نبی کریم ﷺ نماز ادا فرماتے تو آپ ﷺ کے دل میں ایسا جوش اٹھتا جیسا کہ دیگ میں اٹھتا ہے جس کے نیچے آگ جل رہی ہو۔

رسول خدا ﷺ کا ارشاد ہے! نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک رکھی گئی ہے۔ مطلب یہ کہ میری راحتیں نماز میں ہیں اسی لئے اہل استقامت کا مشرب نماز میں ہے اس کی صورت یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو معراج میں لے جایا گیا اور مقام قرب میں فائز کیا گیا اور آپ کے نفس کو دنیا کی قید سے چھڑایا گیا اور اس درجہ میں پہنچایا گیا کہ آپ کا نفس، دل کے درجے میں اور دل روح کے درجہ میں اور روح سر کے مقام میں اور درجات میں فانی ہو گیا اور مقامات کو محو کر کے نشانوں سے بے نشان اور مجاہدہ میں مشاہدہ سے غائب ہوا اور معائنہ سے معائنہ میں اس طرح فائز ہوئے کہ آپ کی انسانی اور بشری خصلت پراگندہ ہو گئی اور آپ کا نفسانی مادہ جل گیا اور آپ کی اپنی طبعی قوت باقی نہ رہی اور شواہد ربانی آپ کے اختیار میں نمایاں ہو گئے اور اپنی خودی سے نکل کر معانی کی پہنائیوں میں پہنچ گئے اور دائمی مشاہدہ میں مستغرق ہو گئے اور اسرار شوق سے بے اختیاری کو اختیار کر کے اللہ تعالیٰ سے مناجات کی کہ اے میرے رب مجھے اس بلاؤں کی جگہ واپس نہ کر اور طبع و ہوا کی قید میں دوبارہ نہ ڈال فرمان الٰہی آیا اے محبوب ﷺ ہمارا حکم ایسا ہی ہے کہ ہم تمہیں دنیا میں واپس کریں تاکہ تمہارے ذریعے شریعت کا قیام ہو اور جو کچھ ہم نے تمہیں یہاں عطا فرمایا ہے وہاں بھی مرحمت فرمائیں گے جب آپ ﷺ دنیا میں واپس تشریف لائے تو جب بھی آپ ﷺ کا دل مقام معلیٰ کا مشتاق ہوتا۔ فرماتے! ارحنا یا بلال بالصلوۃ

(اے بلال! نماز کی اذان دے کر ہمیں راحت پہنچاؤ) لہذا آپ ﷺ کی ہر نماز معراج و قربت ہوتی اور حق تعالیٰ کی مہربانیوں کو نماز میں دیکھتے اور آپ ﷺ کی جان تو نماز میں ہوتی مگر آپ ﷺ کا دل نیاز میں، آپ ﷺ کا باطن راز میں آپ ﷺ کا جسم گداز میں ہوتا یہاں تک کہ آپ ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہوگئی آپ ﷺ کا جسم ملک میں ہوتا اور آپ ﷺ کی جان ملکوت میں آپ ﷺ کا جسم انسانی ہوتا اور آپ ﷺ کی جان انس و محبت کے مقام میں ﷺ۔ (کشف المحجوب)

نماز مومن کی معراج ہے

حدیث شریف

اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ نماز مومن کی معراج ہے۔

خلقت سے رابطہ توڑ کر خالق سے رابطہ جوڑنے کا نام نماز ہے ایک دفعہ ہم گاڑی میں سفر فرما رہے تھے دو حافظ قرآن بیٹھے ہوئے تھے اور ایک آدمی جو کہ حضرت میاں شیر محمد صاحبؒ کا مرید تھا کہنے لگا کہ ہمارے پیر و مرشد فرماتے ہیں کہ ہمیں نماز میں دیدار الٰہی ہوتا ہے یہ سنتے ہی دونوں مولانا صاحب بر ہم ہوگئے اور کہنے لگے کہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اللہ کو کسی کی نگاہ نہیں دیکھ سکتی" تم اور تمہارے پیر قرآن کے خلاف باتیں کرتے ہو اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہو اس آدمی سے کوئی جواب نہ بن آیا

اور وہ خاموش ہو گیا دوسرے لوگ بھی متعجب ہوئے ہم نے کہا مولانا صاحب "عَرْشُ اللّٰہِ تَعَالٰی قُلُوْبُ الْمُؤْمِنِیْنَ" کا کیا معنی ہے انہوں نے جواباً کہا کہ "مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے" حدیث شریف تلاوت فرمائی۔ "اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی ۰" مومن کی فراست (باطنی بصیرت) سے ڈرو۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے اور فرمایا اللہ کا نور مومن کے قلب میں آجاتا ہے جب اللہ کا نور مومن کے قلب میں آجاتا ہے تو وہ پھر اپنے آپ کو بھی نہیں دیکھ سکتا جبکہ حدیث قدسی میں ہے کہ میں اپنے بندہ کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔ یہ ظاہر کی آنکھیں اللہ کو نہیں دیکھ سکتیں آیت تو ان آنکھوں کے متعلق کہہ رہی ہے ہم جب بیعت کرتے ہیں تو مرید کو پہلے دن ہی یہ بتا دیتے ہیں کہ ان آنکھوں کو بند کر کے دل کی آنکھوں سے دیکھو۔ کیونکہ حدیث جبرئیل میں ہے کہ تم عبادت اس طرح کرو جیسے تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اگر تم اللہ کو نہیں دیکھ رہے تو اللہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث شریف سے بھی یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ صرف نماز ہی نہیں بلکہ ہر عبادت میں ایسا اخلاص اور محبت و عشق ہو کہ اس میں دیدار الٰہی ہو جائے اگر اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھا جا سکتا ہوتا تو حدیث شریف میں یہ ارشاد نہ ہوتا کہ عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے کسی نے پوچھا۔ کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے آپ

نے فرمایا کہ میں اسے سجدہ کیونکر کروں جسے میں نے دیکھا نہیں۔

ایک دفعہ ایک شخص آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا جس نے اپنا منہ اور سر کمبل سے ڈھانپ رکھا تھا۔ ہم نے کہا تشریف رکھیں۔ جب اس نے منہ سے کپڑا اٹھایا تو کافی بڑی داڑھی نظر آئی اور اس نے بزرگوں جیسی صورت بنا رکھی تھی ہم نے کہا کھانا کھاؤ گے؟ اس نے کہا جی ہاں ہم نے جلدی سے کھانا لا کر اسکے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ مغرب کا وقت قریب ہو رہا ہے اسلیے جلدی سے کھانا کھا لو اور پھر نماز پڑھ لینا۔ کیونکہ بعد نماز مغرب محفل ذکر شروع ہو جائے گی اس نے کہا میں آپکی محفل ذکر دیکھنے اور نماز پڑھنے آیا ہوں آپ مجھے نماز پڑھا دینا۔ یہ سنکر ہم نے ایک شعر پڑھا!

جو سر بسجدہ کبھی ہوا تو زمین سے آنے لگی یہ صدا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

وہ آدمی بہت خوش ہوا پھر ہم نے حدیث شریف تلاوت فرمائی۔

"اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْن." مومن کو نماز میں معراج ہوتی ہے۔ اسلیے کھانا کھانے کے بعد نماز ادا کر لینا۔ اس نے جواب دیا "پڑھنے کیلئے آیا ہوں پڑھا دینا" کیونکہ قرآن حکیم میں حکم ہے "نماز قائم کرو" تو میں نماز قائم کر رہا ہوں اور ساتھ ہی اس نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اللہ بے مثل ہے اور ہر چیز پر قادر ہے" ہم نے جواباً یہ شعر پڑھا۔

مصور کیا کسی کا نقش کھینچے
نہیں بے مثل کی تصویر ہوتی

کیوں نہ ہمیں بھی معراج ہوتی
اگر ہماری نماز میں تاثیر ہوتی

اسی اثناء میں نماز مغرب کا وقت ہو گیا مگر اس نے نماز نہ پڑھی جب ہم نماز سے فارغ ہوئے۔ تو اس آدمی نے پوچھا کیا آپ نے وہی نماز پڑھی ہے جسمیں اللہ کا دیدار ہوتا ہے تو ہم نے کہا کہ حدیث شریف میں ہے "مومن کو نماز میں اللہ کا دیدار ہوتا ہے" میں تو اپنے آپ کو صحیح مسلمان بھی تصور نہیں کرتا ہوں یہ مومن کی شان ہے اس نے عرض کیا آپ میرے ساتھ صحیح گفتگو فرمائیں کیونکہ محفل ذکر تو صرف مومن حضرات ہی منعقد کرواتے ہیں اسکے اصرار پر ہم نے کہا۔

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

ہم نے کہا تو نے کہا تھا کہ "اللہ بے مثل ہے" ہم کس صورت میں دیدار کریں گے اب وہ خاموش ہو گیا۔ محفل ذکر شروع کرا دی گئی اور یہ ذکر خفی کی محفل تھی یہ بھی اسکی سمجھ سے بالاتر تھی جب محفل اختتام پذیر ہوئی تو وہ بہت پریشانی کے عالم میں تھا اس نے کہا اللہ کا ذکر تو چوبیس گھنٹے جاری

رہنا چاہیے مگر آپ نے مغرب سے عشاء تک کا وقت مخصوص کر رکھا ہے اور وہ بھی ہفتے میں ایک بار۔

ہم نے کہا اپنی گھڑی کو کتنی بار چابی دیتے ہو اس نے کہا (چوبیس گھنٹوں میں) ایک بار چابی بھر دی جاتی ہے اور یہ چوبیس گھنٹے چلتی رہتی ہے ہم نے کہا ہم نے بھی ایک ہفتے بعد سات بجے سے آٹھ بجے تک دل میں ذکر کی چابی بھر لی ہے اب یہ ایک ہفتے تک چلتا رہے گا اب تجھے اللہ کے بے مثل ہونے کے متعلق بھی سمجھا دیتے ہیں یہ جتنے حضرات محفل میں موجود ہیں کیا انکی صورتیں ایک دوسرے سے ملتی ہیں اس نے کہا نہیں تو پھر تیری میری صورت ملتی ہو گی قریب بیٹھے ہوئے ایک مولانا صاحب نے کہا کہ آپ دونوں کی صورت بھی نہیں ملتی۔ ہم نے کہا اسے کہتے ہیں "بے مثل" کیونکہ کسی کو خوبصورت کسی کو بد صورت کسی کو گورا اور کسی کو کالا بنا دیا اسی کو بے مثل کہا گیا ہے کہ اللہ بے مثال ہے کیونکہ کائنات میں کوئی بھی شے ایک دوسرے سے نہیں ملتی آپ لوگوں نے اپنے ذہنوں میں یہ بٹھالیا ہے کہ اسکی کوئی صورت نہیں ہے حالانکہ یہ بات نہیں ہے بلکہ اسکا اطلاق یہ ہے کہ کائنات میں اسکی بنائی ہوئی چیزوں میں اتنی خوبیاں ہیں کہ اسکی مثال ہی نہیں ملتی اسلیے اللہ بے مثل ہے اللہ ہر چیز پر قادر ہے قادر وہی ہو سکتا ہے جسکی صورت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اگر مجھے دیکھنا چاہتے ہو تو میرے محبوب ﷺ کو دیکھ لو۔ پھر فرمایا

خَلَقَ اللّٰہُ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ　　　　اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پہ پیدا فرمایا۔

ڈاکٹر اقبال صاحب نے بھی تو یہ فرمایا ہے

اے حقیقت منتظر کبھی آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبین نیاز میں

اسکے بعد حضرت صاحب نے اپنی غلطی تسلیم کر کے توبہ کی اور عشاء کی نماز ادا کر لی۔ آجکل کے دور میں اس قسم کے نماز قائم کرنے والے بزرگ بھی ہیں جو نہ تو خود پڑھتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی روک دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے نماز قائم کر رکھی ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا!

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ۝ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ ۝　　　　خرابی (ہلاکت) ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں اور وہ دکھلاوا کرتے ہیں۔

ویل جہنم کا ایک طبقہ ہے جو کہ بہت ہی سخت ہے جو لوگ بے خبری اور بے حضوری کی نمازیں پڑھتے ہیں ان کے لئے ہلاکت ہے اور جہنم کے طبقہ ویل میں ان کو پھینکا جائے گا اور ان کی نمازیں دکھلاوے کی ہین اور ریاء کاری ہے ایسی نماز کے بارے میں فرمان نبوی ﷺ ہے کہ ایسی نماز کے لئے

آسمان کا دروازہ نہیں کھلتا اور وہ نماز کپڑے کی مانند لپیٹ کر اس کے منہ پر مار دی جاتی ہے اور وہ نماز اس نمازی کے لیے بد دعا کرتی ہے کہ یا اللہ جس طرح اس نے مجھے ضائع کیا ہے تو اسی طرح اسے بھی ضائع کر دے۔ ایسی نماز درجہ قبولیت کو نہیں پہنچتی اس لئے اپنی نمازوں کو حضور قلب اور خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرنا چاہیے تا کہ نماز میں معراج اور دیدار الٰہی نصیب ہو سکے اور یہ درجہ کمال بغیر کامل مرشد کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ قرآن حکیم میں اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا!

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ○	بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔

نمازیوں کو دیکھنا چاہیے کہ کیا وہ بے حیائی اور برے کاموں سے رک گئے ہیں فحشا ہر ناپسندیدہ بات اور کام کو کہتے ہیں یعنی نمازی ہر ناپسندیدہ بات کہنے اور ناپسندیدہ عمل کرنے سے رک جائے تو سمجھ لیں کہ اس کی نمازیں قبول ہو رہی ہیں ورنہ وہ نمازیں اس کے منہ پر ماری جا رہی ہیں کیونکہ اسلام میں ہر عبادت تقویٰ و پرہیز گاری کی طالب ہے۔

ادائے فرائض و واجبات بڑی بات ہے ہر ایک شخص ولی تو نہیں ہو سکتا فریضہ نماز اور (دیگر فرائض اور) واجبات ادا ہو جائیں تو یہ بھی بڑی بات ہے۔

خدا کو مہربان کرنے کا وسیلہ نماز ہے

فرمایا (اگرچہ) نماز کی تکمیل حضور قلب سے ہوتی ہے مگر یہ نہیں ہے کہ حضور قلب کامل نہ ہو تو نماز ہی نہ پڑھو روح خدا کے ہاتھ میں ہے (نماز میں حضوری قلب کا ہونا رحمت پروردگار پر موقوف ہے) نماز کے لئے حاضری ہمارا کام ہے نماز کا قبول کرنا یا نہ کرنا یہ خدا کے ہاتھ میں ہے جب کوئی شخص قصور مند ہو کر ہم لوگوں کے سامنے قصور معاف کرانے حاضر ہوتا ہے تو ہمارا قلب اس کے لئے مہربان ہو جاتا ہے اسیطرح بندہ جب ہر روز پانچ مرتبہ خدا کے دربار میں حاضر ہوتا اور نماز پنجگانہ کو ادا کرتا اور حکم خداوندی بجا لاتا ہے تو اس صورت میں اس بندہ کے حق میں خدائے تعالےٰ کے مہربان نہ ہونے کا سبب نہیں ہے یہ بندہ یقیناً بہشتی ہے اور ضرور بہشت میں جائے گا اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ایسے بندہ کو دوزخ کے حوالے کرنے میں "حیا" مانع ہو گی کیونکہ خداوند کریم سب سے بڑا غیور (سب سے بڑا حیادار بھی تو) ہے"

نماز چستی سے پڑھو

حضرت شاہ عبدالحئی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں "کہ ہمارے لڑکپن کا واقعہ ہے شاید اس وقت تک ہم گھر سے باہر نہیں گئے تھے (ایک بار کا واقعہ ہے کہ) ہم نماز نفل بیٹھ کر پڑھ رہے تھے "حضرت والد قبلہ قدس

سرہ نے دیکھ کر فرمایا"لڑکپن میں یہ سستی ہے تو بڑھاپے میں کیا حال ہو گا اس وقت سے پھر ہم نے کبھی نوافل بیٹھ کر نہیں پڑھے ظہر، مغرب اور عشاء (سب نمازوں کے) نفل ہم کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں ہم نے اپنے حضرت قدس سرہ کو ایسا ہی دیکھا تھا (کہ نوافل بھی کھڑے ہو کر ادا فرماتے تھے) کبھی بیماری میں ہم نے بیٹھ کر نماز پڑھ لی تو یہ دوسری بات ہے یاد رکھنا نماز خواہ تھوڑی پڑھو مگر چستی (خشوع و خضوع) کے ساتھ پڑھو (سستی سے اور ہارے جی سے نہ پڑھو) یاد رکھو کہ نماز ادا کیے بغیر کوئی ولی نہیں ہو سکتا اگر بے نمازی ہے تو ہرگز ولایت کا رتبہ نہیں پا سکتا۔

بے نمازی

لَا خَيْرَ فِيْ دِيْنٍ لَّا صَلٰوةَ لَهٗ (زرقانی)	اس دین میں بھلائی نہیں جس میں نماز نہیں۔
لَآ اِيْمَانَ لَهٗ لِمَنْ لَّا صَلٰوةَ لَهٗ (خواجہ غریب نوازؒ)	جس شخص کے پاس نماز نہیں۔ اس کا ایمان نہیں۔
مُضِيْعٌ لِّلصَّلٰوةِ لَمْ يَعْبَاءِ اللّٰهُ بِشَيْئٍ مِنْ حَسَنَاتِهٖ (امام غزالیؒ)	جو نماز کو ضائع کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ اس کی نیکی کی پرواہ نہ کرے گا۔
مَنْ ضَيَّعَ الصَّلٰوةَ حشَرَمَعَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانْ (مشکوۃ)	جس نے نماز ضائع کر دی اس کا حشر فرعون اور ہامان کے ساتھ ہو گا۔

☆ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں! بے نماز واجب القتل ہے۔

☆ حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں! حاکم وقت بے نماز کو قید میں ڈالے اور اس وقت تک نہ چھوڑے جب تک وہ نمازی نہ بن جائے۔

☆ حضرت سیدنا غوث الاعظمؒ فرماتے ہیں! بے نمازی کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور نہ ہی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔

☆ بے نماز سے خنزیر بھی پناہ مانگتا ہے۔

ایک دفعہ دو شخص بغداد شریف میں قیام پذیر ہوئے ان کی بزرگی کی شہرت پورے شہر میں پھیل گئی وہ بزرگ کشف و کرامات کی وجہ سے مشہور تھے ایک شخص تمام دن ان کے ہاں رہا اور بہت سی کرامات بھی دیکھیں مگر وہ تارک صلوٰۃ تھے اس نے پوچھا کہ آپ نماز کیوں نہیں پڑھتے وہ کہنے لگے نماز تو ابتداء میں ہے اور ہم تو پہنچ گئے ہیں ہمیں نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے وہ شخص حضرت جنید بغدادیؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور تمام واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا واقعی وہ پہنچ گئے ہیں مگر یہ پتہ ہے کہاں؟ فرمایا جہنم میں۔

تمام اسلامی فرقے اور نماز

اسلام کا ہر فرقہ نماز کے فرض ہونے کا قائل ہے اور نماز کی فرضیت میں تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے پس جسکی فرضیت میں اسلام کے تمام فرقے متفق ہیں جو درویش اس کو چھوڑ دے وہ شیخ الاسلام (مسلمانوں کا

پیر) نہیں ہو سکتا۔

حضرت سرورِ کائنات ﷺ سے بڑھ کر نہ کوئی ہوا نہ ہو گا۔ نماز اور خلافِ شرع درویشی کے معاملہ میں بعض لوگوں کا یہ خیال ہے واصل الی اللہ اور ولی اللہ ہونے کے بعد پھر روزہ و نماز کی ضرورت نہیں بالکل غلط ہے حضرت رسول اکرم ﷺ سے بڑھ کر خدا رسیدہ برگزیدہ اور مقبول و محبوب خدا کوئی نہیں ہوا اور جب آپ ﷺ سے نماز و روزہ ساقط نہیں ہوا تو پھر کسی اور شخص پر سے نماز، روزہ ساقط کیسے ہو سکتا ہے۔ لہذا نماز کسی حالت میں معاف نہیں ہے بے نمازی کا کوئی عذر قابل قبول نہ ہو گا سلسلہ عالیہ میں شریعت کی پابندی کی سخت تاکید کی جاتی ہے۔

روزہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ	اے ایمان والو! تم پر روزے
عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ	فرض کیے گئے جیسا کہ تم سے
عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ	اگلوں پر فرض کیے گئے تھے
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝	تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے ہر عاقل بالغ مسلمان تندرست اور مقیم پر ماہ رمضان المبارک میں روزے فرض فرمائے ہیں اس کے علاوہ بعض مشائخ نفلی روزے بھی رکھتے ہیں۔

روزہ کی حقیقت رکنا ہے معدہ کو کھانے پینے سے روکے اور آنکھ کو شہوت کی نظر سے، کان کو غیبت کے سننے سے، زبان کو بیہودہ اور فتنہ انگیز باتیں کہنے اور جسم کو دنیاوی پیروی اور مخالفت حکم الٰہی سے روکے رکھے بندہ جب ان شرائط کو ملحوظ خاطر رکھے گا تب وہ حقیقتاً روزہ دار ہوگا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ

اِذَا صُمْتَ فَلْيَصُمْ سَمْعُكَ	جب روزہ رکھے تو اپنے کان،
وَ بَصَرُكَ وَ بِلَسَانِكَ وَ يَدِكَ	آنکھ، زبان، ہاتھ اور جسم کے
وَ كُلِّ عُضْوٍ مِنْكَ ۝	ہر عضو کا روزہ رکھے۔

بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کا روزہ کچھ فائدہ مند نہیں بجز اس

کے کہ وہ بھوکے پیاسے رہے۔ کیونکہ روزہ کا اصل مقصد تقویٰ ہے کیونکہ قرآن حکیم میں روزے فرض کرنے کی وجہ یہ ہی بیان فرمائی گئی کہ لعلکم تتقون ٥ تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ جو لوگ پرہیزگاری اختیار نہیں کرتے انہوں نے روزہ کی حقیقت کو نہیں جانا۔ حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں جو شخص معصیت سے بچتا ہے وہ ہر حال میں روزہ دار ہے۔

حدیث شریف

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جبرئیلؑ نے مجھے خبر دی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

اَلصَّوْمُ لِیْ وَ اَنَا اَجْزِیْ بِہٖ ٥ یعنی روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی بہترین جزا ہوں۔

اس لئے کہ روزہ باطنی عبادت ہے جس کا ظاہر سے کوئی تعلق نہیں اور کسی دوسرے کو معلوم ہی نہیں ہو سکتا اسی بناء پر اس کی جزا بھی بے نہایت ہے۔

روزہ نصف صبر ہے اور صبر نصف ایمان ہے حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ اَلصَّوْمُ نِصْفُ الطَّرِیْقَۃِ یعنی روزہ رکھنا آدھی طریقت ہے۔ جو لوگ اخلاص اور محبت سے روزہ سحر اور افطار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اسی وقت اس کا اجر عظیم عطا فرما دیتا ہے روزہ باطنی عبادت ہے ظاہر سے اس کا کوئی تعلق نہیں اللہ کے سوا کوئی اس سے واقف نہیں اور یہ تزکیہ نفس سے ہے پیٹ بھر کر کھانا جانوروں کا کام ہے اور بھوک مردان حق کا علاج ہے بھوک تعمیر باطن اور پیٹ بھر کر کھانا آبادی شکم ہے۔

حج

ارشاد خداوندی ہے

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ٥

اور اللہ کے لئے ان لوگوں پر حج بیت اللہ فرض ہے جو وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

حج ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے اور اس کے ظاہری و باطنی بہت سے فوائد ہیں اور یہ صاحب استطاعت عاقل بالغ مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ دنیائے عالم کے تمام مسلمان اس موقع پر ایک مرکز میں جمع ہوتے ہیں اور اس عمل سے آپس میں پیار و محبت قومی وحدت و یکجہتی کا بہترین موقع فراہم ہوتا ہے۔ خلوص نیت سے اس عمل کی بجا آوری سے آدمی کے تمام گناہ معاف فرمادئے جاتے ہیں بیت اللہ شریف کا حج کرنے کے ساتھ ساتھ اس گھر کے مالک کو تلاش کرنا اور اس کی جستجو کرنا بھی ایک نہایت ضروری امر ہے۔

حضرت محمد بن الفضلؒ فرماتے ہیں کہ میں اس شخص پر تعجب کرتا ہوں جو دنیا میں اس کے گھر کو تلاش کرتا ہے مگر وہ اپنے دل کے اندر اس کے مشاہدہ کی خواہش کیوں نہیں کرتا اور گھر کی طلب میں ممکن ہے کہ وہ گھر کو پالے اور ممکن ہے کہ وہ گھر کو نہ پاسکے حالانکہ مشاہدہ ہر حال میں

چاہیے اگر اس پتھر کی عمارت کی زیارت جس پر سال میں ایک مرتبہ نظر پڑتی ہے فرض کر دی گئی ہے تو وہ دل جس پر شبانہ روز تین سو ساٹھ مرتبہ نظر پڑتی ہے اسکی زیارت تو بدرجہ اولیٰ کرنی چاہیے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں جسے عبادت کا اجر و ثواب دوسرے دن ملے اس سے کہو کہ آج عبادت نہ کرے کیونکہ عبادت و مجاہدہ کے ہر سانس پر ثواب فی الحال حاصل ہے وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ پہلے حج میں بجز خانہ کعبہ کے کچھ نہیں دیکھا اور دوسری مرتبہ مالک خانہ کعبہ کو بھی دیکھا اور تیسری مرتبہ صرف مالک خانہ کعبہ کو دیکھا اور خانہ کعبہ نظر نہ آیا۔

حاجی کو چاہیے کہ جب اپنے گھر سے کوچ کرے تو گناہوں سے بھی کوچ کرے جب کپڑوں سے جدا ہو کر احرام باندھے تو اس کی بشری صفات بھی جدا ہو جائیں جب منیٰ میں قربانی کرے تو اپنی نفسانی خواہشات کی بھی قربانی کرے اور جب کنکریاں پھینکے تو دل سے تمام مرادوں اور تمناؤں کو بھی نکال کر پھینک دے تاکہ وہ اپنی ازلی مراد کو پالے۔

منصور حلاجؒ فرماتے ہیں! بعض لوگ اللہ سے براہ راست تعلق پیدا کرنے کے قابل نہیں ہوتے وہ اس کی طرف کعبہ یا بیت اللہ جیسے مناسب و موزوں وسائل سے جاتے ہیں اگرچہ اللہ کی طرف اس سفر کی ابتدا کعبہ ہی سے ہونی چاہیئے لیکن وہ اس وقت تک اللہ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک وہ کعبہ کو مکمل طور پر اپنے پیچھے نہ چھوڑ جائیں جب تک تم کعبہ سے وابستہ رہو گے تم

اللہ سے دور رہو گے لیکن اگر تم نے واقعۃً کعبہ کو چھوڑ دیا تو پھر تمہیں کعبہ کے بنانے والے کا وصل نصیب ہو سکے گا اور فیضی ملک الشعراء ابن شیخ مبارک کی دقیق نظر اسی حقیقت پر تھی جب اس نے کہا!

کعبہ را ویران مکن اے عشق! کانجا یک نفس
گہ گہے پس ماندگان راہ منزل می کنند

اے عشق کعبہ کو ویران نہ کرنا۔ کبھی کبھی منزل سے پیچھے رہ جانے والے یہاں قیام کرتے ہیں۔

زکوٰۃ

اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ہ   یعنی نماز قائم کرو اور زکوۃ دو

قرآن حکیم میں زکوٰۃ کے بارے میں بکثرت آیات موجود ہیں اور احادیث مبارکہ میں بھی اس کی وضاحت فرمائی گئی ہے زکوٰۃ نعمت کے پورے ہونے پر واجب ہوتی ہے دو سو درہم ایک پوری نعمت ہے مثلاً اگر کوئی شخص سال بھر کوئی مال یا رقم اپنے قبضہ یعنی ملکیت میں رکھے تو سال کے بعد اس پر اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ نکالنا واجب ہو گا۔

حضرت ابوبکر شبلیؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ زکوٰۃ کتنی مقدار پر واجب ہوتی ہے فرمایا کہ جب بخیل کے پاس دو سو درہم مال موجود ہو تو ہمارے مذہب کے مطابق پانچ درہم اور ہر بیس دینار پر نصف دینار واجب ہے لیکن میرے مذہب میں کسی چیز کو اپنی ملکیت میں نہ رکھنا چاہیے تاکہ زکوٰۃ کی مشغولیت سے بے نیاز رہے انہوں نے پوچھا اس مسئلہ میں تمہارا امام کون ہے؟ فرمایا حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ ہیں کہ انہوں نے جو کچھ ان کے پاس موجود تھا سب دے دیا نبی کریم ﷺ نے فرمایا!

مَا خَلَفْتَ لِعِیَالِكَ ہ   تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا؟

عرض کیا۔ اللہ اور اس کا رسول ﷺ۔

پروانے کو شمع اور بلبل کو پھول بس

صدیق کو خدا اور اس کا رسول ﷺ بس

امیر المومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے قصیدے میں فرماتے ہیں!

وَمَا وَجَبَتْ عَلیٰ زَکٰوۃِ مَالٍ

وَهَلْ تَجِبُ الزَّکٰوۃِ عَلَیَ الْجَوَّادِ

یعنی مجھ پر کبھی بھی زکوٰۃ واجب نہ ہوئی۔ کیا جواد یعنی سخیوں پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔

کیونکہ سخی مال کو خرچ کرتے رہتے ہیں ان کی ملک میں اتنا مال ہوتا ہی نہیں کہ جس سے ان پر زکوٰۃ واجب ہو۔

رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ فَرَضَ عَلَیْکُمْ زَکٰوۃَ جَاھَکُمْ کَمَا فَرَضَ عَلَیْکُمْ زَکٰوۃَ مَالِکُمْ ٥

اللہ تعالیٰ نے تم پر تمہارے مرتبہ کی بھی زکوٰۃ فرض کی ہے جیسا کہ تم پر تمہارے مال کی زکوٰۃ واجب ہے۔

اور فرمایا یقیناً ہر شے کی زکوٰۃ ہے گھر کی زکوٰۃ یہ ہے کہ مہمان کو سلایا جائے اور مہمان نوازی کی جائے۔ زکوٰۃ مخلوق الٰہی کے ساتھ پیار و محبت پیدا کرنے کا ذریعہ بھی ہے۔ زکوٰۃ کی حقیقت یہ ہے کہ ہر نعمت پر خدا کا شکر ہوتا رہے اور نعمت کی گونا گوں اقسام میں سے ایک نعمت تندرستی بھی ہے جو بہت بڑی نعمت ہے۔ لہٰذا جسم کے ایک ایک عضو پر زکوٰۃ ہے اور وہ یہ ہے کہ بندہ اپنے تمام اعضاء کو خدمت الٰہی میں مستغرق رکھے اور عبادت حق میں مشغول رہے اور انہیں کسی قسم کے لغو اور واہیات مشغلوں اور خرافات میں نہ الجھنے دے۔

شرک کیا ہے

شرک کی دو قسمیں ہیں (۱) شرک جلی (۲) شرک خفی

شرک جلی

اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا اور نہ ہی اسکا کوئی شریک ہے اسکی ذات اور اس کی تمام صفات مستقل ذاتی، ازلی اور ابدی ہیں۔ اسکی صفات اسکی مخلوق میں بھی پائی جاتی ہیں۔ مگر مخلوق کی صفات غیر مستقل اور عطائی ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سمیع وبصیر ہے۔ (دیکھنے اور سننے والا) انبیاء علیہ السلام بھی سمیع وبصیر ہیں اولیاء کرام بھی سمیع وبصیر ہیں۔ ایک عام آدمی بھی سمیع و بصیر ہے۔ مگر ان تمام کی سماعت وبصارت اپنے اپنے مرتبے کے مطابق ہوتی ہے۔ ایک ولی اللہ جو دیکھتا اور سنتا ہے وہ عام آدمی دیکھ اور سن نہیں سکتا۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ کا مشہور واقعہ ہے۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ مسجد نبوی شریف میں خطبہ دے رہے تھے۔ دورانِ خطبہ آپؓ نے تین مرتبہ یہ الفاظ پڑھے۔ "یَاسَارِیَتُہ الْجَبَلْ" (حضرت ساریہؓ تقریباً نو سو میل دور نہاوند کے مقام پر کفار پر فتح حاصل کر کے واپس لوٹ رہے تھے کہ دشمن پہاڑ کے عقب سے اچانک حملہ

آور ہونے والا تھا۔ حضرت عمرؓ کی آواز سن کر حضرت ساریہؓ واپس مڑے اور دوبارہ دشمن کو شکست دی)۔

حضرت ساریہؓ جب مدینہ پہنچے تو صحابہ کرامؓ نے کہا آپ کتنے خوش نصیب ہیں کہ حضرت عمرؓ آپ کا نام خطبہ میں لے رہے تھے۔ حضرت ساریہؓ نے بتایا کہ اگر حضرت عمرؓ مجھے آواز نہ دیتے تو دشمن ہم پر پہاڑ کے عقب سے اچانک حملہ کر دیتا اور ہماری فتح شکست میں تبدیل ہو جاتی۔

ثابت ہوا کہ ایک ولی اللہ اور ایک عام آدمی کی سماعت و بصارت برابر نہیں ہوتی اسی طرح خالق اور مخلوق کی سماعت و بصارت بھی برابر نہیں ہو سکتی۔ جب یہ عقیدہ ہو گا تو شرک نہ ہو گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ذاتی ہیں اور مخلوق کی یہ صفات اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی ہوئی ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص کسی نبی یا ولی کی صفات مستقل اور ذاتی جانے اور عطائی نہ سمجھے تو شرک ہو گا۔ یا اللہ کو چھوڑ کر اسکے مقابلے میں کسی دوسرے کو معبود سمجھے جیسا کہ بت پرست، آتش پرست، چاند، تارے اور سورج وغیرہ کی پوجا کرے، یا ایک سے زیادہ الٰہ مانے جیسا کہ کفار مکہ جو کہ بتوں کو بھی الٰہ مانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو بھی الٰہ مانتے تھے۔ یہودی حضرت عزیرؑ کو بھی الٰہ مانتے اور اللہ تعالیٰ کو بھی الٰہ مانتے اور اسی طرح نصاریٰ نے تین خدا بنا لیے۔ یہ سب باتیں شرک میں داخل ہیں اور اسے شرک جلی کہا جاتا ہے۔

شرک خفی

انسان کے اپنے ہی وجود میں شرک اور منافقت موجود ہے شرک کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کبھی نہیں بخشے گا مسلمان جب قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تلاوت کرتا ہے اور ان احکامات کی معلومات حاصل کرلیتا ہے تو نافرمانی کیسی؟ پھر یہ احکام اس پر فرض ہو جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ فعل نہ کرو کیونکہ یہ برائی اور بے حیائی ہے اس سے بچو لیکن آدمی جب اس فعل کو دیکھتا ہے تو نفس کہتا ہے کہ اس کو کرلو جو بھی شخص برا فعل کرتا ہے اسکا دل اسکو ملامت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے لیکن جب دل اور دماغ میں نفاق پیدا ہو جاتا ہے تو یہی منافقت ہے اور اگر وہ گناہ اس نے کرلیا تو اس نے اپنے نفس کا حکم مان لیا۔ حالانکہ حکم اللہ تعالیٰ کا ماننا چاہیے تھا۔ اس سے پتہ چلا کہ نفس پرستی ہی شرک ہے اور اسے شرک خفی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ دو۔ ماں باپ سے حسن سلوک سے پیش آؤ اور ایسے لوگوں کی صحبت سے بچو جن پر میرا غضب ہوتا ہے اور جو گمراہ لوگ ہیں لیکن ہم لوگ اتنے نفس پرست ہیں کہ اپنے پروردگار کے احکامات کی کوئی پرواہ نہیں کرتے اور ہر حکم اپنے نفس کا مانتے ہیں پھر کہتے ہیں شرک سے بچو بعض لوگ کہتے ہیں کہ کسی

بزرگ سے بھی مدد طلب نہ کرو اور بزرگوں کی مدد کو شرک کہتے ہیں حالانکہ یہ شرک نہیں ہے بلکہ بزرگوں کی صحبت میں رہنا ہی زیر صحبت اللہ ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ	اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور
وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝	سچوں کی سنگت اختیار کرو۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان صالحین لوگوں کے بارے میں ہے پھر یہ لوگ کیسے کہتے ہیں کہ انکی مدد لینا شرک ہے اور سب کچھ اللہ ہی سے مانگو۔ یہ کہنے والے وہ لوگ ہیں جو تابع نفس ہیں اور ہر حکم اپنے نفس کا مانتے ہیں سچے لوگوں کی صحبت اور صالحین کی قربت اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کر لیتی ہے نفس پرستوں کی صحبت اللہ سے دور اور شیطان تک پہنچا دیتی ہے اللہ تعالیٰ تک رسائی کے دو راستے ہیں۔

ا۔ نبوّت ۲۔ اِتباعِ نبوّت۔

ارشاد ربانی ہے۔

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا	اطاعت کرو اللہ کی اللہ کے
الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ	رسول کی اور جو تم میں صاحب
	امر ہو۔

صاحب امر وہ لوگ ہیں جنکی اطاعت سے نبی کریم روف الرحیم ﷺ کی اطاعت حاصل ہوتی ہے اور آپ ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اب چونکہ

سرکار دو عالم ﷺ پر باب نبوت بند ہو چکا ہے لہٰذا اتباع نبوت کیلئے ہم مذکورہ بالا آیت کو مد نظر رکھیں گے اور اولی الامر حضرات کی اتباع کریں گے تاکہ ہم اللہ تک رسائی حاصل کرسکیں اور ان حضرات میں شامل ہو جائیں جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا ہے صاحب امر لوگ ہی انعام یافتہ ہیں اور دوسرے راستے پر چلنے والے لوگ وہ ہیں جن پر اللہ کا قہر و غضب ہوتا ہے صاحب امر لوگوں کا راستہ صرف کتابیں پڑھنے اور گھر بیٹھے رہنے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ انعام حاصل کرنے کا راستہ پرہیزگاروں کی صحبت میں رہنے سے حاصل ہوتا ہے اسی طرح قہر و غضب کا راستہ بھی برے لوگوں کی صحبت اور غلط عقائد کی کتابیں پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ شمع سے میں نے پوچھا تجھے ناچ کون سکھا دیتا ہے۔ اس نے کہا۔

شکم مادر سے کوئی سیکھ کے آتا ہی نہیں ۔ بزم والے ہی سکھا دیتے ہیں

ہر انسان کیلئے ایک اچھائی کا باب ہے اور ایک برائی کا یعنی نرمی کا ہتھیار اور ایک سختی کا جو لوگ نرمی کا ہتھیار استعمال کرتے ہیں یعنی جنکے طرز کلام میں نرمی، عاجزی و انکساری اور رحم دلی ہوتی ہے انکی صحبت بھی اچھی اور سکون قلب کی دولت انہیں میسر ہوتی ہے اللہ تعالیٰ بھی راضی ہوتا ہے اور اسکی مخلوق بھی ان سے پیار کرتی ہے جنکے مزاج میں سخت گیری پائی جاتی ہے وہ پریشانی کے عالم میں مبتلا ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کو بھی ناراض کر بیٹھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق بھی ان سے نفرت کرتی ہے اور دشمنی کی نظر سے انہیں دیکھا جاتا ہے اگر یہ لوگ توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔

قال اور حال

قال اور حال میں بہت بڑا فرق ہے معلومات حاصل کرنا اور اسے
بیان کرنا یہ قال ہے اور اس کے عمل میں داخل ہو جانا حال کہلاتا ہے کیونکہ
جس چیز کا علم حاصل کیا جاتا ہے ان پر عمل ضروری ہوتا ہے دین کے متعلق
علم حاصل کرنا قال ہے اور دین کو حاصل کرنا حال ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے
متعلق علم حاصل کرنا قال ہے اور اللہ کو حاصل کرنا حال ہے جو لوگ محض
تقاریر کرتے اور سنتے ہیں وہ قال حضرات ہیں اور جو لوگ اس کے عمل میں
داخل ہو جاتے ہیں وہ صاحب حال ہیں قال حضرات اہل محبت ہوتے ہیں
کیونکہ یہ اپنے محبوب کی تعریف بیان کرتے اور سنتے ہیں یہ بھی بہتر ہیں مگر
حال حضرات اہل عشق ہوتے ہیں یہ زیادہ بیان نہیں کر سکتے بلکہ اپنے محبوب
کی زیادہ تعریف بھی نہیں سن سکتے دل برداشتہ ہو جاتے ہیں اور ذکر محبوب
سے تڑپنے لگ جاتے ہیں جہاں پر قال کی انتہا ہو جاتی ہے وہاں سے حال کی
ابتداء شروع ہو جاتی ہے سلاسل طریقت مین ایک سلسلہ قال ہوتا ہے اور
ایک سلسلہ حال ہوتا ہے صاحب حال عاشق کا پہلا قدم اپنے محبوب کے پاس
ہوتا ہے اور جو کچھ بیان ہو رہا ہوتا ہے وہ صاحب اس کا مشاہدہ کر رہا ہوتا ہے
اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ صاحبِ قال حجاب میں ہوتا ہے اور صاحبِ حال حضور
اور مشاہدہ میں ہوتا ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا ہے۔!

قال را بگذار مرد حال شو

پیش مرد کاملے پامال شو

یعنی قال سے آگے گزر کر مرد حال ہو جاؤ اور کسی کامل مرشد کی بارگاہ میں اپنے آپ کو مٹادو۔

باجھوں حال نئیں قال منافع اتے قالی داہتھ خالی

ہوکے خالی سداویں عالی ایہ ہے طبع رذالی

میاں محمد بخش فرماتے ہیں!

جنہاں اک گھٹ بھر کے پیتا وحدت دے مدھلالوں

علم کلام نہ یاد رہیو نے گذرے قال مکالوں

دونویں جہان بھلائے دل تھیں خبر نہ رہی احوالوں

رانجھے وچ سما محمد ﷺ چھٹی ہیر جنجالوں

☆کسی اور بزرگ نے فرمایا ہے!

جب ہی جا کے مکتب عشق میں سبق مقام فنا لیا

جو لکھا پڑھا تھا نیاز نے صاف دل سے بھلا دیا

سلسلہ عالیہ قادریہ، ابوالعلائیہ، چشتیہ، جہانگیریہ، شکوریہ، جلوہ نمائیہ بھی سلسلہ حال ہے قال کو لفظوں میں بیان کیا جاسکتا ہے۔ مگر حال ایک ایسی کیفیت ہے جو کہ وارد وجود ہوتی ہے اور یہ بیان سے باہر ہے اسے وہی جانتا ہے جس پر وارد ہو۔

اس سلسلہ میں قابل ذکر یہ چیز ہے کہ محض عالم دین ہونا لوگوں کی ہدایت کے لیے کماحقہ، اکتفا نہیں کرتا۔ بقول رومیؒ

ساقیا زیں ہنر و فضل ملولیم ملول
ساغرے دہ کہ بشوئیم زدل نقش فضول

اے ساقی ہم اس کمال اور فضیلت سے پریشان ہیں۔ ایسا جام دے کہ ہم دل سے بیکار نقش دھو ڈالیں

گفتگو تا چند جامی لب بہ بند
حال میباید چہ سود از قیل و قال

اے جامی تو کب تک بولتا رہے گا چپ ہو جا۔ حال کی ضرورت ہے قیل و قال کا کیا فائدہ۔

حال تو اللہ تبارک و تعالیٰ کے کرم سے نصیب ہوتا ہے اعلیٰ حضرت بریلویؒ فرماتے ہیں۔

رحمش عام ست بہر ہمکناں
لیک فضلش خاص بہر موماناں

اس کی رحمت سب کیلئے عام ہے۔ لیکن اس کا فضل مومنوں کیلئے خاص ہے۔

جس طرح ایک کافر قرآن پاک کی آیات پڑھ کر یا ایک مسلمان اسم ذات یا کسی ورد سے کسی کو یا اپنے آپ کو کماحقہ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ تا وقتیکہ

اس وظیفہ یا عمل کا خود عامل نہ ہو۔ اسیطرح عام تعلیم یافتہ قرآن خوان بھی اپنے بھائیوں کی مکمل رہنمائی کرنے سے قاصر رہتا ہے اسی لئے امام ہمام سربراہ سلسلہ عالیہ شعرانیہ عارف باللہ سیدنا عبدالوہاب شعرانی اپنی مقدس کتاب الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر میں فرماتے ہیں کہ بعض ظاہری علم والوں نے کہا۔

اَنَّ التَّکَالِیْفَ کَانَتْ وَسِیْلَۃً	شریعت کے احکام تو وصل کیلئے
اِلَی الْوُصُوْلِ وَقَدْ وَصَلْنَا۔	وسیلہ تھے اور ہم واصل ہو گئے ہیں۔

جب یہ بات سیدنا جنید بغدادیؒ نے سنی تو فرمایا!

صَدَقُوْا فِی الْوُصُوْلِ وَلٰکِنْ	وہ سچ کہتے ہیں واصل تو ضرور
اِلٰی سَقَرَ	ہوئے مگر جہنم سے

اعلیٰ حضرت بریلویؒ فرماتے ہیں اس راہ میں وہ شدید باریکیاں اور سخت تاریکیاں ہیں کہ جب تک ایک کامل و مکمل انسان جو اس راہ کے جملہ نشیب و فراز سے واقف و آگاہ اور ماہر سے حل نہ کرے حل نہ ہوں گی نہ کتب سلوک کا محض مطالعہ کام دیگا کہ یہ راہ دقائق تقویٰ کی طرح محدود نہیں جن کا ضبط کتاب کر سکے۔

اَلطُّرُقُ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰی بِعَدَدِ اَلْاَنْفَاسِ الْخَلَائِقِ	اللہ رب العزت تک اتنے راستے ہیں جتنی تمام مخلوق کی سانسیں۔

حضور سیدنا غوث الاعظمؒ فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَتَجَلّٰى لِعَبْدَيْنِ صِفَتَيْنِ وَلَا فِیْ صِفَةٍ لِعَبْدَيْنِ (بھجتہ الاسرار)	اللہ عزوجل نہ ایک بندے پر دو صفتوں سے تجلی فرمائے اور نہ ایک صفت سے دو بندوں پر

اور ہر راہ کی دشواریاں، تاریکیاں، گھاٹیاں جدا ہیں جن کو نہ یہ خود سمجھ سکے گا نہ کتاب بتائیگی۔

لہذا یہاں اس شخص کی ضرورت پڑتی ہے جس نے اصول طریقت کے ماتحت فنافی الشیخ، فنافی الرسول اور فنافی اللہ کی تمام منازل طے کی ہوں۔

شعر پڑھنا اور سننا

اس کتاب میں بہت زیادہ شعر لکھے گئے ہیں اس لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ اس موضوع پر بھی مختصر بیان لکھا جائے تا کہ کوئی اعتراض نہ رہے۔

سرور کائنات ﷺ نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا!

اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً — شعر میں بلاشبہ حکمت ہے۔ (دانائی کی باتیں ہیں)

نیز فرمایا!

وَالْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ مِنْ حَیْثُ وَجَدَھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا — حکمت مسلمان کی گمشدہ چیز ہے جو اس سے غائب ہو گئی ہے وہ جہاں سے بھی پائے حاصل کرے اور وہ اس کا مستحق ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ سے شعر کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا!

کَلَامٌ حَسَنُہٗ حَسَنٌ وَقَبِیْحُہٗ قَبِیْحٌ — یعنی جس کلام میں اچھائی ہو وہ اچھا ہے اور جس میں برائی ہو وہ برا ہے۔

لہذا ہر وہ کلام جس میں حمد، نعت، حکمت، موعظت، آیات الٰہیہ میں استدال اور غور و فکر ہو حلال ہے اور جس کلام سے فسق و فجور اور گناہ کی طرف

رغبت ہو وہ حرام ہے۔

حضور ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اس وقت کچھ لوگ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے اور کچھ اشعار پڑھنے میں مشغول تھے یہ دیکھ کر اس شخص نے عرض کیا کہ قرآن پاک بھی پڑھا جا رہا ہے اور شعر خوانی بھی ہو رہی ہے حضور ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ کبھی یہ چیز (ہوتی ہے) اور کبھی وہ۔

ایک بار نابعہ (مشہور شاعر عرب) نے رسول خدا ﷺ کے حضور میں یہ اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

کس کام کا وہ عقل میسر نہ ہو جسے
ایسے اصول، کھوٹے کھرے کو پرکھ سکے

ایسے ہی کامیاب نہیں ہے وہ شخص بھی
ذی ہوش و حکم فرمانہ رہبر جسے ملے

نابعہ کے یہ اشعار سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے ابو لیلیٰ، اللہ تمہارا منہ نہ بند فرمائے پس حضور ﷺ کی دعا سے نابعہ تقریباً سو سال تک زندہ رہے اور ان کے اگلے دانت لوگوں میں سب سے زیادہ حسین تھے۔ (ان کے اگلے دانت اتنی طویل عمر کے بعد بھی نہیں گرے اور انکا منہ بند نہیں ہوا)۔

حضور اکرم ﷺ حضرت حسان بن ثابتؓ کے لئے مسجد میں منبر رکھوا دیتے تھے جس پر کھڑے ہو کر حضرت حسانؓ ان لوگوں کی ہجو میں اشعار پڑھا کرتے ہیں جو رسول خدا ﷺ کی شان والا صفات میں نازیبا باتیں کہتے تھے ایسے موقعوں پر حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ روح القدس (حضرت جبرئیل) اس وقت تک حسانؓ کے ساتھ ہیں جب تک وہ رسول خدا ﷺ کی حمایت کرتے رہیں گے۔ (عوارف المعارف)

عمرو بن ثرید اپنے والدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے شعر سنانے کے بارے میں فرمایا۔ کہ کیا امیہ بن ابی الصلت کے کچھ اشعار یاد ہیں میں نے عرض کیا ہاں اور ایک سو شعر سنائے ہر شعر کے بعد حضور ﷺ فرماتے اور سناؤ پھر حضور ﷺ نے فرمایا۔ وہ شعر میں محفوظ رہا۔ (کشف المحجوب)

باب السماع

ہمارے سلسلہ عالیہ، قادریہ، ابوالعلائیہ، چشتیہ، جہانگیریہ، شکوریہ، جلوہ نمائیہ میں محفلِ سماع بااہتمام منعقد کی جاتی ہے اسے احادیث مبارکہ ائمہ کرام اور بزرگان دین سے ثابت کیا جارہا ہے۔

حقیت سماع

ہم سب انسان ہیں اور اچھی طرح جانتے ہیں کہ تمام انسانوں کے دل میں محبت کے جذبات موجود ہوتے ہیں لیکن یہ جذبات بعض لوگوں کے دل میں بہت زیادہ ہوتے ہیں اور بعض میں کم جن لوگوں میں محبت کی کمی ہوتی ہے انکی سب مذمت کرتے ہیں اور ان کو مردہ دل مٹی کی دیوار سنگدل وغیرہ کے القاب دیئے جاتے ہیں یہ محبت صرف انسان کے دل میں ہی نہیں ہے بلکہ جانور بھی اس سے بہرہ ور ہیں خالق کائنات نے کائنات کو پیدا ہی اس غرض سے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ۔

كُنْتُ كَنْزاً مَخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقِ

میں (حسن و جمال اور کمالات کا) ایک مخفی خزانہ تھا مجھے اس بات کا عشق ہوا کہ میں پہچانا جاؤں (یعنی میرے حسن و

جمال و کمالات کو پہچان کر لوگ مجھ سے محبت کریں) پس میں نے مخلوق کو پیدا کر دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

جو لوگ ایمان دار ہیں انکے دل میں حق تعالیٰ کیلئے شدید محبت ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

(اے محبوب ﷺ) فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

اس آیت میں نہ صرف عشق و محبت کی تاکید کی گئی ہے بلکہ معشوق و محبوب رب العلمین بننے کا طریقہ بھی بتایا گیا ہے وہ طریقہ کیا ہے اِتباع رسول ہے اتباع دو قسم کی ہوتی ہے اتباع ظاہری یعنی آنحضرت ﷺ کے ظاہری اعمال کا اتباع کرنا اور اتباع باطنی یعنی آپ ﷺ کے باطنی مراتب مثل قرب و معرفت اور عشق و محبت الٰہی کی تمنا کرنا۔ صرف ظاہری اتباع پر اکتفا کرنا نصف سے زیادہ اسلام کو چھوڑ دینا ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اَلَا لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا مُحَبَّۃَ لَہٗ　　　خبردار۔ جس کے دل میں محبت نہیں ہے وہ ایمان والا نہیں ہے۔

یہ کلمات آپ نے تین مرتبہ دہرائے۔ نیز حدیث قدسی میں آیا ہے جسے امام بخاری و مسلم نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب میرا بندہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور نوافل یعنی زائد عبادت و ریاضت کے ذریعے میرا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے میں اس کے قریب ہو جاتا ہوں حتیٰ کہ میں اسکی آنکھیں بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے دیکھتا ہے میں اسکے کان بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے سنتا ہے میں اسکے ہاتھ بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے پکڑتا ہے میں اسکے پاؤں بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے چلتا ہے اور میں اسکی زبان بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے بولتا ہے اور میں اس سے محبت کرتا ہوں اور مجھ سے جو کچھ طلب کرتا ہے دیتا ہوں اس حدیث پاک میں بھی نہ صرف عشق و محبت الٰہی کی تاکید وارد ہوئی ہے بلکہ محبوب بننے اور اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہونے اور اسکی ذات میں فنا ہونے کا طریقہ بتایا ہے۔ یعنی ریاضت و مجاہدہ کرنا اور عشق الٰہی میں کوشاں رہنا۔

اب سماع صوفیہ کی حقیقت یہ ہے کہ کلام پاک میں احادیث میں اور دوسرے لوگوں کے اقوال واشعار میں جو محبوب حقیقی کی مدح و ثنا بیان کی گئی اس کے سننے کا اہتمام کرنا اور آتش عشق الٰہی کے شعلوں کو اس قدر بھڑکانا کہ

غیر اللہ کا وجود جل کر راکھ ہو جائے۔

آیات جواز سماع

قران مجید کے ساتویں پارے کے شروع میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَ اِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ

جب مسلمان لوگ قرآن کی آیات سنتے ہیں تو ان کی آنکھوں میں آنسو امڈ آتے ہیں (اس وجہ سے کہ وہ اپنے رب کو پہچانتے ہیں اور اسکا مشاہدہ کرتے ہیں۔

یہ تو قرآن مجید کی آیات سننے کا اثر ہے۔ کہ مومنین کی آنکھوں میں آنسوؤں کے طوفان برپا ہو جاتے ہیں اب ظاہر ہے کہ کلام پاک میں حق تعالیٰ کی مدح وثناء وارد ہوئی۔ عشقیہ کلام قرآن پاک میں بہت کم پایا جاتا ہے لیکن محافل سماع میں شعراء کرام کا عشقیہ کلام پیش کیا جاتا ہے تو عشاق تڑپ کر جان دیدیتے ہیں۔ ایک اور آیت یہ ہے۔

فَبَشِّرْ عِبَادِیَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ

آپ میرے ان بندوں کو بشارت دے دیں جو قول کو سنتے ہیں اور اسکی عمدہ پیروی کرتے ہیں۔

حضرت شیخ فخر الدین رازیؒ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں لفظ "قول" تعمیم واستغراق کا مقتضی ہے لہذا ثابت ہوا کہ قول سے مراد جنس قول ہے جو یک دم باری تعالیٰ اور کلام مخلوق دونوں کو عام ہے۔

جواز سماع احادیث نبوی ﷺ کی رو سے

قرآن عظیم کے بعد دوسری چیز جس پر ایمان کا دارومدار ہے حدیث نبوی ﷺ ہے احادیث میں کثرت سے سماع کی حلت (جائز ہونا) کا ثبوت موجود ہے۔ نیز بعض احادیث میں اسکی مذمت بھی آئی ہے لیکن محدثین کے نزدیک مذمت والی احادیث غیر معتبر اور موضوع (جعلی) ہیں اس وقت جواز سماع کی احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

حدیث شریف

عن ابی ھریرہؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ ﷺ لَیسَ مِنَّامَنْ لَّمْ یَتَغنَّا بِالْقُرْاٰنِ (رواہ البخاری. مشکوٰۃ)

حضرت ابی ھریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے قران کے ساتھ غنانہ کیا وہ ہم میں سے نہیں۔

حدیث شریف

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میرے پاس ایک لڑکی تھی جس کا میں نے نکاح کیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے عائشہ تم گیت کیوں نہیں گاتیں

حدیث شریف

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ان نکاحوں کا اعلان کرو اور کرو مسجدوں میں ان پر دف بجاؤ۔ (رواہ ترمذی۔ مشکوٰۃ)

حدیث شریف

روایت ہے محمد ابن حاطب جمحی سے وہ نبی کریم ﷺ سے راوی فرمایا حلال و حرام کے درمیان نکاح میں آواز اور دف ہے۔

(رواہ احمد ترمذی والنسائی وابن ماجہ، مشکوٰۃ)

یعنی حلال نکاح اعلانیہ کیئے جاتے ہیں اور حرام چھپ کر کہ کسی کو پتہ نہ چلے۔ جیسے نکاح پر نکاح یا عدت میں نکاح وغیرہ۔

اعتراض

حضرت نافعؓ سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ جارہا تھا ہم دونوں نے باجے کی آواز سنی تو حضرت عبداللہ نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اس راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر چلنے لگے جب دور نکل آئے مجھ سے دریافت کیا کہ اے نافع تو اب اس آواز کو سنتا ہے یا نہیں میں نے کہا نہیں تو انہوں نے انگلیاں کانوں سے اٹھالیں اور کہنے لگے کہ میں ایک مرتبہ حضور ﷺ کے ساتھ جارہا تھا کہ ہمیں باجے کی آواز سنائی دی پس حضور ﷺ نے اسی طرح کیا اس سے معلوم

کیونکہ یہ قبیلہ انصار گیت گانا پسند کرتے ہیں۔

حدیث شریف

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ بے شک ابوبکرؓ ان کے گھر داخل ہوئے ان کے پاس دو لڑکیاں گیت گارہی تھیں ایام منیٰ میں دف بجاتی تھیں اور گاتی تھیں جس طرح انصار گاتے ہیں یوم بعاث میں نبی کریم ﷺ کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے پس جھڑکے ان دونوں (لڑکیوں) کو حضرت ابوبکرؓ۔ حضور نبی کریم ﷺ نے چہرہ انور سے کپڑا ہٹایا۔ پس فرمایا۔ چھوڑ دو انکو اے ابوبکرؓ۔ پس بے شک یہ عید کے دن ہیں اور ایک روایت میں ہے۔ بے شک ہر قوم کیلئے ایک عید ہے اور یہ ہماری عید ہے۔ (مشکوٰۃ باب العیدین)

حدیث شریف

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب عائشہؓ نے اپنی ایک قرابتدار انصاری کا نکاح کیا تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے فرمایا کیا تم نے لڑکی کو بھیج دیا عرض کیا ہاں۔ فرمایا کیا اس کے ساتھ اس کو بھیجا جو گیت گائے۔ بولیں نہیں۔ تو حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ انصار ایسی قوم ہے جس میں غزل خوانی کا رواج ہے تم اس کے ساتھ بھیجتیں جو کہتا ہم آ گئے ہم آ گئے۔ اللہ ہم کو بھی اور تم کو بھی زندگی دے۔ (رواہ ابن ماجہ۔ مشکوۃ۔ کتاب النکاح)

ہوا کہ حرام چیز سے حضور ﷺ نے نفرت فرمائی۔

جواب

اس حدیث میں حضرت عبداللہؓ کے لفظ یہ ہیں فصنع مثل ماصنعت۔ پس کیا حضور ﷺ نے جس طرح کیا میں نے۔ آپ اس حدیث میں ابھی ابھی پڑھ چکے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ نے کیا کیا۔ اپنے کانوں میں انگلیاں رکھیں وہ راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کیا اپنے ہمراہی سے دریافت کیا کہ اب باجے کی آواز آتی ہے یا نہیں یہ تین فعل عبداللہ بن عمرؓ نے کئے اور ان کے لفظ کہ جس طرح میں نے کیا بالکل اسی طرح حضور ﷺ نے کیا تھا اب اچھی طرح واضح ہو گیا کہ حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو کان بند کرنے کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا۔ تیرے کانوں میں باجے کی آواز آتی ہے یا نہیں۔ پس اگر مزمار (سازباجے) کا سننا حرام ہوتا تو حضور ﷺ بجانے والے کے بجانے پر اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے سننے پر کبھی راضی نہ ہوتے۔

رہا یہ امر کہ حضور ﷺ نے اپنے کان مبارک بند کر لئے۔ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ حضور ﷺ اس وقت کسی ایسے بلند و بالا مقام پر اور ایسے افضل واعلیٰ حال میں تھے کہ صوت مزمار اس مقام اور اس حال کے مناسب نہ تھی۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم کسی اہم معاملہ میں انہماک کے باعث اپنے خیالات میں مستغرق ہوتے ہیں۔ اگر اس وقت کوئی شوروغل کا دفع کرنا

اپنے امکان میں ہوتا ہے تو اس کو دفع کرنے کی کوشش کرتے ہیں ورنہ خود وہاں سے اٹھ کر الگ جا بیٹھتے ہیں۔ تو کیا ان آوازوں کو اور شوروغل کے سننے کو ہم حرام سمجھتے ہیں۔ (نعوذ باللہ) پس بہت ممکن ہے کہ حضور ﷺ پر نزول وحی ہو رہی ہو یا اور کسی روحانی خیال میں مستغرق ہوں۔ جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے آواز مزمار (ساز) کو پسند نہ فرمایا ہو۔ بہر حال حضور ﷺ کا صرف کان بند کرنا دلیل حرمت نہیں ہو سکتا۔ ورنہ اس حرام کام سے حضور ﷺ بجانے والے کو منع فرماتے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو سننے سے روکتے۔ لیکن حضور ﷺ نے دونوں میں سے کسی ایک کو بھی منع نہ فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ مزمار کی آواز سننا حلال و مباح ہے۔

حدیث شریف

حضرت عائشہ فرماتی ہیں! کہ ایک عورت اپنے انصاری خاوند کے کے ہاں بھیجی گئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا! کہ تمہارے پاس تو کوئی کھیل نہ تھا۔ کیونکہ انصار کو کھیل پسند ہے۔ (رواہ بخاری۔ مشکوٰۃ)

حضرت عامر ابن سعدؓ فرماتے ہیں! میں قرظہ ابن کعبؓ اور ابو مسعود انصاریؓ کے پاس ایک شادی میں گیا تو کچھ لڑکیاں گا رہی تھیں۔ میں نے کہا! اے رسول اللہ ﷺ کے صحابیو! اے بدر والو! تمہارے پاس یہ کام کیا جا رہا ہے تو وہ دونوں صاحب بولے! اگر تم چاہو تو بیٹھو اور ہمارے ساتھ سنو اور اگر چاہو تو چلے جاؤ۔ ہم کو شادی کے موقع پر لہو و لعب (کھیل کود) کی اجازت

دی گئی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کسی جہاد پر تشریف لے گئے تھے۔ جب واپس تشریف لائے تو ایک سیاہ رنگ کی لڑکی حاضر خدمت اقدس ہوئی اور عرض کرنے لگی کہ سرکار میں نے نذر مانی تھی کہ حضور ﷺ جب خیر سے واپس تشریف لائیں گے تو "اَضْرِبُ بَیْنَ یَدَیْكَ الدَّفِّ وَ اُتغَنِّیَ ہ" میں آپ ﷺ کے سامنے دف بجاؤں گی اور غنا کروں گی۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو نے نذر مانی ہے تو گانا گالے اور دف بجا لے ورنہ کوئی ضرورت نہیں۔ وہ لڑکی گانے بجانے میں مشغول ہو گئی اتنے میں حضرت ابوبکرؓ آ گئے۔ مگر وہ بجاتی رہی۔ پھر حضرت علیؓ آئے وہ تب بھی اپنے کام میں مشغول رہی۔ پھر حضرت عثمانؓ آئے پھر بھی وہ باز نہ آئی۔ حتیٰ کہ حضرت عمرؓ آئے۔ آپؓ کے آتے ہی اس لڑکی نے اپنے سرین کے نیچے دف کو دبالیا۔ سرکار نے فرمایا! کہ اے عمرؓ تم سے شیطان ڈرتے ہیں۔ میں بیٹھا تھا وہ بجاتی رہی۔ حضرت ابوبکرؓ آئے وہ بجاتی رہی حضرت علیؓ و عثمانؓ آئے۔ پھر بھی وہ بجاتی رہی لیکن اے عمرؓ جس وقت تم آئے اس نے دف کو چھپالیا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دف بجانا اور گانا گناہ نہ تھا۔ ورنہ حضور ﷺ اس کو نذر پورا کرنے کی اجازت کبھی نہ دیتے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ شیطانی کام تھا۔ اس لئے ارشاد ہوا کہ حضرت عمرؓ سے شیطان بھاگتا ہے۔ یہ

بات تو حضرت عمرؓ کی شان ظاہر کرنے کے لئے کی گئی۔ اگر وہ کام شیطانی ہوتا تو خود حضور ﷺ اور اصحاب ثلاثہؓ کیوں سنتے۔ کیونکہ آپ ﷺ تو شیطانی کام کو روکنے کے لئے تشریف لائے ہیں۔ یہاں خود اجازت مرحمت فرما رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ حضرت عمرؓ کو یہ مقام کہاں سے ملا۔ کہ ان سے شیطان بھاگتا ہے ظاہر ہے کہ غلامی رسول ﷺ سے یہ مرتبہ انہیں حاصل ہوا۔ اصلی بات یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے مزاج میں تشدد اور سخت گیری پائی جاتی تھی کہ ہر چھوٹا بڑا خواہ مخواہ آپ سے خوفزدہ ہوتا تھا اور یہ بات عام طور پر پائی جاتی ہے۔ کہ بعضوں کے والد نہایت رحمدل ہوتے ہیں اور ان کے بھائی یا چچا جو والد کے مقابلہ میں کم درجہ رکھتے ہیں۔ لیکن ان کے مزاج میں بہ نسبت والد کے تشدد کا مادہ زیادہ ہوتا ہے اس لئے بچے اکثر رحمدل باپ سے نہیں ڈرتے لیکن متشدد بھائی یا چچا سے خوفزدہ ہو کر ادھر ادھر منتشر ہو جاتے ہیں. اسی طرح یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ حضور ﷺ چونکہ نہایت رؤف ورحیم اور بہت ہی حلیم واقع ہوئے ہیں۔ اس لئے ایسے موقعوں پر آپ کو دیکھ کر خوف طاری نہ ہوتا تھا۔ بخلاف حضرت عمرؓ کے کہ آپ کے مزاج میں نہایت سختی تھی اس لئے آپ کو دیکھ کر خواہ مخواہ خوف طاری ہو جاتا تھا۔

عوارف المعارف میں شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے حدیث نقل کی ہے حضرت عائشہؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا۔ میرے پاس ایک لونڈی گا رہی تھی۔ حضور ﷺ تشریف لائے وہ اپنے حال پر رہی پھر

حضرت عمرؓ آئے تو وہ بھاگ گئی۔ سرکار مسکرائے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی۔ حضور! جو کچھ آپ ﷺ نے سنا ہے میں اسے سنے بغیر نہ رہوں گا۔ پھر حضور ﷺ نے لڑکی کو بلایا۔ اس لڑکی نے گایا۔ امیر عمرؓ نے سنا اس حدیث شریف کو کشف المحجوب میں حضرت داتا صاحبؒ نے نقل فرمایا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حبشی لوگ مسجد نبوی میں گا رہے تھے اور ناچ رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو اوپر اٹھا کر یہ تماشا دکھایا۔ اس حدیث کی رو سے بھی مسجد میں گانا، بجانا اور ناچنا جائز ہوا۔

حرمتِ سماع والی احادیث کے متعلق محدثین کی رائے

جن احادیث سے بعض فقہا نے سماع کو حرام قرار دیا ہے۔ اس کے متعلق (۱) امام نوویؒ کا فتویٰ یہ ہے کہ "تمام روایات بے بنیاد ہیں" (۲) امام سخاویؒ اپنی کتاب مقاصد حسنہ میں فرماتے ہیں کہ جن احادیث سے فقہا سماع کو حرام کہتے ہیں ان کی کوئی اصلیت نہیں پائی جاتی۔ (۳) امام ابن حجر عسقلانیؒ شارح حدیث بخاری اپنی کتاب فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ سماع کے حرام ہونے میں جو احادیث متاخرین نے بیان کی ہیں وہ محض گپیں ہیں۔ اگر اس بارے میں کوئی صحیح حدیث ہوتی تو ضرور مجتہدین عظام اسکو اپنا دستور العمل بناتے اس سے ظاہر ہے کہ حرمت سماع کے بارے میں نہ کوئی

آیت قرآن ہے نہ کوئی مستند حدیث ہے۔

حرمت سماع کی احادیث کے متعلق ائمہ مجتہدین کی رائے

محدثین کے علاوہ آئمہ اربعہ یعنی حضرت امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے بھی ان احادیث کو مُعتبر نہیں مانا۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ یہ احادیث بعض متاخرین نے بیان کی ہیں۔ جن کو صحیح و سقیم میں تمیز کا ملکہ نہیں تھا۔ ان احادیث کی تردید میں ابن عربی مالکیؒ نے لکھا ہے حرمت سماع کے بارے میں ایک بھی حدیث صحیح نہیں ہے اس بارے جو احادیث منقول ہیں وہ سب کی سب موضوع (جعلی) ہیں ابن طاہر کا بھی یہی قول ہے۔ بعض اجل علمائے شافعیہ کا یہ قول ہے کہ اس قسم کی احادیث صرف مخالفین کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔

حضرت عتبہؓ کا سماع

حضرت عتبہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے شعر سن کر اس زور سے تالی بجائی کہ انگلی سے خون نکل آیا۔ (مقام گنج شکرؒ)

رسول اللہ ﷺ کا سماع اور وجد

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت جبرئیل نے امت کے مساکین کے متعلق آنحضرت ﷺ کو بشارت دی تو آپ نے فرط مسرت میں آکر گانے والا بلایا۔ اس نے گانا سنایا جس سے آپ پر وجد طاری ہوا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے کندھے سے چادر گر گئی۔ آپ ﷺ نے اس چادر کے ٹکڑے کئے اور حاضرین میں تقسیم کر دیئے۔ اس پر امیر معاویہؓ نے کہا۔ ما احسن لعبك يا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ ﷺ آپ کا لہو ولعب کیا ہی اچھا تھا۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا! "اے معاویہ جو شخص ذکر محبوب سن کر وجد و حرکت میں نہیں آتا وہ صاحب کرامت نہیں"

(مقام گنج شکرؒ)

صحابہ کرام کا سماع

ماوردی حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عمر بن العاصؓ سے حکایت کرتے ہیں کہ ان دونوں نے حضرت عبداللہ بن جعفر طیار (حضرت علی کے بھتیجے) کے ساتھ عود پر گانا سنا۔ عود ایک آلہ سماع ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن جعفرؓ اپنی لونڈیوں سے تار والے باجے کے ساتھ گانا سنتے تھے تو آپ کے چچا حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی ساتھ ہوتے تھے۔ ایک دفعہ جب کسی جنگ کے بعد گانے والی عورتیں قید ہو کر آئیں تو امیر

المومنین نے حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابو طالب کے حوالہ کیا کیونکہ انکو گانا بہت پسند تھا۔

دیگر صحابہ جنہوں نے سماع سنا

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قادریؒ اپنی کتاب مدارج النبوت میں تحریر فرماتے ہیں کہ جن صحابہ کرام نے سماع سنا ہے ان میں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت معاویہؓ، حضرت عمر بن عاصؓ اور حضرت حسان بن ثابتؓ شامل ہیں۔ یہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قادریؒ کی تحقیق ہے۔

استاذ الائمہ والمحدثین حضرت امام ابراہیم بن سعدؒ

امام شافعیؒ اور امام بخاریؒ جیسے جلیل القدر علماء کے استاد امام ابراہیم بن سعدؒ اپنے شاگردوں کو محظوظ اور ان کے قلوب کو نرم کرنے کیلئے حدیث سنانے سے پہلے سماع سنایا کرتے تھے اور ان کے سماع میں دف بجایا جاتا تھا۔ یہ سماع بامزامیر پر کھلی شہادت ہے۔

رئیس المحدثین حضرت امام شعبہؒ کا سماع سننا

مزامیر کے ساتھ

حضرت ابو طالب مکیؒ اپنی کتاب قوت القلوب میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام شعبہ نے جو بڑے محدث تھے۔ منہال کے گھر پر تنبور کے ساتھ گانا سنا۔

حضرت عمرؓ کا غنا پر سکوت

ایک دفعہ حضرت عمرؓ اپنے عہد خلافت میں جا رہے تھے کہ کانوں میں مزامیر کی آواز سنائی دی۔ فرمایا یہ کیا ہے لوگوں نے جواب دیا کہ ختنہ کی تقریب ہے یہ سن کر آپؓ خاموش ہو گئے اور منع نہ فرمایا۔

اس قسم کی مثالیں دیکھ کر فقہا نے لکھا ہے کہ عید، نکاح، ختنہ وغیرہ خوشی کے موقعوں پر سرود جائز ہے۔ اب جب مسلمانوں کو اپنے تہوار اور شادی بیاہ اور خوشی کے منانے کے لئے سرود جائز ہے تو جو خاصان خدا عشق و محبت الٰہی میں ڈوبے ہوئے ہیں کیا ان کو دل کی آگ ٹھنڈا کرنے اور خدا اور رسول ﷺ کے عشق میں ذوق و شوق کی اجازت نہیں ہو سکتی۔ یہ تو شادی بیاہ اور ختنہ وغیرہ کی خوشی سے بھی بڑھ کر خوشی کا مقام ہے۔ یہاں عشق الٰہی کا جوش و خروش سوز و گداز اور ولولہ کار فرما ہوتا ہے اور عشاق محبوب حقیقی پر جان قربان کرنے کو تیار ہوتے ہیں نہ کہ شادی و ختنہ کی خوشی منا رہے ہوتے ہیں۔

مقاماتِ سماع

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ سماع میں تین مقام ہیں پہلا مقام فہم ہے یعنی کلام کا سمجھنا، دوسرا مقام وجد ہے یعنی حال کا طاری ہونا اور تیسرا مقام حرکت ہے۔ یعنی رقص کرنا۔

بعض صحابہ کا رقص

امام غزالیؒ رقص کو مباح کہتے ہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے مسجد میں حبشیوں کا رقص دیکھا اور دف کے ساتھ گانا سنا۔ نیز امام موصوف فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تم مجھ سے ہو اور میں تجھ سے تو حضرت علیؓ نے خوشی میں آکر رقص کیا اسی طرح جب آنحضرت ﷺ نے حضرت امام حسینؓ سے فرمایا کہ صورت اور سیرت میں تم میری طرح ہو تو انہوں نے بھی خوشی میں آکر رقص کیا۔ جب آنحضرت ﷺ نے حضرت زید بن حارثؓ سے فرمایا تو میرا مولا (غلام) ہے تو انھوں نے خوشی میں آکر رقص کیا۔

حضرت غوث الاعظمؒ اور سماع

عام لوگوں کا خیال ہے کہ قادریہ سلسلہ میں سماع ناجائز ہے ان کو معلوم نہیں کہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے سردار حضرت غوث الاعظمؒ نے

سماع کو جائز قرار دیا ہے قادری بزرگوں کی روایات سے ثابت ہے کہ حضرت غوث الثقلینؒ نے خود بھی سماع سنا ہے اور اپنے سلسلہ کے لوگوں کے لئے اپنی مشہور و معروف کتاب غنیتہ الطالبین میں آداب سماع پر ایک مستقل باب تحریر فرمایا ہے۔ اگر آپ کے نزدیک سماع حرام ہوتا تو آپ آداب سماع کیوں تحریر فرماتے کتاب مذکورہ میں آپ لکھتے ہیں کہ ! فقیر کو چاہیے کہ گانا سننے کیلئے اپنے آپ کو عملاً آمادہ نہ کرے۔ اگر مجلس سماع پر گزر ہو تو ادب سے بیٹھے اور اپنے دل کو پروردگار کی یاد (ذکر) میں مشغول کرے اور دل کو غفلت اور فراموشی سے محفوظ رکھے۔ جب مشائخ مجلس سماع میں موجود ہوں تو ہر فقیر کو حتی الامکان سکون سے شیخ کا ادب ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ اگر اس پر حال کا غلبہ ہو تو باندازہ غلبہ حرکت کر سکتا ہے۔ لیکن حال فرو ہونے پر سکون سے بیٹھے اور شیخ کا ادب لازم رکھے اور فقیر کو لازم ہے کہ کلام کی فرمائش نہ کرے۔ اگر کسی فقیر پر وجد طاری ہو اور وہ رقص کرے تو سب فقیر اس کی موافقت میں کھڑے ہو جائیں۔ جس شخص کا حال بناوٹی ہو اسکی چشم پوشی کرنی چاہیئے۔ اگر اس کو آگاہ کرنا ضروری سمجھے تو قوت قلب سے (یعنی باطنی توجہ سے) اس کو آگاہ کرے نہ کہ زبان سے" اس کے بعد حضرت غوث الاعظمؒ نے خرقہ کے آداب بیان فرمائے ہیں جو حالت وجد میں فقراء قوالوں کی طرف پھینکتے ہیں۔

حضرت غوث الاعظمؒ کا خود سماع سننا

حضرت شاہ ابو المعالی قادریؒ لاہوری کا شمار سلسلہ قادریہ کے جلیل القدر مشائخ میں ہوتا ہے۔ آپ کتاب تحفہ قادریہ میں لکھتے ہیں۔

حضرت شیخ عمر بزازؒ، شیخ بقاؒ، شیخ ابو سعید فناویؒ اور دیگر مشائخ اکٹھے ہو کر بقصد زیارت حضرت شیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانیؒ کی خدمت میں آئے اور حضرت غوث الثقلین نے قوالوں کو بلا کر سماع کی فرمائش کی سماع سنتے ہی حضرت غوث الاعظمؒ جوش میں آگئے اور کھڑے ہو کر رقص کرنے لگے۔ مشائخ مذکور بھی شیخ کی تعظیم میں کھڑے ہو گئے۔ حضرت غوث الاعظمؒ وجد کی حالت میں ہوا میں اڑ کر نظروں سے غائب ہو گئے۔ اس کے بعد لوگوں نے آپ کو اس مدرسہ میں پایا جو آپ نے تعمیر کرایا تھا۔ اس وقت علماء نے آپ سے سوال کیا کہ سماع میں حالت ذوق پیدا ہو اور تلاوت قرآن میں نہ ہو اسکی کیا وجہ ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ یہ حالت دو چیزوں سے ہوتی ہے ایک سخن خوش، دیگر ذکر عشق، اگر خوش الحان اور صاحب دل قاری سمجھ کر سورۃ یوسف پڑھے تو سامعین کو ذوق ہوتا ہے۔ لیکن قرآن مجید میں پند و نصائح اور قصص پڑھنے سے خوف طاری ہوتا ہے۔ اس کے بعد کتاب مذکورہ میں حضرت شاہ ابو المعالیؒ فرماتے ہیں کہ "میں نے حضرت امام عبد اللہ یافعیؒ کی تصانیف میں دیکھا ہے کہ حضرت غوث الاعظمؒ

کے پوتے شیخ جمال اللہ اس وقت زندہ تھے۔ میں نے علمائے بغداد سے ان کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ اپنے دادا کے ہم شکل ہیں۔ ان کا نام شیخ عبدالرزاق بھی ہے۔ ہم نے اکثر ان کو بسطام کے جنگل میں اور کبھی کبھی بسطام کے شہر میں دیکھا ہے۔ ہم نے انکی عمر دریافت کی تو فرمایا کہ انسان کامل کی حیات و ممات یکساں ہے۔ معلوم نہیں کس قدر باقی ہے۔ البتہ ایک دفعہ میرے جد امجد سید محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ نے بموقعہ سماع حالت وجد میں فرط عنایت سے مجھ کو بغل گیر کر کے فرمایا تھا کہ اے جمال اللہ مہتر عیسیٰؑ کو میرا اسلام کہنا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میں حضرت عیسیٰؑ کو دیکھوں گا۔

حضرت امام اعظمؒ

ابن قتیبہ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کا ایک ہمسایہ عمر نامی تھا۔ وہ ہر رات کو آلات کے ساتھ گایا کرتا تھا ایک رات امام صاحب عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے گھر تشریف لائے سر سے عمامہ اتار کر رکھا اور بستر پر آرام فرما ہوئے۔ جب کچھ دیر بعد عمر کی آواز نہ سُنی تو دریافت فرمایا کہ آج ہمسائے کے گانے کی آواز نہیں آتی۔ اس کا کیا سبب ہے معلوم ہوا کہ کسی قصور کی وجہ سے جیل خانہ میں قید کر دیا گیا ہے۔ امام صاحب اسی وقت اٹھے۔ عمامہ شریف سر پر رکھا اور سیدھے جیل خانہ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں کا حاکم عیسیٰ نامی

آپ کے خاص معتقدین و محبین میں سے تھا آپ کو دیکھتے ہی سروقد آپ کی تعظیم بجالایا اور رات آپ کے تشریف لانیکا سبب پوچھا۔ آپ نے وجہ بیان فرمائی۔ امیر نے عمر نام والے تمام قیدیوں کو اسی وقت رہا کر دیا۔ امام صاحب نے اس سے فرمایا۔ کہ اے عمر میں نے تجھ کو قید سے آزاد کرایا۔ عمر نے جواب دیا کہ بے شک آپ نے مجھے سزائے قید سے رہا کرایا۔ جب دونوں گھر آئے تو عمر نے امام صاحب کے ادب کی وجہ سے ارادہ کیا کہ آج گانا نہ گاؤں۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اے عمر جس طرح روز گایا کرتا تھا۔ اسی طرح آج بھی کر اور فرمایا "انستی بغنائك" تو نے غنا کے سبب مجھے مانوس کردیا۔ پس عمر نے گایا اور امام ابو حنیفہ نے سنا۔ (مدارج النبوت باب التغنی) بحوالہ مقالات کاظمی)

مذہب شافعیؒ

امام غزالیؒ احیائے العلوم میں فرماتے ہیں امام شافعیؒ کے مذہب میں غنا (گانا) حرام نہیں ہے بلکہ ان کے مذہب میں دف کا بجانا مباح ہے۔ اگرچہ وجد کے ساتھ ہو غنا (گانا) رقص اور آلات سماع اور دف اگرچہ اس میں وجد ہو حرام نہیں ہے۔

امام مالکؒ

امام مالکؒ کے نزدیک غنا مباح ہے۔ اس دلیل کیساتھ جس کو امام

شعرانی نے ذکر کیا۔ کہ حضرت علیؓ سے غنا کے بارے میں سوال کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا اللہ نے مومنین کو دو معراج عطا کیے ہیں نماز اور سماع۔ نماز دل کی معراج ہے اور سماع روح کی معراج ہے۔ (مجموعۃ الروایات)

امام احمد بن حنبلؒ

ابو الوفا ابن عقیل نے فرمایا کہ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنے بیٹے صالح سے غنا (گانا) سنا۔ (کتاب القول)

اس کا قصہ یوں ہے کہ ایک دن حضرت صالح بن امام احمد بن حنبلؒ مکان کے اندر دروازہ بند کر کے غنا کر رہے تھے۔ (یعنی سماع کر رہے تھے)۔

ان کے پاس چند حاضرین جمع تھے۔ امام صاحب تشریف لائے اور دروازہ بند ہونے کی وجہ سے چھت پر چڑھ گئے اور ایک ایسے دریچے کے پاس بیٹھ گئے جہاں آواز سنائی دیتی تھی۔ آپ نے غنا (سماع) کو سنا اور وجد میں آ گئے جب چھت کی کڑکڑاہٹ محسوس ہوئی تو حاضرین دوڑے دیکھا تو امام صاحب بے ہوش پڑے تھے۔ کتاب شرح کافی میں محمد بن علی شامی سے منقول ہے کہ سماع وہ مکروہ ہے جو فاسق یا شہوت لانے والی عورتوں سے سنا جائے۔ جس سے فسق و فجور کی طرف میلان پیدا ہو اور جو سماع صالحین سنتے ہیں وہ بلا خوف جائز و حلال ہے۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ

جو مشائخ کبار نقشبندیہ میں سے ہیں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ سماع سے رقتِ قلب پیدا ہوتی ہے اور رقتِ قلب رحمت باری کو اپنے اندر جذب کرتی ہے۔ جو چیز موجب رحمت ہو وہ حرام کیونکر ہو سکتی ہے آپ سے کسی نے پوچھا کہ نسبت نقشبندیہ میں کیا فرق ہے تو آپ نے جواب دیا کہ نسبت چشتیہ کا نشہ شراب کا سا ہے اور نسبت نقشبندیہ کا نشہ افیون کی پنک کی طرح ہے کہ اس سلسلے میں جوش و خروش کی بجائے خاموشی سے مراتب طے ہوتے ہیں۔

(حالات مشائخ نقشبندیہ، مقالات کاظمی)

سلطان الاولیاء حضرت شیخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ

خلیفہ حضرت شہید محبت بابا صاحبؒ اپنے اہل مجلس کو ہمیشہ وجد و سماع کا وعظ فرمایا کرتے تھے اور قوالوں کو بلا کر خود کھڑے ہو کر سماع سنتے تھے باسبب ادب سماع کے کھڑے ہوتے اور اس کی تعظیم و توقیر کرتے تھے

(سفینۃ الاولیاء)

حضرت مودود چشتیؒ

ولی مادر زاد تھے قطب الاقطاب تھے اور حافظ قرآن تھے منہاج العارفین سے نقل ہے جب خواجہ مودود صاحب بخارا میں تشریف لائے تو حاسدین علماء بخارا مسئلہ سماع میں بحث کرنے کیلئے جمع ہو گئے اور عظیم مجمع ہو گیا مجلس قائم ہونے کے بعد علماء کی طرف سے سوال ہوا کہ خواجہ صاحب آپ کے پاس غنا سننے کی کیا دلیل ہے ؟ خواجہ صاحب نے فرمایا! میرے جواز غنا کی دلیل میرے پیر سلطان العارفین حضرت ابراہیم ادہم کی سنت ہے۔ وہ پیر کامل تھے اور غنا سنتے تھے۔ علماء نے کہا کہ وہ کامل اکمل تھے اور ہوا میں پرواز کیا کرتے تھے اگر ان کا کمال آپ سے بھی ظاہر ہو تو آپ کے لئے سماع میں کچھ مضائقہ نہیں۔ خواجہ مودود چشتیؒ اسی وقت کھڑے ہوئے اور اپنی آستینوں کو سنبھال کر تیر کی طرح تیز پروازی سے ہوا میں اڑ گئے اور لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے ایک ساعت کے بعد آپ اوپر سے واپس آئے۔ لوگوں نے دیکھا حاضرین مجلس دو ہزار کے قریب تھے۔ سب نے حضرت ممدوح کی بیعت اختیار کر لی۔ علماء نے کہا یہ کام تو جادوگر بھی کر سکتے ہے۔ اگر وہ پتھر کا ٹکڑا مجلس میں آکر آپ کی ولایت کی گواہی دے تو یقین ہو۔ خواجہ صاحب نے انگشت شہادت کا اشارہ فرمایا اور کہا لا الہ الا اللہ اسی وقت پتھر دیوار سے نکل کر زمین پر گھسٹتا ہوا حضرت خواجہؒ کے پاس آیا اور با

آوازبلند کہا۔ لاشک فی ولایتک "آپ کی ولایت میں کوئی شک نہیں" یہ دیکھ کر تمام علماء حضرت خواجہ صاحب کے مرید ہو گئے اور سماع وغنا کے قائل ہو کر عقیدہ باطلہ سے تائب ہوئے۔ (خزینۃ الاصفیاء۔ مقالات کاظمی)

ایک روز حضرت خواجہ ابو احمدؒ سماع سن رہے تھے کہ آپ کی مجلس میں حضرت ابو محمدؒ بھی تشریف لائے چونکہ بڑے ذوق وشوق سے آئے تھے اس لئے سماع سنتے ہی بے ہوش ہو گئے اور سات روز تک مست رہے لیکن جب نماز کا وقت آتا تھا تو ہوش میں آجاتے تھے اور نماز پنجگانہ ادا کرتے تھے آٹھویں روز خواجہ ابو احمدؒ نے سماع بند کرادیا اور خواجہ ابو محمدؒ کے سینے پر ہاتھ رکھ کر جگایا انہوں نے آنکھ کھولتے ہی آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا اور پڑھو۔ اسی وقت عالم غیب سے ایسی سماع شروع ہوئی کہ تمام حاضرین تین روز تک وجد میں مست رہے۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ ابو احمدؒ کے ساتھ علماء حاسدین نے مسئلہ غنا پر مناظرہ شروع کیا۔ آپ مجلس میں تشریف لائے تو آپ کے ہمراہ جاہل خادم بھی تھا جس کی جہالت کا سب لوگوں کو علم تھا علماء نے سوال کیا آپ نے اس خادم کی طرف اشارہ کیا اور تمام علماء حاضرین کے علوم سلب کر کے خادم کو دیدیئے اور اس کو تمام علوم کا عالم بنادیا، کسی عالم سے اس کو جواب نہ بن پڑا۔ آخر اپنے عقیدہ باطلہ سے توبہ کی اور تمام علماء حضرت ابو احمدؒ کی بیعت میں داخل ہوئے۔

حضرت خواجہ نقشبندؒ

آپ سے غنا کا مسئلہ دریافت کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ "نہ انکاری کنم نہ ایں کاری کنم" یعنی نہ میں انکار کرتا ہوں نہ سنتا ہوں انکار تو اس لئے نہ فرمایا کہ رسول کریم ﷺ آپ کے خلفاء راشدین و دیگر صحابہ کرام و تابعین و آئمہ مجتہدین رضوان باللہ تعالیٰ اجمعین نے غنا کو سنا ہے جیسا کہ نہایت تفصیل سے ہم بیان کر چکے ہیں اور نہ ایں کاری کنم اس لئے فرمایا کہ بوجہ ضوابط امور خفیہ کے یہ طریقہ اس سلسلہ میں نہیں ہے۔

حضرت داتا گنج بخشؒ

فرماتے ہیں عقلمندوں کے نزدیک آوازوں کی تاثیرات بہت زیادہ ہیں اس کے اظہار کیلئے دلیل کی کیا ضرورت ہے اور جو یہ کہتا ہے کہ مجھے آوازوں اور سازوں سے سرور نہیں آتا، یا تو وہ جھوٹ کہتا ہے یا نفاق برتا ہے یا حس نہیں رکھتا ہے ایسا شخص نہ تو انسانوں کے زمرے میں ہے نہ جانوروں کی جنس سے۔

نیز فرمایا جاننا چاہیے کہ سماع کے بارے میں متعدد طبائع میں مختلف احکام ہیں کہ دلوں میں ارادے مختلف ہیں ظلم ہوگا کہ کسی چیز کا ایک ہی قطعی حکم دے دیا جائے مختصر یہ کہ سننے والوں کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ ہیں جو معنے کو سنتے ہیں دوسرے وہ جو آواز کو سنتے ہیں اور دونوں قاعدوں میں فوائد بھی

ہیں اور آفتیں بھی ہیں اس لئے کہ خوش آوازی سے جو معنے لوگوں میں ابھرتے اور مرتب ہوتے ہیں اگر وہ حق ہے تو حق، اگر باطل ہے تو باطل میں جس شخص کا طبعی خمیر ہوگا وہ جو سنے گا وہ سب فاسد ہوگا یہ دونوں باتیں حضرت داؤدؑ کی حکایتوں میں موجود ہیں۔ چنانچہ جب حق تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو اپنا خلیفہ بنایا تو اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی آواز میں لحن اور حلق میں ساز پیدا فرمایا اور آپؑ کی آواز تمام پہاڑوں پر گونج جاتی یہاں تک کہ دشت و جبل کے تمام چرند و پرند آپؑ کی آواز سن کر آجاتے رواں پانی ٹھہر جاتا۔ پرندے ہوا میں اڑتے ہوئے گر پڑتے حالات میں مرقوم ہے کہ یہ مخلوق ایک مہینہ تک جنگل میں کچھ نہ کھاتی اور بچے نہ روتے نہ دودھ مانگتے اور جب بھی لوگ آپ کی مجلس سماع سے اٹھتے بکثرت لوگ آپؑ کے لحن و صوت اور کلام سے مردہ ہوتے ایک مرتبہ خوبصورت سات سو لڑکیاں مردہ پائی گئیں اور دس ہزار بوڑھے مرے۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ

آپؒ سماع کو بہت عزیز رکھتے تھے آپ فرمایا کرتے تھے وجد ایک بھید ہے جو دل میں آتا ہے اور اسے محرک کر دیتا ہے نیز فرماتے ہیں کہ سماع جو حق سے سنتا ہے حق رسیدہ ہو جاتا ہے اور جو نفس سے سنتا ہے زندیق ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو اسحاق شامیؒ

آپؒ بکثرت سماع سنتے تھے اور علماء میں سے کسی کو آپ پر اعتراض کرنے کی جرات نہ ہوتی تھی جب آپ مجلس سماع میں رقص کرتے تو تمام حاضرین پر وجد طاری ہو جاتا تھا اور درودیوار رقص کرتے نظر آتے تھے۔

حضرت خواجہ احمد ابدال چشتیؒ

آپؒ جس وقت سماع میں ہوتے تو جس شخص پر آپ کی نظر پڑ جاتی تھی صاحب کرامت ہو جاتا آپ فرماتے ہیں کہ جو فتح باب (باطنی دروازوں کا کھلنا) سماع میں حاصل ہوتا ہے۔ کسی دوسرے شغل میں حاصل نہیں ہوتا سو برس کی ریاضت شاقہ سے بھی یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوتا آپ کی مجلس میں حضرت خواجہ سری سقطیؒ اکثر شرکت فرمایا کرتے تھے۔

حضرت خواجہ ابو یوسف چشتیؒ

سماع میں آپ کے جبین مبارک سے نور تاباں نکل کر آسمان تک پہنچ جاتا تھا اور خلقت معائنہ کرتی تھی آپکی مجلس سماع میں حضرت شیخ ابو بکر شبلیؒ اکثر شریک ہوتے تھے آپ فرماتے ہیں کہ مجلس میں دنیا داروں کو شرکت کی اجازت نہ تھی۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ

حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ سماع کا از حد شوق رکھتے تھے اور بکثرت سنتے تھے۔ جب علمائے ظواہر نے بادشاہ وقت سے شکایت کی تو بادشاہ نے آپ کو سماع سے منع کر دیا لیکن آپ نے جوش میں آکر فرمایا کہ سماع اللہ کے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے حالت سماع میں بندہ اور خدا کے درمیان سے پردے اٹھ جاتے ہیں سماع ہرگز ہرگز بند نہیں ہوگا کس میں قدرت ہے کہ مجھے سماع سے روکے میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ قیامت تک میرے مرید اور فرزند سماع سنتے رہیں اور کسی کو اہل سماع پر ظفر حاصل نہ ہوگا آپ سات سات دن تک مسلسل سماع سنتے رہتے تھے ایک دفعہ بادشاہ کے حکم سے مجلس مناظرہ منعقد ہوئی لیکن آپ کی کرامت سے تمام مخالف علماء کی زبانیں بند ہو گئیں اور انکا سارا علم سلب ہو کر رہ گیا اور امی محض بن گئے لیکن جب انھوں نے توبہ کی اور معافی مانگی تو انکا علم لوٹ آیا اور بحث مباحثہ سے تائب ہوئے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں۔

یعنی سماع حق تعالیٰ کی وارد ہے جس سے دل خدا تعالیٰ کی طرف برانگیختہ ہوتا ہے اور اس کی طلب میں حریص ہوتا ہے جو شخص اسے حق کیساتھ سنے وہ راہ حق پاتا ہے اور جو نفس کے ساتھ سنے اسے وہ زندیق بناتا ہے۔

حضرت امام غزالیؒ

حضرت امام غزالیؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ سماع سننا جائز ہے یا ناجائز؟ آپ نے فرمایا ایک موم بتی جلا کر رکھ دی جائے اور آندھی چلے تو کیا ہو گا؟ عرض کی موم بتی بجھ جائے گی فرمایا اگر بہت سی لکڑیاں اکٹھی کر کے آگ جلا دی جائے اور آندھی چلے تو پھر کیا ہو گا عرض کی آگ تیز ہو جائے گی اور کئی گھروں کو جلا ڈالے گی فرمایا جس کے اندر موم بتی کی طرح ایمان ہو وہ سماع نہ سنے اسے فائدہ نہیں پہنچے گا اور جس کے اندر عشق کی آگ بھڑک رہی ہو اسے اس میں بہت فائدہ ہے وہ سن سکتا ہے۔

"محفل سماع میں پرہیز گاری لازم ہے"

خواجہ اجمیریؒ کا ارشاد

جن دنوں خواجہ اجمیریؒ مرو میں تشریف فرما تھے ایک بزرگ سے آپؒ کی ملاقات ہوئی انہوں نے بتایا کہ میں نے سماع کے مباح ہونے پر ایک کتاب لکھی ہے حضرت خواجہ نے جواب دیا اس سے بڑی خرابی واقع ہو گی کیونکہ ہر شخص سماع کے قابل نہیں ہے فرمایا اگر دل میں حلال کا اثر ہے تو سماع بھی حلال ہے اور اگر حرام کا اثر ہے تو سماع بھی حرام ہے پھر فرمایا جس شے کا ظاہری حکم گناہ ہے یہ عین ممکن ہے کہ صاحب باطن پر اس کا اطلاق نہ ہو سکے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

آپؒ کے سماع کا یہ عالم تھا کہ سماع میں جان دے دی آپ کے ایک دوست نے مجلس سماع منعقد کرائی قوالوں نے مولانا احمد جامؒ کی غزل گائی جب اس شعر پر پہنچے

کشتگان خنجر تسلیم را

ہر زماں از غیب جان دیگر است

راہ رضا کے مقتولوں کو ہر دور میں نئی زندگی ملتی ہے۔

تو آپ پر وجد طاری ہو گیا اور چار دن رات آپ مسلسل رقص کرتے رہے اس سے سارے شہر دہلی میں تہلکہ مچ گیا جب نماز کا وقت آتا تھا تو آپ باہر آکر نماز پڑھ لیتے تھے اور پھر محو رقص ہو جاتے تھے جب قوال پہلا مصرعہ پڑھتے تو آپ جاں بحق ہو جاتے تھے جب دوسرا مصرعہ پڑھتے تو پھر سے زندہ ہو جاتے تھے اور رقص کرنے لگتے آخر آپ نے قوالوں کو اشارہ کر دیا کہ دوسرا مصرعہ نہ پڑھنا اس طرح آپ نے رقص کرتے ہوئے جان جان آفرین کے سپرد کر دی لقب آپ کا شہید محبت ہے۔

حضرت بابا فرید الدینؒ کا مسجد میں سماع اور رقص

سلطان المشائخ فوائد الفواد میں فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ پاکپتن شریف کا قاضی جو بابا صاحبؒ سے خصومت رکھتا تھا ملتان گیا اور وہاں کے

آئمہ اور صدور سے کہا کہ بھلا یہ کب جائز ہے کہ ایک شخص مسجد میں بیٹھے اور وہاں سماع ہو اور کبھی کبھی رقص بھی ہو انہوں نے کہا کون ہے کہا شیخ فرید الدین۔ انہوں نے کہا ہم تو ان کی بابت کچھ نہیں کر سکتے۔

حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا سماع اور رقص

کتاب مراۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سماع سنا ہے ایک دفعہ جب عبداللہ رومی قوال نے آپ کے سامنے عرض کیا کہ مجھ سے حضرت شیخ شہاب الدین قدس سرہ نے بھی قوالی سنی تھی آپ کو سنانے آیا ہوں تو آپ نے فرمایا اگر میرے شیخ نے سماع سنا ہے تو میں بھی سنتا ہوں اس کے بعد عبداللہ رومی نے یہ غزل گائی۔

عاشقاں کہ شراب ناب خورند
از پہلوئے خود کباب خورند

عاشق لوگ جب شراب عشق پیتے ہیں تو اپنے پہلو سے کباب سوختہ کھاتے ہیں تو اس پر آپ کو وجد آ گیا اور چراغ بجھا کر آپ نے رقص فرمایا صبح کے وقت آپ نے قوال کو خلعت کے علاوہ بیس روپے نقد عطا فرمائے۔

حضرت امیر ابو العلیٰ نقشبندیؒ اور سماع

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ سلسلہ ابو العلائی کے بانی مبانی سماع سنتے تھے۔ آپ کی بیعت سلسلہ نقشبندیہ میں اپنے خالو خواجہ یحیٰ کے ساتھ تھی جو حضرت خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی کے فرزند و خلیفہ تھے چونکہ آپ کی پیدائش حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے باطنی فیض اور بشارت سے ہوئی تھی اس لیے آپ پر نسبت چشتیہ کا زیادہ غلبہ رہتا تھا اس لیے آپ اکثر سماع سنتے اور وجد میں رقص کرتے تھے۔ ہمارے سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ ابو العلائیہ جہانگیریہ شکوریہ جلوہ نمائیہ میں ابو العلائی فیضان کی وجہ سے سماع کا خاص اہتمام ہوتا ہے اور درویش دوران سماع وجد میں رقص کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ عبد القدوس گنگوہیؒ

حضرت خواجہ عبد القدوس گنگوہیؒ کبھی کبھی تھانیسر تشریف لے جایا کرتے تھے اس زمانے میں مولانا جلال الدین تھانیسری بڑے متبحر عالم تھے اکثر آپ کے مریدوں سے بایں کلام خطاب کرتے کہ تمہارا پیر نچنیا (ناچنے والا) آیا ہے ایکبار مریدوں نے حضرت کے روبرو یہ شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب پھر یہ بات فرمائیں تو کہنا کہ ہمارے پیر ناچتے بھی ہیں اور نچا بھی دیتے ہیں اتفاقاً اس محفل میں سے ایک آدمی باہر نکلا اور مولانا

جلال الدین سے ملاقی ہوا تو انھوں نے حسب عادت یہی سوال کیا کہ کیوں میاں تمہارے پھنیئے آگئے اس نے جواب دیا کہ ہاں صاحب ہمارے پیر ناچتے بھی ہیں اور نچا بھی دیتے ہیں اتنا کلام سنتے ہی مولوی صاحب نے کپڑے پھاڑ کر جنگل کی راہ لی کئی دن بعد ہوش آیا تو یہ شعر لکھ کر حضرت کی خدمت میں بھیجا۔

کر کانپے لکھن ڈگے اور روم روم تھرائے
سدھ آوت چھاتی پھٹے جو پائی لکھی نہ جائے

یعنی بدن لرزے میں ہے قلم ہاتھ سے گرا جاتا ہے خط لکھوں تو کسطرح لکھوں اور جب ہوش آتا ہے تو فراق سے سینہ شق ہوتا ہے۔

حضرت نے اس کے جواب میں لکھا۔

پتیم پیتاں جب لکھوں کہ جو ہو تم بدیس
تن موں من موں نین موں تن کو کیا سندیس

یعنی اے دوست خط اسکو لکھا کرتے ہیں جو دور ہو اور جو تن میں اور آنکھوں میں ہو اسکو کیا پیغام دیا جاوے۔

اسی وقت جلال الدین صاحب حاضر ہو کر مرید ہو گئے اور خلافت حاصل کر کے گوشہ صحرا میں جا بیٹھے۔

ایک دفعہ ایک شیخ الحدیث استاد العلماء جو کہ بہت بڑے عالم ہیں نے ہم سے کہا کہ یہ فلاں پیر صاحب صبح سے سماع میں مشغول ہیں ظہر بھی

درمیان میں آئی اور سماع جاری رہی اور اب عصر کا وقت ہونیوالا ہے لیکن
سماع جاری ہے ہم نے کہا یہ ان سے پوچھو یہ سن کر مولانا صاحب نے
جذبے میں آکر کہا کہ راگ بھی حرام ہے اور ساز بھی حرام ہے اتنے میں عصر
کی اذان سننے کے بعد ہم نے مولانا صاحب سے کہا کہ یہ پوری اذان راگ میں
ہوئی ہے اگر راگ حرام ہوتا تو یہ اذان راگ میں نہ ہوتی اور آپ نے مسجد
میں بہت بڑا ڈھول رکھا ہوا ہے مولانا صاحب کہنے لگے وہ ڈھول نہیں نقارہ
ہے ہم نے کہا کیا یہ ٹین سے بنا ہوا ہے انہوں نے کہا کہ چمڑے سے بنا ہوا ہے
ہم نے کہا پھر تو یہ ڈھول ہی ہے اگر یہ باہر ہو تو آپ اسے ڈھول کہتے ہیں اور
اگر مسجد میں آجائے تو نقارہ بن جاتا ہے پھر ہم نے انہیں مزید سمجھانے
کیلئے ایک مثال بیان فرمائی کہ میں اگر کسی عورت کو بغیر نکاح کے گھر میں رکھ
لوں تو کیا ہوگا کہنے لگے وہ زنا ہوگا ہم نے کہا نکاح کرلوں تو کہنے لگے جائز ہے
ہم نے کہا کہ عورت تو ایک ہی ہے اور فعل بھی ہوا ہے مگر وجہ کیا ہے کہ ایک
زنا اور حرام ہوا اور دوسرے طریقے سے جائز و حلال ہوا اس سے معلوم ہوا کہ
جو کام دائرہ رحمانیت میں ہو اسے حرام نہیں کہہ سکتے وہ جائز و حلال ہے اور
وہی کام جب دائرہ شیطانیت میں ہو تو حرام ہوگا اب مولانا کی سمجھ میں اچھی
طرح بات آگئی فرمانے لگے "حق ہے" آپ کا سینہ روشن ہے۔

عبارات فقہا سے لکھا جا چکا ہے کہ ضروریات شرعیہ کیلئے غنا (گانا)
اور آلات غنا (ساز) کا استعمال جائز ہے اور لہو و لعب کیلئے ناجائز ہے اب یہ بتانا

چاہتا ہوں کہ ضروریات شرعیہ کون کون سی ہیں اور لہو ولعب کیا چیزیں ہیں تاکہ حلت (حلال) و حرمت (حرام) کا فرق واضح ہو جائے۔

ضروریات شرعیہ

رقت قلب۔ نکاح۔ برات۔ ولیمہ۔ ختنہ۔ عرس۔ جہاد۔ قدوم مسافر۔ عیدین۔ اعلان شاہی۔ اعلان صوم۔ قطع فصل۔ وقت حدی۔ قطع سفر۔ تسکین طفل۔ گھوڑ دوڑ۔ وقت تولد۔ وقت کشتی وغیرہ ھا من ضروریات شرعیہ

لہو ولعب

آواز رقاصہ کی یا عورتوں کے حسن وجمال کی تعریف۔ کلام فحش۔ مدح فساق۔ وغیرہ ھا من۔ خرافات الواہیہ۔

پس غنا صوفیہ میں چونکہ رقت قلب اور عشق الٰہی و معرفت باری کی صفات حسنہ پائی جاتی ہیں اس لئے وہ قطعاً حلال و جائز ہے اور اس کے علاوہ جن گانوں میں صفات لہو تغافل طاعات اللہ سے پایا جائے وہ سب ناجائز و حرام۔ رہی تحقیق آلات غنا (ساز) کی تو ہم اپنے بیان میں واضح کر چکے ہیں اور ثابت کر دیا ہے کہ معازف و مزامیر میں دف داخل ہے اسلئے کہ وہ بھی ایک آلہ لہو ہے اور دف کا بجانا جائز لہٰذا معازف و مزامیر مطلقاً حرام نہیں ہوں گے ورنہ دف بھی حرام ہو گی اور یہ باطل ہے۔

آئمہ اربعہ سے معازف و مزامیر اور دف کے درمیان کوئی فرق منقول نہیں اور ازروئے لغت بھی معازف و مزامیر میں داخل ہے۔ للہذا تحویلاً جملہ آلات غنا (ساز) اس میں شامل ہوئے اور اس کی حرمت میں کوئی دلیل نہیں پائی گئی پس جائز اصل غنا (محفل سماع) مزامیر (ساز) کے ساتھ سنا غنا کو حضور ﷺ نے آپ کے خلفاء راشدین مشائخ کبار نے دو ہزار اولیاء اللہ نے ایک سو بیس فقہا نے ایک ہزار علماء نے اور لاکھوں کی تعداد میں عامتہ المومنین نے جیسا کہ ابن ہمام مکی نے اپنی تصنیف جواز السماع میں نقل کیا ہے نیز احادیث صحاح ستہ سے بھی ہم نے سماع کو ثابت کر دیا ہے چاروں اماموں کے مذہب سے قولاً فعلاً ثابت ہوئی اب اللہ کی پوری طرح حجت قائم ہو گئی ہے اور اس کے بعد جو کوئی انکار کرے گا۔ جواز سماع کا اسکا قول مردود ہو گا اس قدر تفصیلی بیان کرنے کے بعد غالباً کسی انصاف پسند منصف مزاج کے دل میں جواز غنا (محفل سماع) کے متعلق کوئی شک و شبہ نہ رہا ہو گا اور اگر خدانخواستہ اب بھی کوئی شک باقی ہے تو اس کا علاج یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد صدق دل سے دعا کریں اور بارگاہ حق کی طرف پوری طرح رجوع کر کے صراط مستقیم کے منکشف ہونے کی التجا کریں سورۃ فاتحہ بہت خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھا کریں اور اہل اللہ کی صحبت اختیار کریں کہ ان نفوس قدسیہ کے پاس تھوڑی دیر بیٹھنا برسوں کی عبادت سے افضل ہے اہل معرفت کی صحبت و برکت سے انشاء اللہ العزیز شیطانی وسواس سے نجات حاصل ہو گی۔

اگر شقاوت ازلیہ کی وجہ سے اہل دل کی صحبت بھی موثر نہ ہو تو کم از کم اتنا ضرور کریں کہ صوفیائے کرام پر زبان طعن کھولنے سے باز رہیں اور اس مسکین گروہ کو برا بھلا کہہ کر اپنے اوپر غضب الٰہی کو حلال نہ کریں اہل اسرار کے اسرار مخفیہ کا ہر شخص کی سمجھ میں آجانا ضروری نہیں۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کا واقعہ جو قرآن مجید میں مذکور ہے غور سے سمجھ کر پڑھا کریں اور دیکھیں کہ باوجودیکہ حضرت موسیٰؑ اولوالعزم رسول تھے اور کلیم اللہ تھے مگر حضرت خضرؑ جن کی شان ہیں علمناہ من لدنا علما نازل ہوا کے اسرار مخفیہ سمجھنے سے قاصر رہے اور اعتراف قصور فرمایا۔

معلوم ہوا کہ اہل اللہ کے رازوں کا سمجھنا بہت مشکل ہے۔

بر سماع راست ہر کس چیز نیست

طمعہ ہر مرغکے انجیر نیست

سچی سماع پر ہر شخص قادر نہیں ہے۔ انجیر ہر حقیر پرندے کی خوراک نہیں ہے۔

سماع کے آداب

اول ادب یہ ہے کہ وقت اور جگہ اور یاران جلسہ کا لحاظ کرنا۔ چنانچہ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ سماع تین باتوں کی حاجت رکھتا ہے ورنہ سننا نہ چاہیے وقت۔ جگہ اور یاران جلسہ۔

وقت کی رعائت سے یہ مراد ہے کہ کھانا موجود ہونے کے وقت یا جھگڑنے کے وقت یا نماز کے وقت یا کسی اور وقت جس میں کوئی مانع پیش ہو اور دل نہ لگنے دے۔ ایسے وقت میں سماع سے کچھ فائدہ نہیں۔

مکان

مکان کی رعایت سے یہ غرض ہے کہ چلتا راستہ یا بری صورت کا مکان نہ ہو یا اس میں کوئی ایسا سبب نہ ہو جس سے دل اس طرف بٹے تو ایسے مکان سے اجتناب کرنا چاہیے اور سماع چار دیواری کے اندر ہونی چاہیے۔

یاران جلسہ

کوئی غیر جنس، سماع کا منکر، زاہد خشک دلوں سے لطائف سے بے بہرہ مجلس میں نہ ہو کیونکہ ایسے شخص کا موجود ہونا گراں گذرے گا اور دل اس کی طرف مشغول ہو گا اور یہی صورت ہے اگر کوئی متکبر دنیادار ہو گا کہ اس کا لحاظ پاس کرنا پڑے

گا یعنی سماع کے اہل لوگ ہی موجود ہوں۔ باوضو ہو کر بیٹھے۔ ننگے سر نہ بیٹھے دوزانو ہو کر بیٹھے۔ دوران سماع کلام وطعام منع ہے ذکر وفکر اور تصور شیخ میں محو رہے قوال جو کچھ کہے اسے خوب دل لگا کر سنے لوھر ادھر التفات کم کرے اور سننے والوں کو نہ تاکے سماع میں وہ کلام نہ کرے جس کی ضرورت نہ ہو اگر وجد غالب ہو اور بے اختیاری سے ہو تو اس میں وہ مجبور ہے اور جب کیفیت ختم ہو جائے اسی طرح پھر سکون اور وقار اختیار کرے اور بیٹھ جائے جب کسی کو کیفیت طاری ہو تو اس کے ادب کے لئے کھڑا ہو جانا چاہیے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے سامنے خواہ کوئی بناوٹ یا تصنع سے بھی وجد اور رقص کرتا تو آپ ادباً کھڑے ہو جاتے شیخ کیلئے مرید کا ادب ضروری نہیں یہ شیخ کے اختیار میں ہے چاہیے کھڑا ہو چاہے نہ کھڑا ہو جب صاحب وجد کو لٹادیا جائے یاوہ خود لیٹ جائے تو اس کے اوپر سے نہ گذرے کیونکہ اس کا قلب ذاکر ہے اور ذاکر قابل تعظیم ہے صاحب وجد کی کیفیت ایسی ہو کہ اسے چوٹ لگنے کا اندیشہ ہو تو اسے سنبھالنا ضروری ہے تاکہ اسے چوٹ نہ لگے اور گرنے نہ پائے اسے بچانے کیلئے خواہ اپنے آپ کو ضرر ہی پہنچ جائے مگر اپنے بھائی کو چوٹ لگنے یا گرنے سے بچانا ضروری ہے۔

جب اپنے نفس کو روک سکتا ہو تو نہ کھڑا ہو اور نہ رونے میں آواز بلند کرے لیکن اگر ناچے اور رونی صورت بناوے بشر طیکہ ریاء منظور نہ ہو کیونکہ رونی صورت بنانے سے خون پیدا ہوتا ہے اور سرور نشاط تحریک کا سبب رقص ہوا کرتا ہے اور سرور مباح کی تحریک جائز ہے

حقوق الوالدین

ارشاد ربانی ہے۔

اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

(الانعام)

اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۝

(البقرہ)

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو

ماں باپ کے ساتھ زندگی میں احسان یہ ہے کہ انکا ادب کرے انکی جانی مالی خدمت کرے انکے جائز حکموں کو مانے، انکی خدمت کیلئے نوافل ترک کرسکتا ہے فرائض، واجبات اور سنت نہیں چھوڑ سکتا اگر ماں باپ کسی گناہ یا کفر میں مبتلا ہوں تو انکو اچھی تدبیر سے روکے والدین کے مرنے کے بعد ان سے بھلائی یہ ہے کہ انکی وصیتیں پوری کرے انکے دوستوں کا احترام کرے، فاتحہ تلاوت قرآن، دیگر صدقات کا ثواب بخشتا رہے اور انکے اچھے مراسم کو جاری رکھے انکے دوستوں کا بھی احترام کرے۔

(تفسیر نعیمی)

وَ قَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا
اِلَّآاللّٰه وَ بِا لْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا
اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُ
هُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا
قَوْلًا كَرِيْمًا وَّ اخْفِضْ
لَهُمَاجَنَا حَ الذُّلِّ مِنَ
الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ
ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝

اور تمہارے رب نے حکم فرمایا
کہ اسکے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں
باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو
اگر تیرے سامنے ان میں سے
کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو
پہنچ جائیں تو ان سے اف نہ کہنا
اور انہیں نہ جھڑکنا اور انہیں
تعظیم کی بات کہنا اور انکے لیے
عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے اور
عرض کر کہ میرے رب تو ان
دونوں پر رحم فرما جیسا کہ ان
دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔

وَ وَصَّيْنَا الْاِ نْسَانَ بِوَ الِدَيْهِ
حُسْنًا وَّاِنْ جَا هَدٰ كَ لِتُشْرِكَ
بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا
تُطِعْهُمَا اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُ
نَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

اور ہم نے آدمی کو تاکید کی اپنے
ماں باپ کے ساتھ بھلائی کر
اور اگر وہ تجھ سے کوشش کریں
کہ میرا شریک ٹھہرا اسے جس
کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ

(العنکبوت) ماں میری ہی طرف پھرنا ہے تو میں بتادونگا تمہیں جو تم کرتے تھے۔ (کنزالایمان)

یہ آیت سعد بن ابی وقاصؓ کے حق میں نازل ہوئی یہ اپنی والدہ کے بڑے فرمانبردار تھے جب ایمان لائے توانکی ماں نے کہاکہ اسلام چھوڑدو ورنہ نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی نہ سایہ میں بیٹھوں گی سوکھ کر مر جاؤں گی اور میرے خون کا وبال تجھ پر ہوگا یہ کہہ کر اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا دھوپ میں بیٹھ گئی آپؓ نے فرمایا کہ اماں اگر تیری سو جانیں بھی ہوں اور ایک ایک کر کے سب قربان ہو جائیں تو بھی ایمان نہ چھوڑوں گا جب ماں مایوس ہو گئی تو کھانا پینا شروع کر دیا۔اس پر یہ مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔ (حاشیہ نورالعرفان)

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ٥ (لقمٰن)

اور ہم نے آدمی کو اسکے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی اسکی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری جھیلتی ہوئی اور اسکا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا آخر مجھی تک آنا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا!"جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے"باپ جنت کا دروازہ ہے۔ حضرت سفیان ابن عینیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے شکر کیلئے پنجگانہ نماز پڑھو اور ماں باپ کے شکریہ کیلئے نمازوں میں انکے لیے دعا مغفرت کرو۔

انفاق۔ خرچ کرنا

اللہ تعالیٰ کے راستے پر خرچ کرنے کی اہمیت اس آیت مبارکہ سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کے شروع میں ہی سورۃ بقرہ میں نماز کے ساتھ ہی اس کا ذکر فرمایا۔

وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ ٥	اور نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیے ہوئے میں سے ہماری راہ میں خرچ کریں۔

یاد رہے کہ خرچ کرنے سے متعلق عام طور پر ذہن میں مال خرچ کرنے کا ہی خیال پیدا ہوتا ہے مگر اس سے صرف مال خرچ کرنا ہی مراد نہ لینا چاہیے بلکہ ہر چیز جیسے علم، فضل، ہنر بلکہ تمام اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتیں حتیٰ کہ اپنی جان تک کو اس کے راستے میں خرچ کرنا چاہیے اس سے کسی بھی چیز میں کمی واقع نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ اس میں زیادتی کا وعدہ فرماتا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○

(البقرہ)

"ان کی مثال جو مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح ہے۔ جس نے اگائیں سات بالیں ہر بال میں سو دانے اور اللہ اس سے بھی بڑھائے جس کے لیے چاہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

ہر نیک کام کا اجر خلوص نیت کے ساتھ وابستہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

جیسی نیت ہو گی ویسا ہی اجر ملے گا جتنا خلوص بڑھتا جائے گا اتنا ہی اجر بڑھتا جائے گا لیکن سالک کو کسی لالچ یا طمع یا اجر سے بالاتر ہو کر محض رضائے الٰہی کی خاطر بے لوث ہو کر خرچ کرنا چاہیے تو ایسے لوگوں کے لئے ہی فرمایا گیا ہے کہ ان کی مثال جو اوپر بیان کی گئی ہے کہ انکے اجر سات سو گنا تک بلکہ اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ بڑھا دیتا ہے جو لوگ خلوص نیت سے سب سے بہتر چیز خرچ کرتے ہیں انکے لیے یہ اجر ہے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ
وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ ○
(آل عمران)

تم ہر گز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو اور تم جو خرچ کرتے ہو اللہ کو معلوم ہے۔

اس آیت مبارکہ سے یہ ثابت ہوا کہ جب تک اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرے تب تک اسے اجر نہیں مل سکتا اس کے علاوہ خرچ کرنا محض رضائے الٰہی کے لئے ہو اس میں ریاکاری نہ ہو جیسا کہ اکثر لوگ دنیاوالوں کی نظر میں اپنی عزت و وقار بنانے کی خاطر خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسے صدقات کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

نیکی کر دریا میں ڈال

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ
ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَا اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًی
لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ
عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ○

وہ جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر دینے کے بعد احسان نہ رکھیں اور نہ تکلیف دیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور انہیں نہ کچھ خوف ہو نہ کچھ غم۔

اس آیت مبارکہ سے یہ معلوم ہوا کہ کسی کو کوئی صدقہ، خیرات

دے کر اسے جتانا نہ چاہیے اور نہ اس کے عوض اسے کوئی تکلیف پہنچائے یا اپنا کوئی کام اس سے لیتا رہے۔ جو لوگ صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر خرچ کر کے اسے بھلا دیتے ہیں ان کا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ٥

اچھی بات کہنا اور درگزر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد ستانا ہو اور اللہ بے پرواہ حلم والا ہے۔

اس آیت کریمہ سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کسی کے پاس دینے کے لئے کچھ نہ ہو تو وہ نیک اور اچھی باتیں لوگوں کو بتلائے اور سائل کو نرمی سے منع کر دے اور اگر وہ منع کرنے سے نازیبا الفاظ کہے یا کوئی بھی اس سے نازیبا الفاظ کہے تو درگزر کرنا اور معاف کرنا بھی صدقہ ہے بلکہ اس خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد ستایا جاوے یا اسے بدنام کیا جاوے کیونکہ مال دینے سے سائل کے قالب کو راحت ہے اور قول معروف سے اس کے دل کی پرورش ہے اس بارے میں دوسری جگہ فرمایا گیا ہے۔ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ "اور سوالی کو مت جھڑک" سائل خواہ کسی قسم کا بھی ہو اسے جھڑکنا نہ چاہیے بلکہ اس سے نرم اور اچھے لہجہ سے بات کرنی چاہیے۔

اپنے صدقے باطل نہ کرو

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تُبْطِلُوا۟ صَدَقَٰتِكُم بِٱلْمَنِّ وَٱلْأَذَىٰ كَٱلَّذِى يُنفِقُ مَالَهُۥ رِئَآءَ ٱلنَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ ۖ فَمَثَلُهُۥ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُۥ وَابِلٌ فَتَرَكَهُۥ صَلْدًا ۖ

اے ایمان والو اپنے صدقے باطل نہ کرو احسان رکھ کر اور ایزادیکر اس طرح جو اپنا مال لوگوں کو دکھاوے کیلئے خرچ کرے اور اللہ اور قیامت پر ایمان لائے تو اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے کہ ایک چٹان کہ اس پر مٹی ہے اب اس پر زور کا پانی پڑا جس نے اسے نرا پتھر کر چھوڑا

ریاکاری نہ کرو

وَٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَٰلَهُمْ رِئَآءَ ٱلنَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَلَا بِٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ ۗ وَمَن يَكُنِ ٱلشَّيْطَٰنُ لَهُۥ قَرِينًا فَسَآءَ قَرِينًا ۝

اور وہ لوگ جو اپنے مال دکھاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر اور جس کا مصاحب شیطان ہوا اور وہ کتنا

برا مصاحب (ساتھی) ہے۔

صرف رضاالٰہی کے لئے خرچ کرنا

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَـهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

(البقرہ)

اور ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی رضا چاہنے میں خرچ کرتے ہیں اور اپنے دل جمانے کو اس باغ کی سی ہے جو بھوڑ پر ہو اس پر زور کا پانی پڑا تو دونے میوے لایا پھر اگر زور کا مینہ اسے نہ پہنچے تو اوس کافی ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

شیطان تمہیں اندیشہ دلاتا ہے محتاجی (تنگدستی) کا اور حکم دیتا ہے بے حیائی کا اور اللہ تم سے وعدہ فرماتا ہے بخشش اور فضل کا اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ

اور کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے اللہ کی مرضی چاہنے میں اور اللہ بندوں پر مہربان ہے۔

یہ آیت کریمہ حضرت صہیب ابن سنانؓ رومی کے حق میں نازل ہوئی جو مکہ مکرمہ سے ہجرت کرتے ہوئے راستہ میں مشرکین کے گھیرے میں آگئے اور اپنے سارے مال کا پتہ مشرکوں کو دے کر ان سے چھوٹے اور مدینہ منورہ پہنچے۔

مفہوم خیرات اور حضرت عمرؓ

حضرت عمرؓ کا زمانہ تھا کہ ایک بار عرب کے پہاڑوں میں آگ لگ گئی لوگ آپکی خدمت میں آئے اور عرض کی کہ آگ پہاڑوں میں پھیل گئی ہے اور پتھر کی آگ بجھتی نہیں ہے۔ آپؓ نے فرمایا یہ آگ نہیں ہے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ قہر خداوندی ہے کیا تم لوگ خیرات نہیں کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہم لوگ خیرات بھی کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ خیرات یہ نہیں ہے کہ تمہارا دل دینے کو چاہتا ہے اور تم کسی کو کچھ دیدیتے ہو۔ بلکہ خیرات یہ ہے کہ تمہارا دل دینے کو نہ چاہے پھر بھی تم (محض) خدا کی رضا اور خوشنودی کیلئے دو اور خرچ کرو۔

اعلانیہ اور ظاہر ہر طرح سے خرچ کرو

وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ○

... اور ہمارے دیے ہوئے میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں پوشیدہ اور ظاہر۔ وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں ہرگز نقصان نہیں۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ہر طرح سے خرچ کرنا چاہیے۔ اعلانیہ اس نیت سے کہ دوسروں کو رغبت ہو اور پوشیدہ اس نیت سے کہ ریاء کاری نہ شامل ہو جائے۔

وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○
(المنافقون)

... اور ہمارے دیئے میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کو موت آئے پھر کہنے لگے۔ اے میرے رب تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کیوں مہلت نہ دی کہ میں صدقہ کرتا اور صالحین میں ہوتا۔

مال۔ اولاد۔ وزارت۔ حکومت وغیرہ نعمتیں ہیں۔ ان سب کے علاوہ انسان کی پیاری چیز جان ہے۔ لہٰذا حکم ہے کہ جان کو میرے راستے پر

خرچ کرو یعنی "موتوا قبل ان تموتوا" مرنے سے پہلے مر جاؤ۔ یہی اس آیت کا منشا ہے۔

موت سے پہلے ہی مرنا تجھ کو جائے نصیب
تا فنائے قلب سے لذت اٹھاؤ اک عجیب

اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَ یَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ط وَ مَنْ یَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَالْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ۝ (الحدید)

وہ جو آپ بخل (کنجوسی) کریں اور اوروں سے بخل کو کہیں اور جو منہ پھیرے تو بے شک اللہ ہی بے نیاز خوبیوں والا ہے۔

یعنی جو لوگ خود بھی کنجوس ہیں۔ راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے اور دوسروں کو بھی انفاق فی سبیل اللہ سے روکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ایسوں کی سخاوت کرنے یا نہ کرنے کا کوئی فائدہ یا نقصان نہیں اس میں تمہارا اپنا ہی فائدہ اور نقصان ہے بخیل لوگ خرچ نہ کرنے کے لئے طرح طرح سے حیلہ سازیاں کرتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہوا!

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗۤ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ (یٰسین)

اور جب ان سے فرمایا جائے اللہ کے دیے میں سے کچھ اس کی راہ میں خرچ کرو تو کافر مسلمانوں کیلئے کہتے ہیں کہ ہم اسے کھلائیں جسے اللہ چاہتا تو کھلا دیتا تم تو نہیں مگر کھلی گمراہی میں۔

اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِّنَ الْجَنَّۃِ وَ بَعِیْدٌ مِّنَ النَّارِ وَ الْبَخِیْلُ قَرِیْبٌ مِّنَ النَّارِ وَبَعِیْدٌ مِّنَ الْجَنَّۃِ (الحدیث)

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا سخی جنت کے قریب اور دوزخ سے دور ہے اور بخیل دوزخ کے قریب اور جنت سے دور ہے۔

وَ اعْلَمُوْا اَنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْ لَا دُکُمْ فِتْنَۃٌ وَاِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ اَجْرٌ عَظِیْمٌ (الانفال)

اور جان رکھو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد سب فتنہ ہے اور اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

یعنی رب کی طرف سے آزمائش ہے۔ ان میں پھنس کر رب سے غافل نہ بن جاؤ بلکہ اپنے مال اور اولاد کو اللہ کی رضا کی خاطر لگاؤ کہ مال کو اس کی راہ میں خرچ کرو اور اولاد کو نیک اور صالح بناؤ۔ اگر ایسا کرو گے تو اللہ کے پاس بڑا اجر و ثواب پاؤ گے۔ حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں۔

ادھی لعنت دنیاں تائیں تے ساری دنیا داراں ۔ ہو
جیں راہ صاحب دے خرچ نہ کیتی پین غضب دیاں ماراں ہو

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاس ط وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ہ

وہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں خوشی اور رنج میں غصہ پینے والے اور لوگوں سے در گذر کرنے والے اور ایسے نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔

تنگی اور فراغت میں اللہ کے نام پر خرچ کرو اور اس میں جو خوشی اور غم فرمایا

گیا ہے اس سے تنگی اور فراغت ہی مراد ہے۔ لہٰذا ہر حالت میں ہی خرچ کرنے کا حکم ہے۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ جب دے دے گا تو خرچ بھی کر لیں گے حالانکہ یہ نہیں جانتے کہ جو کچھ بھی ہمارے پاس موجود ہے یہ کس نے دیا ہے۔ اگر آپ بنک میں جا کر کہیں کہ اتنی رقم مجھے دے دو تو کیا وہ دے دیں گے؟ نہیں دیں گے بلکہ پہلے اکاؤنٹ کھلوانا پڑتا ہے اور رقم جمع کروانی پڑتی ہے پھر وہ ساتھ منافع شامل کرتے رہتے ہیں اور رقم بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اسی طرح اس کے نام پر خرچ کرو اور وہ تمہارے لیے اسے اور بڑھاتا جائے گا۔ بلکہ اس میں تو ملنے کی امید بھی نہیں رکھنی چاہیے محض اللہ کی رضا کی خاطر مال خرچ کرتے رہنا چاہیے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایک بار ایک لاکھ درہم آئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی چادر مبارک بچھا دی اور اعلان فرما دیا۔ اور مال تقسیم فرمانا شروع فرما دیا ظہر سے پہلے سب مال تقسیم فرما کر جب کھڑے ہوئے تو اپنے شکم اطہر پر بھوک کی وجہ سے پتھر باندھ رکھا تھا حسبِ عادت شریف آپ ﷺ نے حاجت مندوں میں مال تقسیم فرمایا جب فارغ ہوئے تو ایک سائل اور آ گیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میری حاجت بھی پوری فرمایئے تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا! جا میرے نام پر قرض لے لے۔

جنگ تبوک کے موقع پر جہاد کا سامان خریدنے کے لیے سرکار دو عالم ﷺ نے مال جمع کرنے کا اعلان فرمایا تمام صحابہ اپنے گھروں سے مال لینے کیلئے چلے گئے حضرت عمرؓ نے سوچا کہ ہر دفعہ حضرت ابوبکرؓ مجھ سے سبقت لے جاتے ہیں مگر آج میں ان سے زیادہ مال خدمت اقدس میں پیش کروں گا۔ حضرت عمرؓ نے گھر کا سامان دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ گھر والوں کے لیے چھوڑ آئے اور ایک یعنی آدھا مال

بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں پیش کر دیا۔ ادھر حضرت ابو بکرؓ نے اپنا تمام مال اکٹھا کیا۔ حتیٰ کہ اپنے کپڑے بھی اس میں شامل کئے اور بوری کا لباس زیب تن کر کے جناب رسالتمآب ﷺ کی بارگاہ مین حاضر ہو گئے۔ تعداد اور گنتی کے لحاظ سے حضرت ابو بکرؓ کا مال حضرت عمرؓ کے مال سے بہت کم تھا مگر وہ آپ کا کل مال تھا اور حضرت عمرؓ کا آدھا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا اے صدیق اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو تو عرض کیا خدا اور اس کا رسول ﷺ۔

پروانے کو شمع اور بلبل کو پھول بس
صدیق کو خدا اور اس کا رسول بس

جب بھی خرچ کرنے کا موقع آتا تو صحابہ کرام بے دریغ اپنا مال اللہ کے رستے میں خرچ کرتے۔ حضرت عثمانؓ کو اسی وجہ سے "غنی" کا خطاب ملا۔ کیونکہ آپؓ نے ہر موقع پر مال خرچ کیا اور مسلمانوں کیلئے کنویں خرید کر وقف کیے۔ سو سو اونٹ بمعہ سامان خیرات کیے۔

اَلسَّخِیُّ حَبِیْبُ اللہ سخی اللہ کا دوست ہوتا ہے

اللہ سب سے بڑا ہے

ایک دفعہ ایک مولانا صاحب صبح سویرے آستانہ عالیہ پر تشریف لائے۔ ہم ان سے بہت پیار کرتے تھے۔ ان کے لیے ناشتہ تیار کروایا۔ جس میں چند توشوں پر مکھن لگوا دیا تھا۔ باقی توش بغیر مکھن کے سادہ تھے چائے اور انڈے بھی ناشتے میں شامل تھے۔ ہم نے بھی مولانا صاحب کے ساتھ ناشتہ شروع کیا۔ اسی اثناء میں ایک گداگر نے صدا لگائی کہ "مجھے اللہ کے نام پر کچھ دو" اللہ آپ کا بھلا کریگا۔ مولانا صاحب نے چار توش سادہ لیے اور گداگر کو دے کر کہا کہ اب آپ جائیں۔ جب وہ چلنے لگا تو ہم نے گداگر کو بلوا کر اپنے پاس بٹھالیا۔ سادہ توش اس سے واپس لے لئے اور خود تناول فرمانے لگے اور اسے مکھن والے توش کھلائے۔ ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد اسے کچھ نقدی دے کر رخصت فرمایا۔ بعد ازاں ہم نے مولانا صاحب سے فرمایا اللہ کی توحید بیان کریں۔ مولانا صاحب توحید بیان فرمارہے تھے اور ہماری آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ جب انہوں نے توحید کا بیان ختم کیا اور جانے کی اجازت طلب کی اور عرض کی کہ مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھا کریں۔ تو ہم نے کہا بیٹھ جائیں اور کہا کہ آپ نے توحید باری تعالیٰ بیان فرمائی اس میں مجھے بڑا سرور حاصل ہوا کہ آپ کو اپنے پروردگار کے بارے میں علم ہے کہ اللہ سب سے بڑا ہے۔ پیدا کرنے والا، پالنے والا، مارنے والا، جلانے والا میرا

رب ہے۔ جس میں یہ خوبیاں پائی جائیں اسے رب کہتے ہیں۔ مگر آپ کے ایک عمل پر مجھے بہت بڑا دکھ ہوا کہ اللہ کو اتنا بڑا تسلیم کر رہے ہو اور مکھن والے توش تو خود تناول فرما رہے ہو اور جس نے اللہ کے نام پر مانگا اسے سادے توش دے رہے ہو۔ اے اللہ کے بندے آپ نے اللہ کو اپنے سے بھی کمتر سمجھا کم از کم اپنے برابر ہی سمجھ لیا ہوتا۔ جو لوگ اللہ کو سب سے بڑا اور اعلیٰ تسلیم کرتے ہیں. وہ تو اپنی جان بھی اللہ کے نام پر قربان کرنے کیلئے تیار رہتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہیں جن سے اللہ کے نام پر کپڑا مانگا جائے تو اسے پھٹا پرانا تلاش کر کے دیتے ہیں اور خود اعلیٰ ترین کپڑا پہنتے ہیں اور پھر دعویٰ کرتے ہیں کہ "اللہ سب سے بڑا ہے" حالانکہ ایسے عمل سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و بڑائی انکے نزدیک کچھ بھی نہیں۔ محض زبانی جمع خرچ رکھتے ہیں. ہمیشہ یاد رکھو کہ سب کچھ اللہ ہی کا ہے اگر اللہ تمہارا محبوب ہے تو اپنے محبوب پر اپنی محبوب ترین چیز قربان کر دو۔ تاکہ تمہارے عمل سے پتہ چلے کہ تم اپنے پروردگار کو "اللہ اکبر" تسلیم کر رہے ہو۔

ایوّب زر زمین حکومت یہ تو چیز ہے کیا
ہم راہِ خدا میں جان بھی دے دیں نذرانہ

حسنِ اخلاق

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنے محبوب ﷺ کے اخلاق کی یوں تعریف بیان فرمائی ہے۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○ بیشک آپ ﷺ اعلیٰ اخلاق پر فائز اور متصف ہیں۔

خلق عظیم کی شرح

حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کے اخلاق کو عظیم اور اعلیٰ اس لیے کہا گیا کہ آپ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ تھے۔

بعض حضرات کا قول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے اخلاق سے لوگوں کے ساتھ حسن معاشرت کا التزام فرمایا (یعنی لوگوں کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آئے) لیکن اپنے دل کے ساتھ ان سے علیحدہ رہے۔ (یعنی دل کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ رکھا)۔

شیخ واسطیؒ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کے لیے جو فرمایا گیا۔ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ وہ اس لیے فرمایا گیا کہ آپ ﷺ اپنے پاک باطن میں مشاہدہ حق سے لذت یاب تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے دوسرے نبیوں اور رسولوں سے زیادہ خداوند عالم کی نعمتوں سے استفادہ

فرمایا۔ بعض صالحین کا ارشاد ہے کہ تقویٰ کا لباس پہننا اور خداوند تعالیٰ کے اخلاق کو اپنانا خلقِ عظیم ہے۔ جب کہ کسی بدلہ کا خطرہ طبعیت میں باقی نہ رہے۔ اکثر بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جس کو "خلق عظیم" عطا فرمایا گیا ہو اس کو اعلیٰ مقامات دیئے جاتے ہیں کیونکہ مقامات کا تعلق عام اور اخلاص کا تعلق عادات و صفات سے ہے۔

حضرت شیخ جنیدؒ فرماتے ہیں کہ خلق عظیم یہ چار ہیں ۱۔ سخاوت ۲۔ الفت ۳۔ نصیحت ۴۔ شفقت۔ شیخ ابن عطا فرماتے ہیں کہ "خلق عظیم" یہ ہے کہ اس کے صاحب کو کوئی اختیار نہ ہو۔ یعنی اس نے اپنی خواہشوں اور نفس کو فنا کر دیا ہو اور حضور ﷺ نے اپنے نفس اور خواہشوں کو فنا کر دیا تھا اور آپ کو اپنی ذات پر کوئی اختیار نہ تھا آپ مکمل طور اللہ کی مرضی کے تابع تھے۔

شیخ ابو سعید قرشیؒ فرماتے ہیں کہ عظیم خداوند کی ذات ہے اس کے اخلاق میں جود و کرم درگذر معافی اور احسان ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے اخلاق ایک سو سے زیادہ ہیں اور جس نے اللہ تعالیٰ کے کسی ایک خلق کو اپنایا وہ جنت میں داخل ہو گا پس جب سرور کائنات ﷺ اخلاق خداوندی سے متصف ہو گئے اس وقت خداوند تعالیٰ نے قرآن پاک میں وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ کہکر تعریف فرمائی

شیخ ابو زرعہؒ نے حضرت عائشہؓ سے مروی حدیث بیان کی کہ انہوں

نے فرمایا۔ رسول للہ فرمایا کرتے تھے کہ مکارم اخلاق دس ہیں۔ کہ وہ بعض آدمی میں ہوتے ہیں لیکن اس کے بیٹے میں نہیں ہوتے اور بیٹے میں ہوتے ہیں لیکن باپ میں نہیں ہوتے۔ غلام میں ہوتے ہیں اس کے آقا میں نہیں ہوتے کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے یہ سعادت عطا فرماتا ہے اور دس اخلاق یہ ہیں۔

(۱) سچ بولنا (۲) دنیا سے بالکل ناامیدی رکھنا (۳) اگر اس کا پڑوسی بھوکا ہو تو خود پیٹ بھر کر نہ کھائے (۴) سوال کرنے والوں کو دینا (۵) احسانات کا بدلہ دینا (٦) امانت میں دیانت (۷) صلہ رحمی اور رشتہ داروں سے حسن سلوک (۸) دوست کے حقوق ادا کرنا (۹) مہمان نوازی (۱۰) حیا جو ان تمام خوبیوں کی بنیاد ہے۔

جس کا اپنے گھر میں حسن اخلاق اچھا ہے اس کا عمل خالص ہے۔

حدیث شریف

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ (مشکوٰۃ)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہو اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہوں۔

عَنْ عَآئِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَکْمَلِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا وَاَلْطَفُھُمْ بِاَھْلِہٖ۔
(رواہ ترمذی، مشکوۃ)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں! فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ مسلمانوں میں بڑے کامل ایمان والا وہ ہے جو سب سے اچھے اخلاق والا اپنے بال بچوں پر مہربان ہو۔

مومن کا تعلق خالق سے بھی ہے اور مخلوق سے بھی۔ خالق سے عبادات کا تعلق ہے اور مخلوق سے معاملات کا، عبادات درست کرنا آسان ہے مگر معاملات کا سنبھالنا بہت مشکل ہے اسی لئے یہاں اچھے اخلاق والے کو کامل ایمان والا قرار دیا۔ پھر اجنبی لوگوں سے کبھی کبھی واسطہ پڑتا ہے مگر گھر والوں سے ہر وقت تعلق رہتا ہے ۔ خلق حسن وہ عادت ہے جس سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ بھی راضی رہیں اور مخلوق بھی یہ ہے مشکل، مگر جسے یہ نصیب ہو جائے اس کے دونوں جہان سنبھل جاتے ہیں۔ کیونکہ بیوی خاوند کی خاطر اپنے سارے میکے والوں کو چھوڑ دیتی ہے اگر خاوند بھی اس پر ظلم کرے تو وہ کس کی ہو کر رہے کمزور پر مہربانی سنت الہیہ ہے اور سنت رسول اللہ ﷺ بھی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قِیْلَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
اَیُّ النِّسَآءِ خَیْرٌ قَالَ الَّتِیْ تَسُرُّهٗ اِذَا
نَظَرَ وَتُطِیْعُهٗ اِذَا اَمَرَ وَلَا تُخَالِفُهٗ
فِیْ نَفْسِهَا وَمَالِهَا بِمَا یَکْرَهُ

(رواہ النسائی۔ والبیہقی)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کونسی عورت اچھی ہے فرمایا کہ اسے خاوند دیکھے تو اچھی لگے اور جب اسے حکم دے تو اطاعت کرے اور اس کی مخالفت نہ کرے نہ اپنی جان میں نہ اپنے مال میں جو خاوند کو ناپسند ہو۔

صوفیہ کی اخلاقی حالت

صوفیائے کرام ریاضتوں اور مجاہدوں سے اپنے نفوس میں یہ صلاحیت پیدا کرتے ہیں بعض ایسے افراد بھی ہیں جو عمل تو کرتے ہیں لیکن اخلاق کو نہیں سنوارتے کچھ افراد ایسے ہیں کہ وہ اخلاق کے پابند ہیں مگر کچھ ایسے بھی ہیں جو حسن اخلاق پر کاربند نہیں، مگر حقیقی صوفیہ کی جماعت تمام حسن اخلاق کی پابندی کرتی ہے۔

شیخ ابوالقاسم گورگانی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسمائے حسنہ سالک طریقت کے اوصاف بن جاتے ہیں اگرچہ سلوک کی منزل میں

ہو اور واصل بحق نہ ہوا ہو۔ شیخ ابو القاسمؒ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ بندہ سالک ہر اسم خداوندی سے ایک صفت کا حامل بن جاتا ہے مثلاً وہ اللہ تعالیٰ کے اسم صفاتی "الرحیم سے رحم کرنے" کی صفت بقدر طاقت بشری اختیار کر سکتا ہے۔

حضرت ابو الدرداؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے میزان عمل میں رکھی جانے والی چیزوں میں حسن عمل سے زیادہ کوئی چیز وزنی نہیں ہے اور حسن عمل کرنے والا اسی کی بدولت نمازی اور روزہ دار کے درجے کو پہنچ جاتا ہے۔

حضور ﷺ اپنے پھٹے ہوئے جوتوں کی خود ہی مرمت کر لیا کرتے تھے۔ کپڑوں میں خود ہی پیوند لگایا کرتے تھے گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتے تھے۔ آپ ﷺ سب سے زیادہ حیادار اور سب سے زیادہ متواضع تھے۔

تواضع

اخلاق صوفیہ میں سب سے بہتر خلق تواضع ہے بندہ کے لئے تواضع سے بہتر کوئی اور لباس نہیں ہے۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ,,اللہ تعالیٰ نے میری طرف یہ وحی نازل فرمائی۔ تم تواضع اختیار کرو اور کوئی شخص ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرے،، حضور ﷺ کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ آزاد اور غلام سب کی دعوت قبول

فرماتے تھے خواہ دودھ کا گھونٹ یا خرگوش کی ایک ران ہی کیوں نہ ہو لی آپ ﷺ (حسب موقع) اس کا صلہ بھی دیتے تھے اور خود بھی اس کا استعمال فرماتے تھے اسی طرح آپ ﷺ کنیز یا غلام کو جواب دینے میں غرور نہ فرماتے۔

حضرت سلیمان بن عمرو بن شعیب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تواضع کی چوٹی کی بات یہ ہے کہ جس سے تم ملو اس کو پہلے سلام کرو اور جو تم کو سلام کرے اس کا جواب دو۔ مجلس میں کمتر جگہ پر بیٹھنے میں تم کو عار نہ ہو۔ تم کو یہ خواہش نہ ہو کہ کوئی تمہاری تعریف کرے یا تم پر احسان کرے۔

شیخ ابو حفصؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ اس کا دل تواضع اختیار کرے تو اس کو چاہیے کہ صالحین کی صحبت اختیار کرے اور ان کی عزت و حرمت کرے اس طرح وہ ان صالحین کی شدت تواضع سے جو ان کے نفوس میں موجود ہے۔ اقتداء (پیروی) کرے گا اور تکبر سے بچ جائے گا۔ (ان کی صحبت میں خود بخود تواضع اختیار کرے گا)

کبر کی حقیقت

کبر انسانی اس خیال اور گمان کو کہتے ہیں کہ وہ دوسروں سے بہت بڑا ہے اور اس کے اظہار کو تکبر کہتے ہیں کبر۔ (بڑائی) ایک صفت ہے جو سوائے

اللہ تعالیٰ کی ذات کے کسی اور میں موجود نہیں ہے اگر مخلوقات میں سے کوئی اس صفت سے متصف ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے تکبر انسان میں حقیقتاً غرور و خود پسندی سے پیدا ہوتا ہے اس قسم کی جہالت خلاف انسانیت ہے یہی سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے متکبرین کو ناپسند فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ○

اللہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

دوسری جگہ فرمایا!

اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ○

کیا جہنم تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ نہیں

حدیث قدسی میں آیا ہے!

اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ وَالْعَظْمَةُ اِزَارِيْ فَمَنْ نَازَعَنِيْ وَاحِدًا مِّنْهُمَا قَصَمْتُهٗ

کبریائی میری چادر ہے اور عظمت و بزرگی میرا لباس ہے پس جس نے ان دونوں میں سے کسی کو لینے کی خواہش کی میں اس کو پاش پاش کردونگا۔

انسان کی سرکشی

اللہ تعالیٰ نے انسان کی سرکشی کارد اس طرح فرمایا ہے ارشاد فرمایا!

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ○ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ○

زمین پر اکڑ کر اتراتے ہوئے مت چلو کیونکہ نہ تم زمین کو پھاڑ سکو گے اور نہ پہاڑوں کی طرح بلند ہو سکو گے بے شک اللہ کو پسند نہیں آتا کوئی اترانے والا (متکبر) اور بڑائی مارنے والا۔

رحمٰن کے بندے

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ○

اور رحمٰن کے وہ بندے کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرے تو اسے کہتے ہیں بس سلام (یعنی اس سے بحث نہیں کرتے)

عاجزی انکساری اور تواضع صوفیہ کے فضائل اخلاق میں ایک شریف خلق ہے اور ان کے اخلاق کا ایک اہم حصہ ہے۔

تحمل اور دوسروں کی اذیت برداشت کرنا

صوفیہ کا دوسرا اہم اخلاقی فعل تحمل ہے جس کی بدولت وہ مخلوق کی اذیت کو برداشت کرتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کہ مومن وہ ہے کہ جو لوگوں کے ساتھ رہن سہن رکھتا ہو اور ان کی اذیت پر صبر کرتا ہو۔ ایسا شخص اس سے کہیں بہتر ہے جو لوگوں سے ربط ضبط نہ رکھتا ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تم میں سے کوئی ابو ضمضم کی طرح نہیں ہو سکتا لوگوں نے عرض کیا۔ کہ حضور ﷺ ابو ضمضم کا کیا عمل تھا، آپ ﷺ نے فرمایا ۔وہ روزانہ صبح کے وقت یہ کہتا تھا الٰہ العالمین! میں نے اپنی آبرو اس شخص پر قربان کر دی ہے جو مجھ پر ظلم کرے۔ پس جو کوئی مجھ کو مارے گا، میں اسے نہ ماروں گا اور جو مجھے گالیاں دے گا میں اسے گالیاں نہ دوں گا اور جو مجھ پر ظلم کرے گا میں اس پر ظلم نہیں کروں گا۔ سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں۔

جے جیوندیاں مر رہناں ہووے تاں دیس فقیراں بہیے ہو
جے کوئی سٹے کوڑا گودڑ وانگ اروڑی سہیئے ہو
جے کوئی کڈھے گاہلاں مہنے اس نوں جی جی کہیے ہو
گلا الاہماں بھنڈی خواری یار دے پاروں سہیئے ہو
قادر دے ہتھ ڈور اساڈی باہو جیوں رکھے تیوں رہیئے ہو

قول معروف

اسلام اچھی عادات اور نیک باتوں کا درس دیتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ — اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کرو۔

دوسری جگہ فرمایا۔ وَقُوْلُوْا قَوْلًا كَرِيْمًا اور اچھی بات کرو۔ لہٰذا سالک کو ان امور کا سختی سے پابند ہونا چاہیے۔

ایثار

ارشاد خداوندی ہے۔

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ — اور وہ اپنے نفسوں پر ایثار کرتے ہیں حالانکہ وہ خود احتیاج رکھتے ہیں (یعنی انہیں خود بھی ضرورت ہوتی ہے)

صوفیائے کرام کا ایک خلق "ایثار" بھی ہے اس جذبہ پر ان کی قوت ایمانی، رحم اور شفقت آمادہ کرتی ہے وہ جو کچھ انکے پاس ہوتا ہے ان کو قربان کر دیتے ہیں اور جو چیز نہیں ہوتی اس پر صبر کرتے ہیں۔

شیخ بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ بلخ کے ایک نوجوان نے مجھے لاجواب کر دیا ہوا یوں کہ وہ نوجوان حج کے سفر میں ہمارے پاس آیا تھا اس نوجوان نے مجھ سے پوچھا کہ زہد کسے کہتے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ ہمیں جو

کچھ مل جاتا ہے وہ کھا لیتے ہیں اور اگر نہیں ملتا تو صبر کر لیتے ہیں اس نوجوان نے کہا کہ "ہمارے بلخ کے کتے بھی یہی کرتے ہیں" یہ سن کر میں نے پوچھا تمہارے نزدیک زہد کیا ہے اس نے کہا "جب ہمیں کچھ نہیں ملتا تو ہم شکر ادا کرتے ہیں اور اگر کچھ مل جاتا ہے تو اس کو ایثار کرتے ہیں۔ (دوسرں پر صرف کر دیتے ہیں) اس کی بات سن کر میں شکست خوردہ ہو گیا۔ شیخ ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ فراخ دل زاہد میں یہ تین باتیں پائی جاتی ہیں اس کی یہ تین نشانیاں ہیں۔ (۱) جمع کردہ چیز کو خرچ کرتا ہے (۲) گم شدہ کی تلاش نہیں کرتا (۳) اور اپنی غذا اور خوراک دوسروں کو کھلا دیتا ہے۔

حدیث شریف

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے نضیر کے دن (بنو نضیر کی جنگ کے دن) انصار سے فرمایا۔ کہ اگر چاہو تو مہاجرین کو اپنے مالوں اور گھروں میں شریک کر لو۔ پھر تم انکے مال غنیمت میں بھی ان کے شریک ہو جاؤ اور اگر تم چاہو تو تمہارے اموال اور گھر بار تمہارے پاس رہیں گے لیکن اس صورت میں اس مال غنیمت سے تم کو کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ (کیونکہ اس وقت مہاجرین بالکل بے سہارا اور بے سکت ہیں) اس کے جواب میں انصار نے کہا کہ ہم اپنے بھائیوں کو اپنے اموال اور گھروں میں برابر کا حصہ دیں گے اور اس کے علاوہ مال غنیمت صرف ان کا حق ہے ہم اپنا

حق ان کے حق میں ایثار (قربان) کرتے ہیں۔ ہم اس میں سے حق نہیں لیں گے۔ ان کے اس ایثار پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ — وہ ایثار کرتے ہیں اپنے نفسوں پر
وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ — خواہ وہ خود حاجت مند ہوں۔

(حشر)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابیؓ کو بکری کی بھنی ہوئی سری کسی نے بھیجی وہ اس دن بہت ہی تنگ حال تھے لیکن اس پر بھی انہوں نے یہ تحفہ اپنے پڑوسی کو بھیج دیا اور انہوں نے اپنے پڑوسی کو۔ اسی طرح یہ ہدیہ دست بدست سات افراد تک پہنچا اور آخر میں پھر پہلے صحابیؓ کے پاس آگیا۔ اس ایثار پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔

شیخ ابو حفصؒ کا ارشاد ہے ایثار یہ ہے کہ اپنے روحانی بھائیوں کے حصے کو دنیا اور آخرت کے کاموں میں اپنے حصوں پر مقدم رکھو۔

حقیقی ایثار

ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ اگر تم اپنے آخرت کے حصے کو اپنے بھائیوں پر قربان کر دو۔ تو وہ حقیقی ایثار ہو گا کیونکہ دنیا تو ایک بہت ہی معمولی چیز ہے وہ اس لائق کب ہے کہ وہ ایثار کے شایان شان بن سکے بلکہ اس کے ساتھ تو ایثار کا لفظ استعمال بھی نہیں کرنا چاہیے۔

شیخ ابو بکرؒ بن سعدان فرماتے ہیں کہ جو شخص صوفیائے کرام کی صحبت میں رہنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ بے نفس، بے دل اور بے ملک بن کر ان کے ساتھ رہے کیونکہ اگر وہ ان کے صحبت میں رہے گا اور بنیادی اسباب پر نظر رکھے گا تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ جب صوفیائے کرام کے سلسلہ میں حکومت عباسیہ کے پاس شکایت گئی اور ان پر اتہامات لگائے گے تو حضرت جنید بغدادیؒ تو اپنی فقہ دانی کے باعث عتاب سلطانی سے بچ گئے لیکن دوسرے مشائخ جیسے شیخ شامؒ، دقامؒ اور شیخ ابو الحسن نوریؒ کو گرفتار کر لیا گیا ان گرفتار شدگان کی گردن اڑانے کا حکم دے دیا اور چمڑ ابچھا دیا گیا تو سب سے پہلے شیخ ابو الحسن نوری آگے بڑھے جب ان سے اس سبقت کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا میں اپنے بھائیوں کے لئے اپنی ایک گھڑی کی زندگی کا ایثار کر رہا ہوں (کہ یہ ایک گھڑی اور زندہ رہ لیں)

عفوودر گذر

عفو در گزر بھی صوفیوں کے اخلاق سے ہے یعنی ان کے اخلاق کی نمایاں خصوصیت ہے وہ اس خلق کے باعث برائی کا بدلہ بھلائی سے دیتے ہیں حضرت سفیان ثوریؒ کا قول ہے کہ جو تمہارے ساتھ برائی کرے اس کا بدلہ بھلائی سے دو۔ اسی کا نام احسان ہے اور بھلائی کا بدلہ بھلائی سے دینا تو ایک قسم کی تجارت ہے اور بازاری لین دین ہے کہ ایک ہاتھ سے دیا اور دوسرے ہاتھ

سے لیا۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے جنت میں جب اونچے اور شاندار محل (شب معراج) دیکھے تو جبرائیل امین سے پوچھا کہ یہ کن لوگوں کیلئے ہیں جبرائیل نے کہا یہ ان حضرات کیلئے ہیں جو غصے کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاس.

حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ مسلمانو! تم بازاری نہ بن جاؤ کہ کہنے لگو۔ اگر لوگ ہمارے ساتھ احسان کریں گے تو ہم بھی احسان کریں گے اور اگر وہ ظلم کریں گے تو ہم بھی ظلم کریں گے بلکہ تم خود کو اس بات کا عادی بناؤ کہ اگر لوگ احسان کریں تو تم بھی احسان کرو اور اگر وہ ظلم کریں تو تم (اس کے بدلے) ظلم نہ کرنا۔

خندہ روی اور خندہ پیشانی

خندہ روی اور خندہ پیشانی بھی صوفیہ کے اخلاق ہیں صوفی اگرچہ خلوت میں روتا ہے لیکن جب وہ لوگوں کے سامنے آتا ہے تو ہشاش بشاش اور شگفتہ رو نظر آتا ہے اس کے چہرے کی یہ شگفتگی اس کے انوار قلب کا انعکاس ہے کہ صوفی کے باطن پر اللہ تعالیٰ کے ایسے انعامات نازل ہوتے ہیں جن کے باعث اس کا قلب مسرت وانبساط سے لبریز ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ

کا ارشاد ہے۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ○ اس دن بہت سے چہرے روشن اور ہشاش بشاش ہوں گے۔

بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ چہرے اس دن اس لئے روشن ہوں گے کہ وہ مدتوں تک اللہ کی راہ میں غبار آلودہ رہے ہیں اور قلب کے نور سے چہروں کا منور ہونا بالکل ایسا ہے جیسے چراغ سے شیشے اور چراغ دان جگمگانے لگتے ہیں گویا چہرے چراغ دان ہیں اور دل شیشہ ہے اور روح چراغ ہے۔(یعنی روح کے نور سے جب دل کا شیشہ جگمگانے لگتا ہے تو چہرے پر اس کا اثر ضروری ہے)۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ○ تم ان کے چہروں پر نعمتوں کی تازگی کو پہچان لو گے۔

شیخ سعد بن عبدالرحمٰن زبیری کا قول ہے۔"مجھے فقراء میں وہ پسند ہے جو ہنس مکھ، نرم خو اور شگفتہ رو ہو"لیکن ایسا شخص کہ تم اس سے شگفتہ روی اور خندہ پیشانی کے ساتھ ملو اور وہ تم سے ایسی ترش روی سے پیش آئے گویا وہ تم پر احسان کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ فقراء میں اس جیسے زیادہ نہ فرمائے۔

لوگوں کے ساتھ لینت (نرم خوئی) تواضع ملنساری اور بے تکلفی بھی صوفیوں کے اخلاق میں داخل ہے اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کی

خوش اخلاقی کے چند واقعات بیان کئے جارہے ہیں اور صوفیائے کرام آپ ﷺ کے اخلاق کی پیروی کرتے ہیں (لہذا ان میں یہ وصف موجود ہونا ضروری ہے) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہاں میں مزاح کرتا ہوں مگر حق بات کہتا ہوں۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے اونٹ پر بٹھا دیجئے حضور ﷺ نے فرمایا میں تم کو اونٹ کے بچے پر سوار کرادوں گا اس شخص نے عرض کیا کہ حضور ﷺ میں نے تو اونٹ کی سواری کی درخواست کی ہے اور آپ مجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کرارہے ہیں حضور ﷺ نے ارشار فرمایا۔ اونٹ بھی تو اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے۔

حضرت (ام المومنین) عائشہؓ سے دریافت کیا گیا کہ کیا حضور ﷺ کا شانہ نبوت میں بھی جب کہ وہ اکیلے ہوتے اسی طرح (خوش مزاجی کے ساتھ) رہتے تھے انہوں نے فرمایا کہ آپ سب سے زیادہ ہنس مکھ، نرم مزاج تھے۔ ہر وقت ہنستے اور مسکراتے رہتے۔

حضرت عائشہؓ ایک دوسرے موقع پر واقعہ سناتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بار میرے ساتھ دوڑ لگائی۔ تو پہلی بار میں آپ سے آگے نکل گئی۔ دوسری بار آپ آگے نکل گئے۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ پہلی بار کا بدلہ ہے۔ آپ اکثر میرے چھوٹے بھائی سے (لطور مزاح) اس عبارت میں

کلام فرماتے اور ارشاد فرماتے۔ یا ابا عمیر ما فعل النفیر اے ابو عمیر! ننھی چڑیا نے کیا کیا۔ (نفیر پدے کو کہتے ہیں)

مبتدی مریدوں کو مزاح سے احتراز کرنا چاہیے

ان مریدوں کو جو تربیت کے ابتدائی مراحل میں ہیں کثرت سے ایسے کاموں (مزاح) کی طرف توجہ نہیں دینا چاہیئے اس لئے کہ ان میں علم اور معرفت نفس ابھی کم ہے اس لئے خطرہ ہے کہ وہ کہیں حد اعتدال سے تجاوز نہ کر جائیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسے مواقع پر نفس بہت زیادہ ہیجان میں آجاتا ہے جو اس کی سرکشی و بدمستی کا باعث بن سکتا ہے اس لئے عوام کے مزاج کی مطابقت کرنا (ان کے مزاج کے مطابق ان سے پیش آنا گفتگو کرنا یا ان کے ساتھ مزاح میں شریک ہونا ہر ایک کے بس کی بات نہیں) یہ صرف ان لوگوں کے لئے مناسب ہے جو روحانیت کے بلند مقام پر فائز ہوں۔

خبردار! بہت زیادہ ہنسی دل کی موت ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بکثرت ہنسنا رعونت کی علامت ہے۔ حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ زیادہ ہنسنے والے سے جب کہ اس میں عجب نہ ہو اور بہت زیادہ چغلخوری کرنے والے سے جبکہ اس کی کوئی وجہ نہ ہو، نفرت کرتا ہے۔

سادگی یا ترک تکلف

سادگی یا ترک تکلف بھی اخلاق صوفیہ میں سے ہے۔ اس لئے کہ تکلف نام ہے بناوٹ کا۔ یعنی محض دوسرں کی خاطر نفس پر بے جا دباؤ ڈالنا، اس سے وہ دباؤ تکلف پیدا ہوتا ہے۔ جو صوفیہ کے (پاکیزہ) احوال کے منافی ہے بلکہ بعض صورتوں میں تو ایک طرح سے تقدیر سے ٹکراؤ اور قسام ازل سے عدم رضا کا شائبہ اس کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے۔

تکلف ہر چیز میں برا ہے۔ جیسے لوگوں کے سامنے لباس میں تکلف کرنا۔ کلام میں تکلف کرنا۔ اسی طرح بہت زیادہ خوشامد کرنا جو اس زمانے کے لوگوں کا شعار بن گیا ہے۔ چنانچہ اس دور میں چند افراد کے علاوہ کوئی بھی خوشامد سے محفوظ نہیں ہے۔ اب تو یہ حالت ہے کہ بہت سے خوشامدی لوگوں کو یہ پتہ بھی نہیں چلتا کہ وہ خوشامد کر رہے ہیں۔ بسا اوقات خوشامد سراسر منافقت بن جاتی ہے اور یہ صوفی کے احوال کے منافی ہے۔

قناعت

اخلاق صوفیہ میں قناعت بھی ہے۔ یعنی دنیا کی تھوڑی سی چیز پر بس کرنا (اس کو کافی سمجھنا) حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ جس نے قناعت اختیار کی۔ اس کو اہل زمانہ سے آرام حاصل ہوا۔ اور اس نے اپنے عہدوں پر غلبہ پایا۔ بعض صوفیہ کا ارشاد ہے کہ جس طرح تو قصاص کے

ذریعہ اپنے دشمن سے بدلہ لیتا ہے۔ اسی طرح اپنی قناعت سے حرص کا انتقام لے۔

جناب یحییٰ بن معاذ نے کہا ہے جو اپنے رزق پر قانع ہو گیا وہ آخرت کو حاصل کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ بے شک آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اسلام لایا اور اس کا رزق اس کے لئے کافی ہو اور اس پر وہ صبر کرے تو وہ کامیاب انسان ہے۔

پس صوفی عدل سے اپنے نفس پر غالب ہے اور نفس کی سرشت سے آگاہ ہے۔ قناعت کے فوائد حاصل کرنا جانتا ہے اور نفس کی اصلاح کے طریقوں سے آگاہ ہے وہ جانتا ہے کہ اس کا مرض کیا ہے اور اس مرض کی دوا کیا ہے۔ ابو سلیمان درانی کہتے ہیں قناعت، رضا سے حاصل ہوتی ہے۔

صوفیہ کا حلم اور جھگڑے سے گریز

صوفیہ کی ایک اخلاقی خصوصیت یہ ہے کہ وہ جھگڑے مٹاتے ہیں اور غیظ و غضب کو ترک کرتے ہیں۔ جبکہ وہ حق کیلئے ہو۔ وہ نرمی اور تحمل اختیار کرتے ہیں جھگڑا کرنے والوں کے نفس میں ہیجان برپا ہو جاتا ہے اور صوفی جب اپنے کسی مخلص اور دوست کے نفس میں اس کا ظہور پاتا ہے۔ تو وہ اس کا مقابلہ اپنے قلب حلیم کے ساتھ کرتا ہے اور جب نفس حلیم کے مقابل ہوتا ہے تو اس کی یہ وحشت دور ہو جاتی ہے اور فتنہ دب جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے

اپنے بندوں کی تعلیم کے لئے ارشاد فرمایا ہے:

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَاالَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ○

تم بہترین طریقے پر مدافعت کرو تاکہ وہ شخص جس کے ساتھ تمہاری عداوت ہے جلد ایک گہرے دوست کی طرح بن جائے۔

کینہ پیدا ہونے کے بہت سے اسباب ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ کہ کینہ عموماً اس وقت پیدا ہوتا ہے کہ باہم مماثل اور مشاکل ہوں اور یہ ایک دوسرے پر حسد کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ لیکن جس شخص کا نفس زہد و تقویٰ کی آگ سے گداختہ ہو چکا ہے اور گداز میں انتہائی منزل کو پہنچ گیا تو کینہ اس کے باطن سے مٹ جاتا ہے اور پھر ان دلوں میں فانی لذتوں کے لئے جاہ و مال کے اعتبار سے حسد باقی نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ جنت میں متقین کا وصف اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

وَنَزَعْنَامَافِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ ○

ہم نے ان کے سینوں سے جو کچھ کینہ تھا وہ دور کر دیا۔

شیخ ابو حفصؒ فرماتے ہیں کہ ان قلوب میں کینہ کس طرح باقی رہ سکتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ الفت ہے اور جو اس کی محبت میں قدم جمائے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مودت میں غیر متزلزل ہیں اور اس کے ذکر سے

مانوس ہیں اس لئے کہ ایسے قلوب نفسانی خطرات سے پاک اور طبیعت وسر شت کی تیرگی سے پاک ہیں بلکہ ان کے دلوں (کی آنکھیں) نور یقین سے سرمگیں (سرمہ آلود) ہیں۔ پس وہ باہم بھائی بھائی ہو گئے ہیں۔

پس ایسے پاک وصاف قلوب اہل تصوف کے ہیں اور ان لوگوں کے ہیں۔ جو ایک کلمہ پر جمع ہیں اور قدم گاڑے ہوئے ہیں اور جنہوں نے طریقت کی شرائط کا التزام کیا ہے اور یقین کے ساتھ حصول کامرانی پر ڈٹے ہوئے ہیں

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ,,اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کر اور نہ ایسا وعدہ کر جس کے تو خلاف کرے،،۔

ایک اور روایت ہے کہ آپ کا گذر ایسے لوگوں سے ہوا جو ایک بھاری پتھر کو اٹھا رہے تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا یہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا یہ بہت بھاری پتھر ہے (اس کو ہم اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں) آپ نے فرمایا میں تمہیں اس بھی بھاری اور سخت چیز سے آگاہ کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی سے ناراض ہو لیکن وہ اپنے شیطان اور اپنے بھائی کے شیطان پر غالب آ کر اس سے بات چیت کرنے لگے۔ (یہ اس سے اہم اور بڑا کام ہے جو تم کر رہے ہو)

پردہ داری و عیب پوشی

حضرات صوفیہ کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں اور ہم جلیسوں کی پردہ پوشی کرتے ہیں۔ منقول ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے حواریوں سے دریافت کیا کہ اگر تمہارا کوئی ساتھی سوتا ہو اور ہوا نے اسکے کپڑے کو کھول دیا تو تم کیا کرتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس کو چھپاتے اور ڈھک دیتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ تم اس کو ظاہر کر دیتے ہو، حواریوں نے کہا سبحان اللہ ایسا کب ہوتا ہے؟ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا وہ اس طرح کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کے بارے میں اسکی کوئی نامناسب بات سنتا ہے تو وہ اسکو خوب بڑھا چڑھا کر لوگوں میں پھیلاتا اور اسکی تشہیر کرتا ہے۔

ہنسی اور کھیل

حدیث شریف میں ہے کہ زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ تبسم فرماتے تھے۔ مگر آواز نہیں ہوتی تھی اور آپ ﷺ تمام عمر قہقہہ لگا کر نہیں ہنسے بلکہ اس سے منع فرمایا ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ کچھ لوگوں کو ہنسی کھیل میں مصروف دیکھا۔ آپ ٹھہر گئے انہیں سلام کیا۔ وہ سب آپ کو دیکھ کر دست بستہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ نے ان

لوگوں سے سوال کیا کہ کیا تم لوگ موت سے بے فکر ہو گئے ہو؟ سب نے یک زبان ہو کر عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے پھر پوچھا کیا تم اپنے اعمال سے بے خوف ہو گئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ایسا نہیں رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا تم پل صراط سے گذر چکے ہو؟ کہنے لگے نہیں یا حضرت فرمایا پھر تم کیوں ہنسی کھیل میں لگے ہو تو وہ شرمندہ ہوئے اور توبہ کی۔ خواجہ اجمیریؒ نے فرمایا ہنسی اور قہقہہ کبیرہ گناہ ہے۔

توبہ

گناہوں سے توبہ ہر مسلمان مرد اور عورت پر واجب ہے فرمان الٰہی ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ

اے ایمان والو! اللہ سے پختہ توبہ (سچی) کرو۔

ایک اور مقام پر فرمایا

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ ؕ

تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا اور توبہ

وَتُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ؕ

کرو اللہ کی طرف اے مومنو! تاکہ تم فلاح پاؤ۔

هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَعْفُوْ عَنْ كَثِیْرٍ ؕ

اللہ وہ ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور ان کے گناہوں سے درگذر فرماتا ہے

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝	بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

حدیث شریف

حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔ گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس سے کوئی گناہ سرزد نہ ہوا ہو۔

حکایت

حضرت ذوالنون مصریؒ نے کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بہت سے ایسے بندے ہیں جنہوں نے خطاؤں کے پودے لگائے انہیں توبہ کا پانی دیا اور حسرت و ندامت کا پھل کھایا وہ دیوانگی کے بغیر دیوانہ کہلائے اور بغیر کسی مشقت کے لذتیں حاصل کیں۔ یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی معرفت رکھنے والے فصیح و بلیغ حضرات ہیں اور عدیم النظیر ہیں انہوں نے محبت کے جام پیئے اور مصائب پر صبر کرنے کی دولت سے مالامال ہوئے پھر عالم ملکوت میں ان کے دل غمزدہ ہو گئے اور عالم جبروت کے حجابات کی سیر نے ان کے افکار کو جلا بخشی انہوں نے ندامت کے خیموں میں بسیرا کیا اپنی خطاؤں کے صحیفوں کو پڑھا اور گریہ زاری میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ وہ اپنی پرہیزگاری کی بدولت زہد کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہو گئے انہوں نے ترک

دنیا کی تلخی کو شیریں سمجھا اور سخت بستروں کو انتہائی نرم جانا تاآنکہ انہوں نے راہ نجات اور سلامتی کی بنیادوں کو پالیا ان کی ارواح کو بہشت کے باغوں میں جگہ ملی اور ابدی نیند کے مستحق قرار پائے۔ آہ و بکا کی خندقوں کو پاٹ دیا اور خواہشات کے پلوں کو عبور کر گئے یہاں تک کہ وہ علم کے ہمسائے ہوئے اور حکمت و دانائی کے تالاب سے سیراب ہوئے وہ فہم و فراست کی کشتیوں میں سوار ہوئے انہوں نے سلامتی کے دریا میں نجات کی دولت سے قلعے بنائے اور راحت کے باغات اور عزت و کرامت کے خزانوں کے مالک بن گئے۔

توبہ کی اقسام

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں۔

تَوْبَةُ الْعَوَامِ مِنَ الذُّنُوْبِ وَتَوْبَةُ الْخَوَاصِ مِنَ الْغَفْلَةِ

یعنی عوام کی توبہ گناہوں سے ہے اور خواص کی توبہ غفلت سے ہے (اس لئے کہ عوام سے ظاہر حال پوچھا جائیگا اور خواص سے معاملہ کی تحقیق)۔

حضرت ابو حفص حدادؒ فرماتے ہیں۔

اَلتَّوْبَةُ اِذَا ذَكَرْتَ الذَّنْبَ ثُمَّ لَا يَجِدُ حَلَاوَةً عِنْدَ ذِكْرِهٖ فَهُوَ التَّوْبَةُ

یعنی توبہ کی تعریف یہ ہے کہ جب تم گناہ کو یاد کرو پھر تم اس

کی یاد میں لذت نہ پاؤ تو وہ توبہ

ہوتی ہے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ توبہ کی دو صورتیں ہیں ایک توبہ انابت ہے دوسری توبہ استحیاء توبہ انابت یہ ہے کہ بندہ عذاب الٰہی کے خوف سے توبہ کرے اور توبہ استحیا یہ ہے کہ بندہ حق تعالیٰ کے کرم سے شرم کر کے توبہ کرے لہٰذا خوف والی توبہ جلال الٰہی کے کشف سے ہے اور شرم والی توبہ جمال الٰہی کے نظارہ سے ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک جلال الٰہی میں اس کے خوف کی آگ سے جلتا ہے اور دوسرا جمال الٰہی میں حیاء شرم کے نور سے روشن ہوتا ہے اہل حیاء اصحاب سکر ہیں اور اہل خوف اصحاب صحو۔

اولیاء اللہ کے پاس جا کر توبہ کرنا

بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ حضور علیہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص تھا جس نے ننانوے قتل کیے تھے اس نے دنیا کے سب سے بڑے عالم کے متعلق پوچھ گچھ کی تو لوگوں نے اسے ایک راہب کا پتہ دیا چنانچہ وہ راہب کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میں نے ننانوے قتل کیے ہیں کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ راہب بولا نہیں اور اس آدمی نے راہب کو بھی قتل کر کے سو قتل پورے کر لیے پھر اس نے دوبارہ دنیا کے سب سے بڑے عالم کی تلاش کی تو اسے ایک عالم کا پتہ بتایا گیا وہ

عالم کے پاس گیا اور کہا کہ میں نے سو قتل کیے ہیں اس کے لئے توبہ ممکن ہے؟ عالم نے کہا ہاں تیرے اور تیری توبہ کے درمیان کون حائل ہو سکتا ہے۔ فلاں فلاں جگہ جاؤ جہاں اللہ تعالیٰ کے نیک عبادت گذار لوگ رہتے ہیں تم بھی وہاں جا کر ان کے ساتھ عبادت کرو اور پھر اپنے وطن واپس نہ ہونا کیونکہ یہ بہت بری جگہ ہے۔

چنانچہ وہ چل پڑا جب وہ آدھے راستے میں پہنچا تو اسے موت آگئی۔ لہٰذا اس کے متعلق رحمت اور عذاب کے فرشتوں کا آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ تائب ہو کر اپنا دل رحمت خداوندی سے لگانے آرہا تھا۔ عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے کبھی کوئی نیکی نہیں کی۔ تب ان کے پاس آدمی کی شکل میں ایک فرشتہ آیا جسے انہوں نے اپنا حکم تسلیم کیا اس فرشتہ نے کہا تم زمین ناپ لو۔ وہ جس بستی کے قریب تھا وہ انہی میں شمار ہو گا چنانچہ انہوں نے زمین ناپ لی اور وہ نیکوں کی بستی کے قریب نکلا لہٰذا اسے رحمت کے فرشتے لے گئے۔

جناب قتادہؒ کا قول ہے کہ حضرت حسنؓ نے ہمیں یہ بتایا تھا کہ جب عزرائیل آیا تو اس شخص نے اپنا سینہ نیکوں کی طرف کر دیا۔

درود شریف

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝

(الاحزاب:۵۶)

"بے شک اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی حضور ﷺ پر ضرور درود و سلام بھیجو۔"

درود شریف تمام احکام سے افضل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی حکم میں اپنا اور اپنے فرشتوں کا ذکر نہ فرمایا کہ ہم بھی یہ کرتے ہیں تم بھی کرو سوا درود شریف کے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب کچھ نہ بنا تھا تب بھی اللہ تعالیٰ حضور ﷺ پر رحمتیں بھیج رہا تھا۔ ہمارا درود شریف پڑھنا رب سے بھیک مانگنے کے لیے ہے۔ جیسے فقیر داتا کے جان ومال کی خیر مانگ کر بھیک مانگتا ہے۔ ہم حضور ﷺ کی خیر مانگ کر بھیک مانگتے ہیں۔ اس کائنات میں جو کوئی آپ ﷺ کی ذات اقدس پر درود بھیجتا ہے۔ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں مقرر فرشتے اس درود و سلام عرض کرنے والے کا نام اور اسکی ولدیت کا تذکرہ کر کے عرض کرتے ہیں۔ فلاں نے آپ ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے۔ بعض اہل محبت وادب ایسے بھی ہوتے ہیں جن پر آقا ﷺ شفقت فرماتے ہوئے خود

ان کا درود سنتے ہیں اور جواب سے نوازتے ہیں۔ امتی کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا خوشی ہو سکتی ہے کہ آقا ﷺ کے ہاں ان کا نام اور تذکرہ ہو جائے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود بھیجتا ہے میں اس کو سنتا ہوں اور جو شخص دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہو وہ میرے پاس پہنچایا جاتا ہے حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو کوئی مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت بھیجے گا۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "درود بھیجنا گناہوں کو ایسے مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو" اور رسول اکرم ﷺ سے محبت کرنا جانوں کے آزاد کرنے سے افضل ہے یا یہ فرمایا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے افضل ہے۔ (کنزالاعمال جلد ا صفحہ ۲۱۳)

حضرت براء بن عاذبؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا "جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دیتے ہیں اور اس کے دس گناہ مٹا دیتے ہیں اور اس کے ذریعے اس کے دس درجے بلند کرتے ہیں اور دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔ (جواہر البحار)

حضرت عامر بن ربیعہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے جو کچھ وہ درود میں کہتا ہے وہی فرشتے اس پر بھیجتے

ہیں اب ہر انسان کو اختیار ہے کہ مجھ پر درود کم پڑھے یا زیادہ (سنن ابن ماجہ)

دعا سے پہلے درود شریف

دعا عبادات کا مغز ہے مگر اس کی قبولیت بارگاہ خداوندی میں تب ہے جب اس میں حضور ﷺ کی ذات اقدس پر درود و سلام ہو۔ حضرت فضاء بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف رکھتے تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی اور کہا "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ "یعنی اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما" نبی اکرم ﷺ نے اسے فرمایا "اے نمازی تو نے جلدی سے کام لیا جب تو نماز پڑھ چکا تو بیٹھ کر پہلے اللہ کی تعریف بیان کرتا پھر مجھ پر درود و سلام پڑھتا اور پھر دعا مانگتا" (سنن نسائی جلد اصفحہ ۱۲۹)

حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ حضور اکرم ﷺ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ بھی وہاں جلوہ افروز تھے جب میں نماز سے فارغ ہو گیا تو پہلے میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر رسول اکرم ﷺ پر دورد بھجا پھر اپنے لئے دعا مانگی اس پر نبی اکرم ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا سل تعط سل تعط "اب جو تو اللہ سے مانگے گا عطا کیا جائے گا"

(جامع ترمذی جلد اصفحہ ٦٦)

ان احادیث مبارکہ سے نماز کے بعد ذکر اور صلوۃ و سلام پڑھنا ثابت

ہوتا ہے جو کہ اہلسنت والجماعت کا دستور ہے۔

درود شریف کے بغیر دعا قبول نہیں ہوتی

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا "ہر دعا روک دی جاتی ہے جب تک کہ رسول اللہ ﷺ پر درود نہ بھیجا جائے" (القول البدیع صفحہ ۱۴۴)

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسالتمآب ﷺ نے فرمایا "ہر دعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان پردہ ہوتا ہے یہاں تک کہ مجھ پر اور میری آل پر درود بھیجا جائے جب دعا مانگنے والا ایسا کرے تو یہ پردہ اٹھ جاتا ہے اور دعا قبولیت کے مقام پر داخل ہو جاتی ہے اور اگر ایسا نہ کیا جائے تو دعا واپس لوٹ آئے گی۔" (القول البدیع صفحہ ۱۴۴)

تارک صلوۃ و سلام کے لئے وعید

سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا کہ افسوس اس شخص پر جو قیامت کے دن بھی میری زیارت سے محروم رہا میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ وہ کون شخص ہے فرمایا وہ بخیل ہے میں نے عرض کی یا رسول اللہ بخیل کون ہے آپ ﷺ نے فرمایا "جو میرا نام سنے مگر مجھ پر درود نہ پڑھے" حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص مجھ پر دورد پڑھنا بھول گیا وہ جنت کے

راستے سے ہٹ گیا۔ (سنن ابن ماجہ)

حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے پہلی سیڑھی پر رونق افروز ہوئے تو فرمایا آمین، یوں دوسری اور تیسری سیڑھی پر آمین کہی۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی حضور تین بار آمین کہنے کا سبب کیا ہے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا جب میں پہلی سیڑھی پر چڑھا تو جبرائیل حاضر ہوئے اور عرض کی بدبخت ہو وہ شخص جس نے رمضان المبارک پایا۔ رمضان المبارک نکل گیا اور وہ بخشا نہ گیا میں نے کہا آمین! دوسرا وہ شخص بدبخت ہے جس نے اپنی زندگی میں والدین کو پایا یا دونوں میں سے کسی ایک کو اور وہ ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کر سکا میں نے کہا آمین! تیسرا وہ بدبخت شخص ہے جس کے پاس آپ ﷺ کا ذکر ہوا اور اس نے آپ ﷺ پر درود پاک نہ پڑھا تو میں نے کہا آمین!

انگوٹھے چومنا

جب حضرت آدمؑ کو جنت میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کا اشتیاق ہوا تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ وہ (محمد ﷺ) تیری صلب (اولاد) میں پیدا ہونگے اور آخری زمانے میں ظاہر ہونگے بعد ازاں جب دوبارہ حضرت آدمؑ نے جنت میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ میں نے نور محمدی ﷺ کو آپ کے دائیں ہاتھ کی انگشت میں منتقل کر دیا ہے چنانچہ اس نور

نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی۔ اسی وجہ سے انگلی کو شہادت کہا جاتا ہے۔ روض الفائض میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کا نور دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں میں ظاہر فرمایا جیسے آئینے میں کوئی چیز نظر آتی ہے۔ پس حضرت آدمؑ نے اپنے دونوں انگوٹھوں کو چوما اور اپنی آنکھوں کے ساتھ لگایا پھر جب حضرت جبرائیل نے رسول اکرم ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص میرا نام اذان میں سن کر اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں پر لگائے گا تو کبھی اندھا نہیں ہوگا۔ (تفسیر روح البیان جلد ۷ صفحہ ۲۲۹)

حضرت سفیان بن عینیہؒ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نماز جمعہ ادا کرنے کیلئے عاشورہ محرم کو مسجد میں تشریف لائے اور نماز جمعہ کے بعد ستون کے نزدیک بیٹھ گئے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو اپنی آنکھوں پر پھیرا اور کہا "قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ" (اے اللہ کے رسول آپ ﷺ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں) جب حضرت بلالؓ اذان سے فارغ ہوئے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے ابو بکرؓ جو شخص تمہاری طرح میرا نام سن کر محبت سے انگوٹھے آنکھوں پر پھیرے اور جو تم نے کہا ہے وہ کہے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام نئے اور پرانے بھول کر اور ارادہ سے سرزد ہونے والے ظاہر و باطن کے تمام گناہوں سے درگزر فرمائے گا اور میں اس کے گناہوں کی بخشش کی درخواست کروں گا (تفسیر روح البیان جلد ۷ صفحہ ۲۲۹)

فرمودات نبوی ﷺ

رسالتماب ہادی اعظم حضرت رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک شخص حاضر ہوا اور دنیا و آخرت کی چند اہم باتوں کی نسبت سوالات عرض کیے اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ میں چاہتا ہوں کہ سب سے بڑا عالم بن جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدا سے ڈرتے رہو سب سے بڑے عالم بن جاؤ گے خدا کا خوف اور اسکے احکام پر عمل کرنے سے انسان پر علم و حکمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ سب سے بڑا انسان بن جاؤں۔ ارشاد فرمایا سب سے بہتر وہ شخص ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے تمہیں چاہیے کہ سب کیلئے نفع بخش بن جاؤ۔ عرض کیا میری تمنا ہے کہ عادل و منصف بنوں۔ ارشاد فرمایا دوسروں کیلئے بھی وہی پسند کرو جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو۔ عرض کیا میں خدا کے دربار میں سب سے مقرب بننا چاہتا ہوں ارشاد فرمایا سب سے زیادہ خدا کا ذکر کرو خدا کے مقرب بن جاؤ گے ۔عرض کیا میری خواہش ہے کہ میں نیک اور احسان کرنے والا بنوں۔ ارشاد ہوا کہ نماز اس طرح پڑھا کرو کہ گویا تم نماز میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو کم از کم اس طرح تو پڑھو کہ حق تعالیٰ تم کو دیکھ رہا ہے۔ عرض کیا چاہتا ہوں کہ میرا ایمان مکمل ہو جائے۔ ارشاد فرمایا اپنے اخلاق و عادات سنوار لو ایمان مکمل ہو جائے گا۔ عرض کیا میں خدا کا اطاعت

گذار بھی بننا چاہتا ہوں۔ ارشاد فرمایا اپنے فرائض ادا کرتے رہو گے تو تمہارا شمار اطاعت گذاروں میں کیا جائے گا۔ عرض کیا میں خدا تعالیٰ سے اس حالت میں ملنا چاہتا ہوں کہ تمام گناہوں سے پاک وصاف ہوں۔ ارشاد فرمایا غسل جنابت کی برکت سے گناہوں سے پاک اٹھو گے۔ عرض کیا میری آرزو ہے کہ میدان حشر میں نور کے ساتھ اٹھایا جاؤں۔ ارشاد فرمایا کہ اگر ظلم نہیں کرو گے تو قیامت میں نور کے ساتھ اٹھو گے۔ عرض کیا میں چاہتا ہوں میرے گناہ کم ہوں۔ ارشاد فرمایا استغفار کثرت سے پڑھا کرو، گناہ کم ہو جائیں گے۔ عرض کیا میں سب لوگوں سے بزرگ تر بننا چاہتا ہوں۔ ارشاد فرمایا مصیبت کے اوقات میں خدا کی شکایت نہ کرو۔ سب سے بزرگ تر ہو جاؤ گے۔ عرض کیا میں چاہتا ہوں میرے رزق میں زیادتی ہو۔ ارشاد فرمایا ہمیشہ پاک طاہر رہا کرو رزق میں برکت ہو گی عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کا دوست بن جاؤں۔ ارشاد فرمایا جو چیزیں اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں انکو اپنے لیے بھی پسند کرو اور جو چیزیں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کو ناپسند ہیں ان سے نفرت اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے دوست بن جاؤ گے۔ عرض کیا میں خدا کے غضب سے بچنا چاہتا ہوں۔ ارشاد فرمایا اگر کسی پر بے جا غصہ نہ کرو گے تو خدا تعالیٰ کے غضب اور ناراضگی سے بچے رہو گے۔ عرض کیا میں حق تعالیٰ کے دربار میں مستجاب الدعوات بننا چاہتا ہوں۔ ارشاد فرمایا حرام چیزوں اور حرام باتوں سے

بچتے رہو گے تو مستجاب الدعوات بن جاؤ گے۔ عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ خدا مجھے قیامت میں سب کے سامنے رسوانہ کرے۔ ارشاد فرمایا اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو گے تو خدا تمہیں قیامت میں رسوائی سے بچائے گا۔

(مخزن اخلاق ۹)

اقوال زریں

۱۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کے بندے ہو تو صرف اسی کیلئے دوستی اور دشمنی رکھو۔

۲۔ سچا مسلمان اپنے نفس اور شیطان کی پیروی نہیں کرتا۔

۳۔ ایمان دار زندہ اور کافر مردہ ہے۔

۴۔ مرد مومن ہی فقر اور صبر کی نعمتوں کا حق دار ہے۔

۵۔ قلب کا نور اللہ تعالیٰ کے نور سے ہے۔

۶۔ مخلوق کے دروازے بند کر اور اللہ تعالیٰ کی طرف کھلنے والا دروازہ کھول۔ اپنے گناہوں سے توبہ کر اور یقین رکھ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی فائدہ پہنچانے والا نہیں ہے تب تیری آنکھ سے اندھا پن دور ہوگا۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کی حفاظت کرو۔ آسانی آئے تو اس کا شکرادا کرو۔ تنگی آئے تو گناہوں سے توبہ کرو۔

۸۔ اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کرو۔ یعنی ہر عمل اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے کرو۔ تمہارا علم تمہیں پکارتا ہے کہ اگر تم مجھ پر عمل نہ کرو گے تو میں تمہارے خلاف ہوں اگر عمل کرو گے تو میں تمہارے حق میں سند ہوں۔

۹۔ بلا ضرورت کلام نہ کر

۱۰۔ زہد کا مطلب امید کو تاہ کرنا ہے

۱۱۔ اللہ تعالیٰ کے اسرار کا چھپانا نیز مصیبت بیماری اور خیرات کو چھپانا نیکی کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

۱۲۔ خوف خدا ہر بند دروازے کی کنجی ہے۔

۱۳۔ جس چیز پر نگاہ ٹھہر جائے وہی حجاب بن جاتی ہے۔

۱۴۔ دل و نظر کا سفینہ سنبھال کے لے جا
مہ وستارہ ہیں بحر وجود میں گرداب

۱۵۔ بروں کی صحبت نیکوں سے بدگمانی پیدا کرتی ہے۔

۱۶۔ راز الٰہی کی حفاظت اور لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا جوانمردوں کی نشانی ہے۔

۱۷۔ عقلمند وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہے۔

۱۸۔ سب سے جاہل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے۔

۱۹۔ دین بیچ کر دنیا حاصل نہ کرو۔

۲۰۔ سیر دل کی سیر ہے قرب باطن کا قرب ہے علم معنی کا عمل ہے۔

۲۱۔ جو اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی نہیں اس سے اللہ تعالیٰ بھی راضی نہیں۔

۲۲۔ اے جاہل تو چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے حسب منشا کام کرے گویا تو دوسرا خدا ہونے کا دعویدار ہے۔

۲۳۔ لوگو اللہ تعالیٰ کے سامنے باادب رہو۔

۲۴۔ اللہ تعالیٰ کی بردباری دیکھ کر مغرور نہ ہو جاؤ اسکی گرفت نہایت سخت ہے۔

نہ جا اسکے تحمل پہ کہ ڈھب ہے گرفت اسکی
ڈر اسکی زیر گیری سے کہ ہے سخت انتقام اس کا

۲۵۔ تمہاری پیدائش ایک نہایت بڑے امر کیلئے ہے مگر تمہیں اسکی خبر نہیں۔

۲۶۔ اگر آزمائش خداوندی نہ ہوتی تو سب لوگ عابد و زاہد بن جاتے۔

۲۷۔ جو شخص مصائب پر صبر نہ کرے اس کیلئے عطا نہیں۔

۲۸۔ مصائب پر صبر اور راضی نہ ہونا اللہ تعالیٰ کی بندگی سے خروج ہے۔

۲۹۔ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان صرف نفس کا حجاب ہے۔

۳۰۔ اگر قرب الٰہی چاہتا ہے تو راضی رہنا سیکھ۔

۳۱۔ غرور اعمال کو فاسد اور برباد کر دیتا ہے۔

۳۲۔ جو شخص نفس کی ہر بات مانتا ہے وہ نفس کا بندہ ہے۔ (اللہ کا بندہ نہیں)۔

۳۳۔ اگر تو دنیا کو پہچانتا تو اسے طلب نہ کرتا۔

۳۴۔ جو شخص اپنے قلب کو زندہ کرنا چاہتا ہے وہ اس میں اللہ کا ذکر، اسکی محبت اور اسکی عظمت قائم کرے۔

۳۵۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر مصائب کے آنے کے وقت صبر کے ساتھ، دنیا کے آنے کے وقت انکار کے ساتھ، آخرت کے آنے کے وقت اسے قبول کرنے کے ساتھ اور غیر اللہ کے آنے کے وقت انکار کے ساتھ ہے۔

۳۶۔ دنیا ساری حکمت اور عمل ہے آخرت ساری قدرت ہے حکمت کے گھر میں عمل نہ چھوڑ تقدیر کا عذر جاہلوں کی حجت ہے۔

۳۷۔ صدق اخلاص اور خوف خدا ایسے خزانے ہیں جو کبھی فنا نہیں ہونگے۔

۳۸۔ روحانی کیفیات اور اعمال پر غرور سے بچ۔

۳۹۔ جس امر میں شریعت کا امر ناطق ہے تم بھی اسکی مخالفت میں زبان کھولو اور جن امور پر شریعت اعتراض نہ کرے ان پر تم بھی اعتراض نہ کرو۔

۴۰۔ اگر تو اللہ تعالیٰ کی معرفت چاہتا ہے تو دنیا کو نفع و نقصان پر قادر نہ

سمجھ۔

۴۱۔ دنیا کو دل میں جگہ دے کر اسے اپنا مقصود نہ بنا۔

۴۲۔ صاحب ایمان مخلوق کے درمیان ہے مگر اسے رخصت کیے ہوئے ہے۔ شمع محفل کی طرح سب سے جدا سب کا رفیق۔

۴۳۔ توبہ اور خاموشی کو لازم پکڑ۔

۴۴۔ ہمارا فرض ہے کہ نیک اعمال کیلئے کوشش جاری رکھیں۔

۴۵۔ اسکے لکھے ہوئے پر نہ ٹھہر جس نے لکھا ہے وہ مٹانے پر بھی قادر ہے۔

تقدیر کی پابند جمادات و نباتات

مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند

۴۶۔ باطن بادشاہ ہے اور قلب اسکا وزیر ہے باطن دریائے حقانی سے سیراب ہوتا ہے اور قلب باطن سے سیراب ہوتا ہے نفس مطمئنہ قلب سے سیراب ہوتا ہے۔

۴۷۔ زبان سنورے تو قلب سنورتا ہے زبان خراب ہو تو قلب خراب ہوتا ہے۔

۴۸۔ ولی اللہ کی ایک علامت یہ ہے کہ مخلوق کی تکلیف پر صبر کرے اور ان سے الگ رہے۔

۴۹۔ صبر ایک ایسی لذت ہے جسکا مزہ سدا باقی رہتا ہے۔

۵۰۔ صبر وہ ہتھیار ہے جس کا وار کبھی خالی نہیں جاتا اور وہ حصار ہے جسے کوئی کبھی پھاند نہیں سکتا۔

۵۱۔ صبر کے تیر جب چل جاتے ہیں پھر کبھی واپس نہیں مڑتے۔ سائے ڈھل جاتے ہیں پہاڑ ہل جاتے ہیں۔ رستم جیسوں کے پاؤں اکھاڑ دیتے ہیں اور پچھاڑ دیتے ہیں۔

۵۲۔ صبر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو کھینچ لاتا ہے۔ نہ مانو تو کر کے دیکھو۔

محبت میں جور و جفا کا گلہ کیا ہے
جو کچھ ہورہا ہے بجا ہو رہا ہے

۵۳۔ دنیا مانند شکار گاہ ہے ہم نے اس میں سے شکار حاصل کر کے آخرت میں جانا ہے۔ لیکن اسکے برعکس اس شکار گاہ نے ہمیں شکار کر لیا اور اپنا بندہ بنالیا ہے۔ جب ہم آخرت میں جائیں گے تو شہنشاہ کائنات کو کیا منہ دکھائیں گے۔

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

۵۴۔ تین چیزیں سوچ سمجھ کر اٹھائیں

قدم، قلم، قسم

۵۵۔ جس عالم میں تین خصلتیں نہیں ہیں وہ عالم نہیں

علم، حلم، شفقت

عالم میں یہ تینوں خصلتیں موجود ہوں

حضرت خواجہ حسن بصریؒ

سعید بن جبیرؓ تابعی نے ایک مرتبہ عرض کی کہ آپؒ مجھے چند نصیحتیں فرمائیں۔ آپؒ نے فرمایا! تین چیزوں سے تمہیں روکتا ہوں۔ اول یہ کہ بادشاہوں سے میل جول نہ بڑھانا ان کی عنایات پر بھروسہ نہ کرنا کیونکہ آنکھ بدلتے انہیں دیر نہیں لگتی۔ دوئم یہ کہ کسی نامحرم عورت کے ساتھ خلوت میں نہ بیٹھنا چاہیے خواہ تم اسے قرآن حکیم ہی کی تعلیم کیوں نہ دو۔ تیسری یہ کہ دنیا کے کسی راگ رنگ میں نہ پڑنا۔ پس جس نے ان باتوں پر عمل کیا اس نے ہدایت کی راہ پائی۔ نیز آپ نے فرمایا!

۱۔ بھیڑ آدمی کی آواز پر فوراً نقل و حرکت شروع کر دیتی ہے مگر افسوس انسان خدا کے حکم پر ٹس سے مس نہیں ہوتا۔

۲۔ بروں کی صحبت سے پرہیز کرو۔ ورنہ تھوڑی بہت اچھائیاں جو ہیں وہ بھی ہاتھ سے چلی جائیں گی۔

۳۔ جس نے قناعت کی وہ دنیا سے بے نیاز ہو گیا۔ جس نے صبر اختیار کیا اس نے سعادت پائی جس نے لوگوں سے علیحدگی کی اس نے سلامتی پائی جس نے شہوت کو ترک کیا وہ آزاد ہو گیا۔

۴۔ ورع کے تین درجے ہیں۔ ایک یہ کہ جب کوئی بات کہے حق کہے

چاہے خوشی میں ہو یا غم و غصے میں۔ دوسرے جس چیز میں خدا کا غضب ہو اس سے اپنے تمام اعضاء کو نگاہ میں رکھے۔ خدا کا خوف ہر لمحہ دل میں رہے۔ یہ باتیں ہزار سال کے نماز روزہ سے افضل ہیں۔

۵۔ دنیا میں کوئی سرکش گھوڑا تیرے نفس سے زیادہ سخت لگام دینے کے قابل نہیں۔

۶۔ اگر تجھے یہ دیکھنا ہے کہ تیرے بعد دنیا کی کیا حالت ہو گی تو دوسروں کی موت سے عبرت پکڑ اور دیکھ کہ ان کے بعد دنیا کا کیا حال ہے۔

۷۔ جو دشمنی میں آگیا اس سے بڑھ کر کوئی احمق نہیں۔

۸۔ جو شخص دوسروں کی برائیاں تیرے سامنے کرتا ہے اس کا کیا ثبوت ہے کہ وہ تیری برائیاں دوسروں کے سامنے نہ کرتا ہو گا۔

۹۔ میرے نزدیک برادران دین بیوی بچوں سے زیادہ عزیز ہیں کیونکہ وہ دین کے یار ہیں۔ بیوی بچے دنیا کے ساتھی۔

۱۰۔ میرا کلام سنو کیونکہ میرا علم تمہیں فائدہ پہنچائے گا اور میری بے علمی تمہیں نقصان نہ پہنچا سکے گی۔

۱۱۔ جس دل میں دنیا کی محبت ہے وہ زندہ نہیں مردہ ہے۔

۱۲۔ جو نماز حضور قلب سے نہیں وہ عذاب کا پیش خیمہ ہے۔

۱۳۔ تقویٰ اور پرہیزگاری دین کی بنیاد ہے طمع اور لالچ اسے کھود دیتا ہے۔

۱۴۔ تم ڈرانے والے کی صحبت اختیار کرو۔ تاکہ کل قیامت میں رحمت الٰہی تمہارے قریب ہو۔

۱۵۔ میں لوگوں سے اس بات کی امید نہیں رکھتا کہ وہ مجھے برا نہ کہیں برا کہنے والے نے تو اللہ کو بھی برا کہا ہے۔

۱۶۔ انسان دوسروں کو نصیحت اس وقت کرے جب خود پاک ہو جائے۔

۱۷۔ قناعت کرنے والا خلق سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔

۱۸۔ جس نے تنہائی اختیار کی اس نے سلامتی پائی۔

۱۹۔ جس نے حسد کو چھوڑا اس نے دوستی پائی۔

۲۰۔ جس نے صبر اختیار کیا۔ اس نے برخورداری حاصل کی۔

۲۱۔ صبر دو طرح پر ہے۔ ایک مصیبت وبلا پر۔ دوسرے ان باتوں پر کہ جن کے نہ کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔

۲۲۔ جو خاموشی اختیار کرتا ہے اس کا دل ناطق ہو جاتا ہے اور زبان پر اثر ہو جاتی ہے

ارشادات حضرت ابراہیم ادھمؒ

حضرت ابراہیم ادھمؒ سے کسی شخص نے پوچھا کہ میں گناہ بہت کرتا ہوں ۔آپ نے فرمایا کہ یہ چھ باتیں پوری کرو اور پھر گناہ کرتے رہنا

۱۔جب حق تعالیٰ کی نافرمانی کرو اور گناہ کا کام سرزد ہو تو حق تعالیٰ کی دی

ہوئی روزی نہ کھاؤ

جواب۔ سائل نے کہا تو پھر کہاں سے کھاؤں۔ فرمایا کہ یہ زیبا نہیں کہ روزی کھا کر نافرمانی کریں۔

۲۔ جب گناہ یا نافرمانی کرنے کا ارادہ ہو تو اس کے ملک یا بادشاہت سے باہر نکل کر گناہ کرو۔

جواب۔ سائل نے کہا کہ ساری کائنات اسی کی ہے کوئی کہاں جائے۔ فرمایا کہ یہ نامناسب ہے کہ اس کے ملک میں رہ کر نافرمانی کی جائے

۳۔ گناہ ایسی جگہ کیا جائے جہاں وہ دیکھ نہ سکے

جواب۔ عرض کیا کہ یہ ناممکن ہے۔ اور وہ دلوں کے بھیدوں تک سے واقف ہے فرمایا جب رزق اس کا کھاؤ اور اس کے ملک میں رہو تو پھر اس کے سامنے گناہ کرنا کہاں تک انصاف پر مبنی ہے۔

۴۔ جب موت کا فرشتہ آئے تو اس سے کہو کہ ذرا توبہ کر لینے کی مہلت دے دیں

جواب۔ کہا یہ بھی ناممکن ہے۔ وہ میرا کہا نہ مانے گا۔

فرمایا۔ جب یہ حالت ہے تو اس کے آنے سے پہلے توبہ کرنی چاہیے

۵۔ جب قبر میں منکر نکیر آئیں تو ان کو باہر نکال دینا

جواب۔ عرض کیا یہ بھی نہیں کر سکتا۔

فرمایا کہ پھر ان کے سوالوں کا جواب دینے کیلئے تیار ہو جاؤ۔

۶۔ قیامت کے دن حساب کتاب ہو چکنے کے بعد جب گناہگاروں کو دوزخ کی طرف بھیجا جائے گا۔ تو دوزخ میں جانے سے انکار کر دینا

جواب۔ کہا یہ بھی ناممکن ہے۔

فرمایا کہ گناہ مت کرو۔

حضرت سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانیؒ

۱۔ مالدار بننے کی آرزو نہ کرو۔ بوالہوس مت بنو اور فقیر و بے نوا کے درمیان امتیاز مت رکھو۔

۲۔ عمل کے بغیر علم مطلق فائدہ نہیں پہنچاتا۔ عامل بنو جان بوجھ کر جاہل نہ بنو عالم باعمل نائب خدا ہے۔

۳۔ اپنے جائز کسب سے کماؤ۔ دین کے ذریعے سے نہ کماؤ جائز کماؤ اور کھاؤ اور اس سے دوسروں کی غمخواری بھی کرو۔

۴۔ اللہ سے بندوں کا شکوہ نہ کرو۔ جب تک زندگی کا دروازہ کھلا ہے اسے غنیمت جانو۔

۵۔ ایمان والوں کی آزمائش ہوتی ہے۔

۶۔ خدمت کرو۔ مخدوم بن جاؤ گے۔

۷۔ افسوس اس شخص پر جس نے قرآن تو حفظ کیا مگر اس پر عمل نہ کیا۔

۸۔ باطن کا جہاد ظاہر کے جہاد سے زیادہ سخت ہے۔

۹۔ دنیا تمہارے ہاتھ میں تو رہے مگر دل پر اس کا قبضہ نہ ہونے پائے۔ دل کو اللہ کی یاد سے آباد کرو۔ اللہ ہی کی محبت کا تمہارے دل پر قبضہ ہو۔

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ

ا۔ نامرادی کا دن مردوں کی شب معراج ہے۔

۲۔ سبک ساری کی خواہش کمزوری کی علامت ہے۔

۳۔ جیسا تو ہے ویسا ہی لوگوں کو دکھا ورنہ اصلیت خود بخود کھل جائے گی۔

۴۔ احمق کو زندہ خیال نہ کرو۔

۵۔ وہ شے جو خریدی نہ جاتی ہو اسے فروخت نہ کرو۔

۶۔ ہر کسی کی روٹی نہ کھاؤ مگر ہر شخص کو اپنی روٹی کھلاؤ۔

۷۔ گناہ پر فخر نہ کرو آرائش کے پیچھے نہ پڑو۔

۸۔ جس چیز کی کوشش کرو اس سے ہاتھ نہ اٹھاؤ۔

۹۔ جو تم سے ڈرے اس سے ہر وقت اندیشہ کرو۔

۱۰۔ دروغ نما راستی کو ترک کردو۔

۱۱۔ فاتل نما بے وقوف سے پرہیز کرو۔

۱۲۔ وقت کا کوئی بدلہ نہیں۔

۱۳۔ پرہیز ذلت سے سیکھ یعنی تحصیل علم و ہنر میں کسی ذلت کا خیال نہ کرو۔

۱۴۔ دشمن کی دشمنی اس سے مشورہ کرنے سے ٹوٹ جاتی ہے۔

۱۵۔ کوئی مصیبت خدا کی طرف سے آئے اس سے ہراساں نہ ہو۔

۱۶۔ اگر "ہے کچھ" غم نہیں اگر نہیں ہے تو بھی غم نہیں۔

حضرت علی ہجویری داتا گنج بخشؒ

دس چیزیں دس چیزوں کو کھا جاتی ہیں

۱۔ نیکی بدی کو
۲۔ تکبر علم کو
۳۔ توبہ گناہ کو
۴۔ جھوٹ رزق کو
۵۔ عدل ظلم کو
۶۔ غم عمر کو
۷۔ صدقہ بلا کو
۸۔ غصہ عقل کو
۹۔ پشیمانی سخاوت کو
۱۰۔ غیبت نیک اعمال کو